شیعہ مذہب

المعروف

عقائدِ جعفریہ

جلد دوم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ شیرازیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجلٍ
وسموه اماماً کان ذالك عند الله رضًا {نہج البلاغہ ص ۳۶۷}

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک مشورہ سے خلیفہ منتخب کرنا مہاجرین و انصار کا حق ہے، اگر وہ اتفاق سے ایک آدمی کو امام بنا دیں تو وہ اللہ کو پسند ہوگا۔

عقائدِ جعفریہ

(جلد دوم)

باب اول	شیعوں کے عقیدۂ امامت کی تردید
باب دوم	امامت یزید سے متعلقہ اعتراضات
باب سوم	مطلق امامت سے متعلقہ اعتراضات

محقق اسلام۔ شیخ الحدیث علامہ
محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج ○ لاہور ○ پاکستان فون 7227228

نام کتاب ——— عقائدِ جعفریہ (جلد دوم)

مصنف ——— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ——— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ ———

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور پاکستان فون 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین سیدی و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول محبِّ اولادِ بتول پیرِ طریقت، راہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین:

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

الاھداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

عقائد جعفریہ جلد دوم

باب اوّل

بحث امامت

باب ۲

بحثِ امامت

مذہب شیعہ میں اگرچہ امامت و خلافت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ لیکن در حقیقت ان میں کافی فرق ہے۔ اس لیے ،، تحفہ جعفریہ جلد اول ،، میں اگرچہ مسئلہ خلافت کی سیر حاصل بحث ہم کر چکے ہیں لیکن مسئلہ امامت ایک علیحدہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس کا علیحدہ تذکرہ ضروری تھا۔

اس لیے اس کی تفصیلی بحث ہم تحریر کر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ اس لیے بھی بحث طلب ہے۔ کیونکہ یہ مذہب شیعہ کے دین کا ایک بہت بڑا اصل مانا جاتا ہے۔ یہ بحث ایک مکمل باب کی صورت میں پانچ فصول پر مشتمل ہوگی۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اول: مسئلہ امامت کے متعلق اہل سنت و اہل تشیع کے عقائد۔

فصل دوم: اہل تشیع کے ہاں امامت کی شرط اول ،، منصوص من اللہ ہونا ،، اور امامت کے لیے خلافت کا لزوم ،، ان دونوں امور کی تردید۔

فصل سوم: امامت کی دوسری شرط ،، انبیاء کرام کی طرح معصوم ہونا ،، کی تردید۔

فصل چہارم: ،، بارہ خلفاء والی حدیث ائمہ اہل بیت کی خلافت کے لیے نص قطعی ہے۔،، اس کا مطلب اور وضاحت۔

فصل پنجم: ،، یزید اہل سنت کا امام ہے ،، اس مغالطہ کا دندان شکن جواب۔

فصل اوّل

مسئلہ امامت کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مسئلہ امامت کا عقیدہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہے۔

آیت استخلاف:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

(پ ۱۸ ع ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے۔ کہ وہ انہیں زمین میں یقیناً اس طرح خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اور البتہ ضرور انہیں

ان کے پسندیدہ دین کی خاطر مضبوطی عطا فرمائے گا۔ اور خوف کے بعد ان کو ضرور امن عطا فرمائے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا سو وہی نافرمان ہیں۔

آیت استخلاف کا خلاصہ؛

خداوند ذوالجلال نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مومنین سے یہ وعدہ فرمایا۔ کہ ان میں سے صاحبان ایمان واعمال صالحہ کو میں اپنی خلافت سے نوازوں گا۔ پسندیدہ دین پر ایسے مضبوط ہوں گے۔ کہ بغیر کسی خطرہ و خوف کے اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کی عبادت صرف میرے لیے ہوگی۔ شرک سے بالکل پاک ہوں گے۔ ان کی خلافت کا منکر فاسق ہوگا۔

"آیت استخلاف" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بعض حضرات کی خلافت کا اللہ نے وعدہ فرمایا لیکن کسی خلیفہ کا نام لے کر اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہی عقیدۂ اہل سنت ہے یعنی اس منصب پر فائز ہونے والا منصوص من اللہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا خلیفہ کا "منصوص من اللہ" سمجھنا خلاف قرآن ہے۔ دوسری بات اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ اُس موعود خلیفہ کے وقت خوف نہیں بلکہ امن کا دور دورہ ہوگا۔ اور کافر و مشرک کا ان پر تسلط نہ ہوگا۔ یہ بات اللہ رب العزت نے حضرت خلفاء راشدین کے دور میں مکمل فرما دی۔ اس کی تفصیل ہم جلد اول میں شیعہ مفسرین کے حوالہ جات سے لکھ چکے ہیں۔ اور تیسری بات یہ کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ایمان قبول کرنے کے بعد شرک و کفر کا ان کے بارے میں وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور چوتھی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ خلیفہ کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ اس لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہوگا۔

﴿

حدیثِ خلافت

احادیث مقدسہ میں خلافت کا ذکر دو طرح سے آیا ہے۔ ایک یہ کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ "میرے بعد تیس سال خلافت ہو گی اور اس کے بعد امارت و بادشاہی آ جائے گی،" اس حدیث پاک کے مضمون کے مطابق تیس سال کا عرصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ تک خلیفہ رہنے تک پورا ہو جاتا ہے۔ یعنی "خلافت علی منہاج النبوۃ" ابوبکر صدیق سے چلی اور امام حسن پر ختم ہو گئی۔

اہل سنت و جماعت کا اس مقام کے مطابق مزید عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرات سادات کرام اور ائمہ اہل بیت میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ، دونوں خلیفہ برحق تھے۔ ان کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے امام حسین، زین العابدین، باقر، جعفر، موسیٰ کاظم، موسیٰ رضا، تقی، حسن عسکری رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات ولیِ کامل اور مقام غوثیت کے مالک تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی اس منصب پر فائز رہے۔ اہلسنت انہیں صرف مذہبی امام کہتے ہیں۔

احادیث مقدسہ میں ذکر خلافت دوسری طرح یوں مذکور ہے۔ آپ نے فرمایا میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ جن پر امت کا اجماع ہو گا اور ان کے زمانہ میں دین غالب رہے گا۔ اس حدیث پاک کے مصداق میں بہت اختلاف ہے۔ کہ یہ بارہ حضرات کون ہیں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ تک تو سب کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد سات کون ہیں؟ اس کے متعلق تفصیلی طور پر ہم پانچویں فصل میں بحث کریں گے مختصر یہ کہ ان بارہ خلفاء میں "یزید بن معاویہ" داخل نہیں ہے۔ اور جن حضرات نے اسے شامل مانا۔ ان کا ایسا کرنا صرف اس لیے ہے۔ کہ حدیث مذکور میں آپ نے دوامت کا

اجماع ہو گا۔" اس پر صادق آتا ہے۔ اس سے تملقاً یہ مراد نہیں۔ کہ یزید دیگر خلفاء کی طرح دیندار اور پرہیزگار تھا۔ اس بات کی وضاحت میں ہم خصائل ابن بابویہ لصادانحو الشیعۃ کے حوالہ جات سے (اور دیگر اہل تشیع کی کتابوں سے) احادیث پیش کر چکے ہیں۔

ان دونوں احادیث اور آیت سابقہ کے پیش نظر ہم اہل سنت کے نزدیک خلافت اور امامت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور "منصوص من اللہ" کی شرط ہم کسی کے لیے نہیں مانتے۔ اس لیے ہم امام حسن تک خلافتِ راشدہ کے قائل ہیں۔ اور ان کے بعد والے سات خلفاء کے متعلق صرف اتنا مانتے ہیں۔ کہ ان کے زمانہ میں دین غالب رہا اور ان پر امت کا اجماع رہا۔

جس طرح ہم کسی خلیفہ و امام کے لیے منصوص من اللہ ہونے کے معتقد نہیں۔ اسی طرح ان میں سے کسی کا معصوم ہونا بھی ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ عصمت صرف اولادِ آدم میں سے حضرت انبیائے کرام کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ دوسرا چاہے کوئی کتنا بھی مقرب بارگاہِ الٰہیہ کیوں نہ ہو۔ وہ محفوظ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن معصوم نہیں۔ یہ تھا خلافت و امامت کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ۔

امامت و خلافت کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ

اور شرائطِ خلافت

عقیدہ نمبر (۱):

اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت صرف اور صرف اہل بیت کا حق ہے۔ اور تاقیامت یہ دونوں چیزیں ان کی میراث ہیں

اور یہ کہ خلفاء کی تعداد بارہ تک محدود ہے۔ اس تعداد سے ایک بھی زائد نہیں ہو سکتا۔
ان کے ہاں شرائط امامت درج ذیل ہیں۔

شرائط اول:

امام کے لیے منصوص من اللہ ہونا لازم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا تعین ضروری ہے۔ لہٰذا جو امام اس طریقہ کے بغیر کسی دوسرے طریقہ سے (مثلاً شوریٰ کا منتخب ہو۔ یا کسی غیر رسول کا نامزد ہو) اس منصب پر آئے گا۔ وہ شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نااہل ہو گا۔ اور جو نااہلِ امامت، امام ہونے کا دعوےٰ کرے۔ وہ کافر، ظالم اور غاصب ہے۔

شرط دوم:

ہر امام کے لیے لازم ہے کہ وہ خلیفہ بھی ہو۔ اسی لیے اہل تشیع جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو امام اول مانتے ہیں۔ تو اسی بنا پر انہیں خلیفہ اول بھی مانتے ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو گیارہ امام ہوئے اہل تشیع ان کو خلیفہ بھی مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ یہ زمین کبھی خلیفہ سے خالی نہیں رہے گی۔ اس لیے اس عقیدہ کے مطابق بارھویں امام کے بعد چونکہ تعداد آئمہ ختم ہو جاتی ہے۔ کوئی تیرھواں خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس بارھویں کی خلافت وامامت تا قیامت جاری رکھنے کے لیے انہیں "امام قائم" کہا گیا۔ اور وہ اس وقت بھی موجود ہیں۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق سامرہ کی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ قیامت کے قریب باہر نکلیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ کہ ان بارہ آئمہ میں سے اگرچہ ظاہری طور پر تمام کو خلافتِ ارضی نہ مل سکی لیکن خلافتِ حقیقی انہی کی تھی۔ لہٰذا ان کے علاوہ

جو بھی امام اور خلیفہ بنا۔ وہ ظالم، غاصب اور کافر ہے۔ اسی لیے ان کا خیال (عقیدہ) ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سے لے کر اپنی شہادت تک تقریباً تیس سال خلیفہ بلاشرکت غیر رہے۔ لیکن اس عرصہ میں پہلے پچیس سال چونکہ ظاہری خلافت دوسروں کے پاس تھی۔ اس لیے وہ دوسرے غاصب اور فاسق ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ۔ ارشاد شیخ مفید میں مذکور ہے۔

شرط سوم:

امامت و خلافت کے منصب کے لیے عصمت ضروری ہے۔ یعنی جس طرح نبی کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح امام و خلیفہ کے لیے بھی معصوم ہونا شرط ہے۔

شرط چہارم:

امام و خلیفہ کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جہاد کرے۔ اور حدود کو نافذ کرے۔ اسلامی مملکت کی حدود اربعہ کی حفاظت کرے۔ اور خمس و زکوٰۃ وصول کرنے کے علاوہ عدل و انصاف کے قیام کا ذمہ دار ہو۔

عقیدہ (۲)

بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت کا انکار یا ان کے بجائے کسی دوسرے کا امام بننا کفر ہے۔

اصول کافی:

عَنِ الْحَسَنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ

تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ قَالَ کُلُّ مَنْ زَعَمَ اَنَّہٗ اِمَامٌ وَلَیْسَ بِاِمَامٍ قُلْتُ وَاِنْ کَانَ فَاطِمِیًّا عَلَوِیًّا قَالَ وَاِنْ کَانَ فَاطِمِیًّا عَلَوِیًّا۔

(اصول کافی ص ۲۶۲ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: حسن مختار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا، میں آپ پر قربان! اللہ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے۔ "روز قیامت قیامت تم ان لوگوں کو دیکھو گے۔ جنہوں نے اللہ پر بہتان باندھا۔ فرمایا اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے امام نہ ہوتے ہوئے دعوی امامت کیا۔ میں نے کہا خواہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی اولاد سے ہو؟ فرمایا ہاں اگرچہ فاطمی علوی ہو۔

عَنْ اِبْنِ یَعْفُوْرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ مَنِ ادَّعٰی اِمَامَۃً مِّنَ اللّٰہِ لَیْسَتْ لَہٗ وَمَنْ جَحَدَ اِمَامًا مِّنَ اللّٰہِ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ لَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ نَصِیْبٌ

(حوالہ ازاصول کافی)

ترجمہ: ابو یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرمایا تین آدمی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت نہ تو ان سے گفتگو کرے گا۔ اور نہ انہیں پاک فرمائے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پہلا وہ شخص جو اللہ کی طرف سے امامت کا دعوے کرے حالانکہ وہ اس کے لائق نہ ہو۔ دوسرا وہ جو کسی امام کا انکار کرے۔ اور تیسرا وہ جو یہ گمان کرے کہ ان دونوں (یعنی مدعی امامت اور منکر امامت) میں کچھ اسلام ہے۔

(بحار الانوار جلد ۲۷)

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَلتَّمُّ تَمُّ حُمْرَانُ ثُمَّ قَالَ یَا حُمْرَانُ مُدَّ الْمِطْمَرَ بَیْنَكَ وَبَیْنَ الْعَالَمِ قُلْتُ یَا سَیِّدِیْ وَمَا الْمِطْمَرُ قَالَ اَنْتُمْ تُسَمُّوْنَهٗ خَیْطَ الْبَنَّاءِ فَمَنْ خَالَفَكُمْ عَلٰی هٰذَا الْاَمْرِ فَهُوَ زِنْدِیْقٌ فَقَالَ حُمْرَانُ وَاِنْ كَانَ عَلَوِیًّا فَاطِمِیًّا فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنْ كَانَ مُحَمَّدِیًّا عَلَوِیًّا فَاطِمِیًّا۔

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میزان، میزان ہے اے حمران! پھر فرمایا۔ تیرے اور دنیا کے درمیان مطمر کھنچی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے میرے آقا! مطمر کیا ہے؟ فرمایا جس سے تم زمین یا عمارت کی پیمائش کرتے ہو۔ سو جو شخص مسئلہ امامت میں تمہاری مخالفت کرے وہ بے دین ہے۔ حمران نے کہا مخالفت کرنے والا اگر علوی فاطمی ہو تو پھر؟ فرمایا وہ اگرچہ محمدی علوی فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

(اعتقادات شیخ صدوق)

فَمَنِ ادَّعَی الْاِمَامَةَ وَهُوَ غَیْرُ اِمَامٍ فَهُوَ الظَّالِمُ الْمَلْعُوْنُ وَمَنْ وَضَعَ الْاِمَامَةَ فِیْ غَیْرِ اَهْلِهَا فَهُوَ ظَالِمٌ مَلْعُوْنٌ۔ وَاِعْتِقَادُنَا فِیْمَنْ جَحَدَ اِمَامَةَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ اَنَّهٗ كَمَنْ جَحَدَ نُبُوَّةَ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَاِعْتِقَادُنَا فِیْمَنْ اَقَرَّ بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْكَرَ وَاحِدًا مِنْ بَعْدِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ مَنْ اَقَرَّ بِجَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَنْكَرَ نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِہٖ وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْہِ السَّلَامُ اَلْمُنْكِرُ لِاٰخِرِنَا كَالْمُنْكِرِ لِاَوَّلِنَا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِہٖ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِيْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُهُمْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَ اٰخِرُهُمُ الْمَهْدِيُّ الْقَائِمُ طَاعَتُهُمْ طَاعَتِيْ وَ مَعْصِيَتُهُمْ مَعْصِيَتِيْ مَنْ اَنْكَرَ وَاحِدًا مِنْهُمْ فَقَدْ اَنْكَرَنِيْ وَقَالَ الصَّادِقُ مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِ اَعْدَائِنَا وَ الظَّالِمِيْنَ لَنَا فَهُوَ كَافِرٌ۔

(اعتقادات صدوق ترجمہ فارسی
ص ۱۲۸ باب سی و ہشتم اعتقاد در
ظالماں مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: جو امام نہ تھا لیکن اس نے دعویٰ امامت کیا۔ وہ ظالم ملعون ہے۔ اور جس نے نااہل کو امام بنایا وہ بھی ظالم ملعون ہے۔ اور جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے آئمہ رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس نے تمام پیغمبروں کی نبوت کا انکار کیا۔ اور اس شخص کے متعلق کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت تو مانی لیکن بعد کے آئمہ میں سے کسی کی امامت کا انکار کیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس نے تمام پیغمبروں کو مانا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں سے آخری امام کا منکر یوں ہی ہے جیسا کہ اس نے ہمارے پہلے امام کا انکار کیا۔ اور حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد بارہ امام ہوں گے۔ جن میں سے پہلے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آخری امام مہدی القائم ہوں گے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا۔ اس نے میرا انکار کیا۔ اور امام جعفر نے فرمایا جو شخص ہمارے دشمنوں اور ہم پر ظلم کرنے والوں کے کفر میں شک کرے گا۔ وہ بھی کافر ہے۔

اصول کافی: عَنْ سُوْرَةَ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ قَالَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ اِمَامٌ وَلَيْسَ بِاِمَامٍ قَالَ قُلْتُ وَاِنْ كَانَ عَلَوِيًّا قَالَ وَاِنْ كَانَ عَلَوِيًّا قَالَ قُلْتُ وَاِنْ كَانَ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَاِنْ كَانَ۔

(اصول کافی ص ۲۳۵ مطبوعہ نولکشور طبع جدید)

ترجمہ: سورہ بن کلیب نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ میں نے امام موصوف سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا "قیامت کے دن تم ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا سیاہ منہ والے دیکھو گے،، فرمانے لگے اس سے مراد وہ شخص ہے۔ جس نے اپنے آپ کو امام کہا۔ حالانکہ وہ امام نہ تھا۔ میں نے پوچھا۔ اگرچہ ایسا کہنے والا علوی ہو؟ فرمایا اگرچہ علوی ہو۔ میں نے پھر پوچھا۔ اگرچہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد سے

ہو؟ فرمایا۔ اگرچہ ہو۔

ان حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ اس کی زد میں کون کون حضرات آتے ہیں۔ اگرچہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یا حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن اہل نہ ہوتے ہوئے پھر دعویٰ امامت کرے۔ تو وہ زندیق ظالم اور کافر ہے۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ عقیدہ کن کن کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔

☆

فصل دوم

شرط اوّل

یعنی امام کے منصوص من اللہ ہونے کی تردید

دلیل اوّل

آل رسول میں سے مقتدی شخصیات نے ائمہ اہل بیت میں سے بعض کی امامت کا انکار کر کے خود امام ہونے کا دعویٰ کیا

مقتدیٰ اول

حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند محمد بن حنفیہ نے امام چہارم زین العابدین کے مقابلہ میں اپنی امامت کا دعوےٰ کیا

امام زین العابدین کا تعارف اہل تشیع کی زبانی

تاریخ ائمہ:

آپ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے فرزند اور شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔

بن بر قول جناب شیخ مفید و شیخ طوسی ۱۵ جمادالاولیٰ ۳۸ھ (۶۵۸ء) کو مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۲ سال چند ماہ تک جد بزرگوار حضرت امیر المومنین کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی۔ پھر ۵۰ھ تک عم معظم اور پدر بزرگوار کے ہمراہ اور ۱۰ محرم ۶۱ ہجری تک محض والد ماجد کے ساتھ رہے۔ بعد واقعہ کربلا خاندان رسالت کے سردار اور شیعوں کے ظاہری امام قرار پائے۔ ۳۴ سال مشغول ہدایت وارشاد ناس رہ کر ۲۵ محرم ۹۵ھ (۷۱۴ء) کو طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی۔ اور جنت البقیع میں اپنے عم معظم امام حسن علیہ السلام کی بغل میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۸۲ چوتھا باب
مطبوعہ لاہور)

محمد بن حنفیہ اور ان کا مقام و مرتبہ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اور حسنین کریمین کے بعد آپ کی اولاد میں سے افضل شخصیت تھے۔ کتب شیعہ میں ہے۔ کہ آپ بہت بڑے عالم، زاہد اور بہادر تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

عمدۃ الطالب

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ اَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَ الزُّهْدِ وَ الْعِبَادَةِ وَ الشُّجَاعَةِ وَ هُوَ اَفْضَلُ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ (ع) بَعْدَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَ كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ اِحْدٰى وَ ثَمَانِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَ لَهُ سِتُّوْنَ سَنَةً

وَقِيلَ سَبْعٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً۔

(حاشیہ عمدۃ الطالب فی انساب آل
ابی طالب تصنیف احمد بن علی الحسینی
شیعی ص ۳۵۲، الفصل الثالث الخ
مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن حنفیہ زمانے میں علم، زہد، عبادت اور شجاعت میں یکتا تھے۔ اور آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ماسوا حسنین کریمین کے سب سے افضل تھے۔ ان کا وصال ۸۱ھ ہجری میں ہوا۔ اور ساٹھ یا تریسٹھ سال عمر پائی۔

تنقیح المقال عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا قَالَ كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَحَامِدَةَ تَاْبٰى اَنْ يُّعْصَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلْتُ وَمَنِ الْمَحَامِدَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

ترجمہ:

امام ابو الحسن رضا فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ "محامدۃ" اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہرگز نہیں کر سکتے۔ راوی

نے پوچھا۔ کہ محامدۃ کون ہیں۔ فرمایا محمد بن جعفر، محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفۃ اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مجالس المومنین در کتاب کشف الغمہ و تاریخ ابن خلکان مسطور است کہ روزے از محمد بن الحنفیہ پرسیدند کہ چوں است کہ پدر تو را در ورطۂ قتال و مبارزت ابطال و تنگنائے خیل و رجال در می آورد و برادر تو حسن و حسین را در کنف امن و سلامت نگاہ می دارد۔ محمد در جواب گفت کہ ایشان بمنزلہ دو چشم او یند و من بجائے دست اویم و مقرر است کہ چشم خود را بدست نگاہ دارند۔

(مجالس المومنین تصنیف نور اللہ شوشتری۔ جلد اول ص ۲۷۶ مجلس چہارم در ذکر اکابر دین۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

کشف الغمہ اور تاریخ ابن خلکان میں تحریر ہے۔ کہ ایک دن لوگوں نے جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ آپ کو تو جنگ کے میدان اور پہلوانوں کے ساتھ زور آزمائی اور پیدل و سوار دشمن کے مقابلہ کے لیے لاتے ہیں۔ اور امام حسن و حسین کو جو آپ کے ہی بھائی ہیں۔ انہیں امن و امان اور حفاظت میں رکھتے ہیں محمد بن الحنفیہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی دو آنکھوں کی طرح ہیں۔ اور میں اُن کے ہاتھ کی طرح ہوں۔ اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ ہر شخص اپنی آنکھوں کی تکلیف

کو ہاتھ سے رفع دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مجالس المومنین محمد مذکور علم وورع وشجاعت بسیار داشت ورایة امیر المومنین علیہ السلام در حرب جمل وصفین بدست او بود وبغایت شدید القوة بود۔ (مجالس المومنین جلد اول ص ۲۷۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ تقوی، بہادری اور علم بہت زیادہ رکھتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جنگ جمل اور جنگ صفین میں جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ یہ انتہائی مضبوط اور صاحب قوت تھے۔

مجالس المومنین در استیعاب مذکور است کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام محمد را بسیار دوست میداشت وبر او ثنا میکرد وتفصیل او براتم اوی نمود زیرا کہ مشتمل علیہ عبادت واجتہاد بود واو در حرب جمل وصفین ہمراہی نمود۔

(مجالس المومنین جلد اول ص ۲۷۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

کتاب استیعاب میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اچھا دوست رکھتے تھے۔ اور ان کی بہت چاہت کرتے تھے۔ ان کی تعریف بھی کرتے۔ اور محمد بن الحنفیہ رحمۃ

کو ان کے ہم عمر ساتھیوں پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ عبادت اور اجتہاد کے زیور سے آراستہ تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔

مجالس المؤمنین

در تحفۃ الاحباء مسطور است کہ در روز حرب جمل حضرت امیر المومنین لوائے ظفر سیمائے خود را بدست قرۃ العین خویش محمد بن الحنفیہ کہ سرو جویبار نجدت و شجاعت بود داد۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۷۵
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

تحفۃ الاحباء میں تحریر ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا جھنڈا حضرت قرۃ العین جناب محمد بن الحنفیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ کیونکہ یہ بہادری اور شجاعت میں بے مثل تھے۔

اہل تشیع کی کتب سے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ حسنین کریمین کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی افضل اولاد سے تھے۔

۲۔ ان سے کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ضمن میں آتا ہو۔

۳۔ بہت بڑے عالم، مجتہد، عبادت گزار اور بہادر تھے۔

۴۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے علمبردار تھے۔

۵۔ محامدہ (محمد کے نام والوں کی جمع) میں سے ایک تھے۔

ایسے عظیم المرتبت انسان کو اگر کسی قانون یا اصل کے لحاظ سے (معاذ اللہ) کافر ٹھہرانا پڑے تو اس سے کہیں بہتر یہ ہوگا۔ کہ ایسے قانون کو ہی مردود شمار کیا جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کا عقیدہ اور ایک اصل یہ ہے۔ کہ وہ امام اور اس کی امامت "منصوص من اللہ" ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی امام وقت کے خلاف دعویٰ امامت کرتا ہے۔ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے"۔ امام زین العابدین کے دور امامت میں جناب محمد بن الحنفیہ نے دعویٰ امامت کیا۔ لہٰذا اس قانون کے تحت یہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے۔ یہ دلیل اور اس کا نتیجہ من گھڑت یا محض عقلی ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع نے اس کی صاف صاف وضاحت کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قیامت میں محمد بن حنفیہ دعویٰ امامت کی وجہ سے روسیاہ ہوں گے معاذ اللہ

صافی شرح اصول کافی

(اصل) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ قَالَ مَنْ قَالَ اِنِّیْ اِمَامٌ وَلَيْسَ بِاِمَامٍ قَالَ قُلْتُ وَاِنْ كَانَ عَلَوِيًّا وَاِنْ كَانَ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ وَاِنْ كَانَ۔

(شرح) مراد بعلوی فرزند علی است
مطلقاً و مراد بولد فرزندان بے واسطہ
است مثل محمد بن حنفیہ)
(الصافی شرح اصول کافی کتاب
الحجۃ جز سوم حصہ دوم ص ۱۰۱ باب
ہشتاد و چہارم مطبوعہ لکھنو طبع قدیم

ترجمہ (اصل)

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جبکہ ان سے راوی نے دریافت کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا مطلب ہے "اور قیامت کے دن تو ان لوگوں کو سیاہ منہ دیکھے گا۔ جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا" اس کے جواب میں فرمایا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے تئیں امام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ امام نہیں ہوتے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ اگرچہ ایسا کہنے والا علوی اور اولادِ علی میں سے ہی ہو؟ فرمایا۔ اگرچہ ایسا ہی ہو۔

(شرح) "علوی" سے مراد حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مطلق فرزند ہیں۔ اور مراد "وُلْدِ عَلِی" سے یہ ہے۔ کہ جو آپ کے بلاواسطہ فرزند ہیں۔ جیسا کہ محمد بن حنفیہ ہیں۔

اصل اور اس کی شرح دونوں کے اجمال و تفصیل کو سامنے رکھ کر یہی بات نکلے گی۔ کہ بارہ مخصوص ائمہ میں سے کسی کے دور میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا دعویٔ امامت کرنے والا معاذ اللہ پر بہتان لگانے والا ہے۔ اور اس بہتان کی وجہ سے وہ کل قیامت سیاہ منہ والے ہوں گے۔ چونکہ امام زین العابدین کے دور میں جناب محمد بن الحنفیہ نے دعویٔ امامت کیا اس لیے شارح اصول کافی نے اپنے قانون کے تحت اس کی مثال دیتے ہوئے محمد بن

حنفیہ کا نام ذکر کیا۔ اور اس روسیاہ خود ساختہ شرط و قانون کے ذریعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد صلبی کو بھی معاف نہ کیا گیا۔

یہی محمد بن حنفیہ ہیں۔ کہ جن کے متعلق گزشتہ سطور میں آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پڑھ چکے ہیں۔ یہ دونوں حضرات جو یقیناً ائمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ ایسے شخص کی تعریف کر رہے ہیں۔ جو اہل تشیع کے قانون کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے مقام غور ہے۔ کہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہے۔ یا ان کے نام اور محبت کی مالا جپنے والے سیاہ پوشوں از نجیر زنوں اور آگ پر کھیلنے والوں کی؟

پھر ان کی کتب ہی کہتی ہیں۔ کہ ہر امام غیب دان ہوتا ہے۔ تو کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کو جناب محمد بن حنفیہ کی تعریف کرتے وقت اس کا علم نہ تھا۔ کہ یہ خواہ مخواہ دعوئ امامت کر کے خارج از اسلام ٹھہر لیں گے۔ ہم ان کی تعریف کیوں کریں؟ اسے تو نافرمان کہنا چاہیئے تھا۔ باغی کہنا چاہیئے تھا۔ اور اہل بیت کا دشمن کہنا چاہیئے تھا؟

اس گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع نے منصب امامت کے متعلق جو یہ شرط لگا رکھی ہے کہ ہر امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ یہ شرط ایسی ہے۔ جو ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ عقل و نقل اس کی ہرگز ہرگز تائید نہیں کرتے۔

محمد بن حنفیہ نے دعویٰ امامت کیا۔ اور کیسانی فرقہ نے امام تسلیم بھی کیا

حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت زین العابدین کے منہ پر کہا امام تم نہیں میں ہوں

اصول کافی عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْسَلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَخَلَا بِہٖ فَقَالَ لَہٗ یَا ابْنَ اَخِیْ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ دَفَعَ الْوَصِیَّۃَ وَ الْاِمَامَۃَ مِنْ بَعْدِہٖ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثُمَّ اِلَی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثُمَّ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَدْ قُتِلَ اَبُوْکَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَصَلّٰی عَلٰی رُوْحِہٖ وَلَمْ یُوْصِ وَاَنَا عَمُّکَ وَصِنْوُ اَبِیْکَ وَوِلَادَتِیْ مِنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ سِنِّیْ وَقَدِیْمِیْ اَحَقُّ بِہَا مِنْکَ فِیْ

حدا ثتك فلا تنازعني في الوصية و الامامة ولا تحاجني فقال له علي بن الحسين عليه السلام يا عم اتق الله ولا تدع ما ليس لك بحق اني اعظك ان تكون من الجاهلين ان ابي يا عم صلوات الله عليه اوصى الي قبل ان يتوجه الى العراق و عهد الي في ذلك قبل ان يستشهد بساعة و هذا سلاح رسول الله صلى الله عليه و آله عندي فلا تتعرض لهذا فاني اخاف عليك نقص العمر و تشتت المال ان الله عز و جل جعل الوصية و الامامة في عقب الحسين عليه السلام فاذا اردت ان تعلم ذلك فانطلق بنا الى الحجر الاسود حتى نتحاكم اليه و نسأله عن ذلك قال ابو جعفر عليه السلام و كان الكلام بينهما بمكة فانطلقا حتى اتيا الحجر الاسود فقال علي بن الحسين لمحمد بن الحنفية ابدأ انت فابتهل الى الله عز و جل و سله ان ينطق لك الحجر ثم سل فابتهل محمد في الدعاء و سأل الله ثم دعا الحجر فلم يجبه فقال علي بن الحسين عليه السلام يا عم لو كنت وصيا و اماما لاجابك قال له محمد فادع الله انت يا ابن اخي و سله فدعا

اللہ علیّ بن الحسین علیہما السلام لما اراد ثم قال اسئلک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء و میثاق الاوصیاء و میثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی و الامام بعد الحسین بن علی علیہ السلام قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعہ ثم انطقہ اللہ عزوجل بلسان عربی مبین فقال اللّٰھم ان الوصیۃ و الامامۃ بعد الحسین بن علی علیہما السلام الی علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب و ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ قال فانصرف محمد بن علی و ھو یتولی علی بن الحسین علیہ السلام۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۴۸ کتاب الحجۃ باب ما یفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ اصول کافی ص ۲۱۸ مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

(۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم
ص ۱۰۱ فی ذکر فضائل الامام
علی بن الحسین الخ مطبوعہ تبریز
طبع جدید)
(۴۔ منتہی الآمال جلد دوم ص ۲۶
(۵۔ کتاب الخرائج تالیف قطب
راوندی شیعی ص ۲۳۲، الباب
الخامس فی معجزات الامام
علی بن الحسین مطبوعہ قم
طبع جدید)
(۶۔ کتاب چہاردہ معصوم جلد دوم
ص ۷۸، امامت حضرت سجاد
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ تو محمد بن حنفیہ نے کسی کو علی بن حسین (زین العابدین) کے پاس بھیجا (اور انہیں اپنے ہاں بلوایا۔) جب تنہائی میں بیٹھے تو محمد بن حنفیہ نے انہیں کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت اور امامت کا معاملہ اپنے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا اب جبکہ تمہارے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی

روح پر رحمتیں نازل فرمائے۔ لیکن وہ اس معاملہ میں کوئی وصیت چھوڑ کر نہیں گئے۔ دیکھو! میں تمہارا چچا ہوں۔ اور تمہارے لیے تمہارے والد کی مثال ہوں۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں۔ میری عمر تم سے زیادہ ہے۔ اس لیے میں تم سے اس سلسلہ کا زیادہ حق دار ہوں! اور تمہاری عمر بھی ابھی تھوڑی ہے۔ لہٰذا تمہیں وصیت کے معاملہ میں اور امامت کے مسئلہ میں جھگڑنا نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہی کوئی حیل وحجت کرنی چاہیئے۔ یہ سن کر امام زین العابدین نے ان سے کہا۔ چچا جان! خدا سے ڈرو۔ اور اس چیز کا مت دعویٰ کرو۔ جس کے تم حق دار نہیں ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جاہلوں میں شمار ہونے لگیں۔ چچا جان! میرے والد گرامی نے یقیناً مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ وہ عراق جانے کی تیاری میں تھے۔ اور انہوں نے جام شہادت نوش فرمانے سے تھوڑا سا پہلے میرے ساتھ یہ عہد کیا تھا۔ اور یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار مبارک (جو میری باتوں کی تصدیق کرتے ہیں) لہٰذا تمہیں اس بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ بصورت دیگر مجھے آپ کی عمر میں نقصان کا خوف لگ رہا ہے اور آپ کی پریشان حالی کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یقیناً وصیت اور امامت کا معاملہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں مقرر کر چھوڑا ہے سو اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کی حقیقت معلوم ہو۔ تو میرے ساتھ حجر اسود کے پاس چلیئے۔ ہم دونوں اپنا تصفیہ اس کے ہاں فیصلہ کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں اس سے فیصلہ کی درخواست کرتے ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ گفتگو ان دونوں کے درمیان مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔ پھر دونوں چلتے چلتے حجر اسود کے پاس آ گئے۔ یہاں پہنچ جانے کے بعد

امام زین العابدین نے جناب محمد بن حنفیہ سے کہا۔ آپ پہل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہوئے سوال کریں۔ کہ وہ آپ کے لیے حجر اسود کو قوت گویائی عطا فرما دے۔ پھر سوال کیجئے۔ یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ نے گڑگڑا کر دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ پھر حجر اسود کو بلایا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت امام زین العابدین نے کہا۔ چچا جان! اگر آپ واقعی وصیت اور امامت کے حق دار ہوتے۔ تو حجر اسود ضرور بول پڑتا۔

پھر جناب محمد بن حنفیہ امام زین العابدین سے بولے۔ اے میرے بھائی کے بیٹے! اب تم سوال کرو۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کیا۔ پھر کہا۔ اے حجر اسود! میں اس اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر تمہیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ جس نے تیرے اندر میثاق انبیاء کرام میثاق اوصیاء اور تمام لوگوں کا میثاق رکھا ہے۔ بتلاؤ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد وصی اور امام کون ہے؟ یہ سن کر پتھر حرکت میں آیا۔ ایسا کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑتا پھر اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو قوت گویائی عطا کی۔ وہ صاف ستھری عربی زبان میں بولا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بعد وصیت اور امامت کا حق حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کا ہے۔ جو (ایک واسطہ سے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد محمد بن حنفیہ واپس لوٹے۔ اور ان کے دل میں حضرت امام علی بن حسین المعروف زین العابدین رضی اللہ عنہ کی محبت اور دوستی موجزن تھی۔

فرق الشیعہ

وَفِرْقَةٌ قَالَتْ بِاِمَامَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لِاَنَّهُ كَانَ صَاحِبَ رَايَةِ اَبِيْهِ يَوْمَ الْبَصْرَةِ دُوْنَ اَخَوَيْهِ فَسُمُّوا الْكَيْسَانِيَّةَ وَاِنَّمَا سُمُّوْا بِذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُخْتَارَ بْنَ اَبِيْ عُبَيْدِ الثَّقَفِيَّ

كَانَ رَئِيْسَهُمْ وَكَانَ يُلَقَّبُ بِكَيْسَانَ وَهُوَ الَّذِيْ طَلَبَ بِدَمِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا وَثَارَهُ حَتّٰى قَتَلَ مَنْ قَتَلَهُ وَغَيْرَهُمْ مَنْ قَتَلَ وَادَّعٰى اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِيَّةِ اَمَرَهُ بِذٰلِكَ وَاَنَّهُ الْاِمَامُ بَعْدَ اَبِيْهِ۔

(فرق الشیعہ تصنیف حسن بن موسیٰ نوبختی شیعی ص ۲۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

(۲۔ الشیعہ فی التاریخ تصنیف محمد حسین ص ۴۸ مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

اہل تشیع میں سے ایک فرقہ وہ ہے۔ جو جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل و معتقد ہیں۔ کیونکہ محمد بن حنفیہ یوم البصرۃ (جنگ جمل) کے وقت اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کو اٹھانے والے ہیں۔ ان کے دونوں بھائی (علمبرداری اور اس جنگ میں شرکت سے) محروم تھے۔ اس فرقہ کا نام "کیسانیہ" رکھا گیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ مختار بن ابی عبید ثقفی اس فرقے کا رئیس اور بانی تھا۔ اس کا لقب "کیسان" تھا۔ یہ وہی شخص ہے۔ کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کیا۔ اور قصاص مانگا۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والوں کو چن چن کر قتل کیا۔ اور اس کا اعلان تھا۔ کہ مجھے اس کام پر محمد بن حنفیہ نے مقرر کیا ہے

اور اپنے والد بزرگوار کے بعد وہ امام وہی ہیں۔

"فرقہ کیسانیہ" کی بنیاد رکھنے والا جناب محمد بن حنفیہ کے امام ہونے کا معتقد تھا۔ اور جن لوگوں نے اس کے اعتقاد کو اپنایا۔ وہی اس کے پیروکار بنے۔ اور یوں ایک "فرقہ" معرض وجود میں آیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے بمقابلہ امام حسن و حسین کے بھی کچھ لوگ معتقد تھے۔ دوسرے الفاظ میں اس فرقے نے امام حسن و حسین کی امامت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے محمد بن حنفیہ کو امام مان لیا تھا۔ لہذا امام زین العابدین کے دور میں یہ لوگ (کہ جنہوں نے حسنین کریمین کی امامت کو تسلیم نہ کیا) محمد بن حنفیہ کی امامت سے کیسے دستبردار ہو سکتے تھے۔ اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ اس فرقہ نے تین ائمہ اہل بیت کی امامت کا انکار کیا۔ امامت حسن، امامت حسین، امامت زین العابدین رضی اللہ عنہم اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس فرقہ کا بانی مبانی مختار بن ابی عبید الثقفی تھا۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اسے برا بھلا مت کہو۔ یہ ہمارے اسلاف کا بدلہ لینے والا ہے۔ اور ہمیں مال و دولت دینے والا ہے۔

رجال کشی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ (ع) قَالَ لَا تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَاِنَّهٗ قَتَلَ قَتَلَتَنَا وَ طَلَبَ بِثَارِنَا وَزَوَّجَ اَرَامِلَنَا وَ قَسَمَ فِیْنَا الْمَالَ عَلَی الْعُسْرَةِ۔

(رجال کشی ص ۱۱۵ تذکرہ مختار بن ابی عبید الثقفی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے۔ خبردار! مختار بن ابی عبید الثقفی کو

گالی مت دو۔ اُس نے ہمارے (آباؤ اجداد کے) قاتلین کو تہ تیغ کیا۔ اور اُن سے خون کا بدلہ لیا۔ اور ہمارے غیر شادی شدہ افراد کو بیاہ دیا۔ اور تنگدستی کے وقت ہمیں مال و دولت عطا کیا۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ فرقہ کیسانیہ (بروایت فرق الشیعہ) حضرات حسنین کریمین کی امامت کا بھی قائل نہ تھا۔ اس کی ایک شیعہ محقق شیخ محمد حسین تاویل بیان کرتا ہے اور اس بارے میں راجح قول نقل کرتا ہے۔

الشیعہ فی التاریخ

فَقَدْ ظَهَرَ مَذْهَبُ الْكَيْسَانِيَّةِ عَلَى الْاَرْجَحِ بَعْدَ شَهَادَةِ الْحُسَيْنِ السِّبْطِ بِسِتِّ سِنِيْنَ وَقَوْلُهُمْ بِاِمَامَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ كَانَ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ اَيْضًا لَا بَعْدَ وَفَاةِ عَلِيٍّ (ع) بِلَا فَصْلٍ كَمَا يَظْهَرُ مِنْ قَوْلِ الشَّهْرَسْتَانِيِّ مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِمَامَةَ تَثْبُتُ بِالنَّصِّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّمَا نَصَّ عَلَى ابْنِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَهٰؤُلَاءِ هُمُ الْكَيْسَانِيَّةُ۔

(الشیعہ فی التاریخ تصنیف شیخ محمد حسین شیعی ص ۴۸ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

مذہب کیسانیہ کے ظہور کے متعلق راجح ترین قول یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد اس کا ظہور ہوا۔ اور ان کیسانیوں کا یہ عقیدہ کہ محمد بن الحنفیہ امام تھے۔ اس کا بھی چرچا اسی دور میں ہوا۔ ایسا نہیں کہ اس عقیدہ کی ترویج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی، شہادت کے فوراً بعد ہو گئی۔ جیسا کہ شہرستانی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے (قول یہ ہے) جو یہ کہتا ہے۔ کہ امامت کا ثبوت نص کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس قول کے قائلین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امامت کے بارے میں اختلاف کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت محمد بن الحنفیہ کے بارے میں امامت کی نص ان کی طرف سے تھی۔ یہ کہنے والے "کیسانیہ" ہیں۔

"الشیعہ فی التاریخ" کے اس حوالہ سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ مذہب کیسانیہ کا وجود اور امامت محمد بن حنفیہ کا مسئلہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد ہونا راجح قول ہے۔ دوسرا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ کیسانیہ فرقہ انہی شیعوں میں سے ایک ہے۔ جو خلافت و امامت کو "منصوص من اللہ" سمجھتے ہیں۔

گزشتہ حوالہ جات کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ جناب محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی امامت کا دعوےٰ کیا۔ اور پھر امامت کے منصب پر فائز ہو کر مختار ثقفی کو قاتلانِ حسین سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اور مختار ثقفی نے ان کی امامت کی تشہیر میں مرکزی کردار ادا کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی امامت کے معتقدین کو اسی مختار کے لقب "کیسان" کی نسبت سے کیسانیہ کہا گیا۔ اور یہ فرقہ ایک حقیقت تھا۔ صرف ہوا میں اس کا فرضی وجود نہ تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا دور کب تھا۔ یا

آپ نے اپنی امامت کا اعلان کب کیا؟ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ یہ اعلان اور دعوے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ہو یا امام زین العابدین کے دورِ امامت میں ہو۔ بہر حال اتنا ضرور ثابت ہے۔ کہ انہوں نے امامت کا بالمقابل دعوے کیا۔ اور اس کے ماننے والے بھی کیسانیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

الحاصل:

امامت کا منصوص من اللہ ہونا ایک شرط ہے کہ جس کی وجہ سے جناب محمد بن حنفیہ ایسے عالم یکتا، مجتہدِ بے مثال اور بہادر آدمی کو دائرہ اسلام سے اہل تشیع نے خارج کر دیا۔

حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ جنگ جمل اور صفین میں جھنڈا ان کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے عظیم منصب و مقام کے مالک ہیں۔ حسنین کریمین کو آنکھیں اور خود کو ان کی حفاظت کرنے والا ہاتھ فرما رہے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے ہوتے ہوئے اللہ کی نافرمانی سے بقول امام رضا بچ رہے ہیں لیکن امامت کی مذکورہ شرط نے اتنے بڑے جید عالم، مجتہد، عابد، متقی اور بہادر آدمی کو روز قیامت رو سیاہ ثابت کر دیا۔

اے کاش! اس من گھڑت شرط کو اگر ماننا ہی تھا۔ تو اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تو معاف کر دیا جاتا۔

لیکن کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے اور کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دینے والے اگر اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک اور کو تحریری طور

جہنمی اور کافر و روسیاہ بنادیں تو یہ ان کی عادت ہے۔

مذکورہ حوالہ جات سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ شیعوں کا اہل بیت میں سے مشہور افراد کو منصوص من اللہ امام قرار دینا قطعی بے دلیل ہے۔ ورنہ چاہیئے تھا کہ سب سے پہلے اس بات کا علم حضرت علی کے فرزند محمد بن حنفیہ کو ہوتا جن کا علم و عمل مشہور زمانہ تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی کے فرزند کو اس قدر اہم مسئلے کی خبر نہ ہو اور آج کے شیعوں کو اس کی خبر ہو۔

۲۔ اہل بیت میں سے یہ مشہور بارہ امام دیگر اولیاء کاملین اور فقہاء و محدثین کی طرح مسلمانوں کے مذہبی امام ہیں لیکن نہ ہی ظاہری خلافت و حکومت کو ان کے لیے مخصوص ماننا صحیح ہے۔ اور نہ ہی ان کی امامت کا منکر کافر ہے۔ ورنہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ان گنت متعدد شخصیات کافر قرار پائیں گی یہی اس لمبی چوڑی بحث امامت کا خلاصہ ہے۔

مقتدائے ثانی

حضرت زید بن امام زین العابدین کا مقام اور امام باقر کے مقابلہ میں ان کا دعویٰ امامت

حضرت زید بن علی رضی کا مقام:

تفسیر فرات کوفی فرات قَالَ حَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ عُبَیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بن وشك عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ کَیْفَ زَیْدُ بْنُ عَلِیٍّ فِیْ قُلُوْبِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَقَالَ لَا اُحَدِّثُكَ عَنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَلٰکِنْ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَجُلٍ یُقَالُ لَهُ النَّازِلِیُّ بِالْمَدِیْنَةِ قَالَ صَحِبْتُ زَیْدًا مَا بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ وَکَانَ یُصَلِّی الْفَرِیْضَةَ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا بَیْنَ الصَّلٰوَاتِ وَیُصَلِّی اللَّیْلَ

كُلَّهُ وَيُكْثِرُ التَّسْبِيحَ وَيُرَدِّدُ (وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ) فَصَلّٰى بِنَا لَيْلَةً مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرَدِّدُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ لَئِنْ قُلْتُ لَكَ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ فَانْتَبَهْتُ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَقُولُ اِلٰهِي عَذَابُ الدُّنْيَا اَيْسَرُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ ثُمَّ انْتَهَبَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ وَقُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ لَقَدْ جَزِعْتَ فِي لَيْلَتِكَ هٰذِهِ جَزَعًا مَا كُنْتُ اَعْرِفُهُ قَالَ وَيْحَكَ يَا نَازِلِيُّ اِنِّي رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ وَاَنَا فِي سُجُودِي وَاللّٰهِ مَا اَنَا بِالْمُسْتَقْبِلِ يَوْمًا اِذْ دُفِعَ لِي زُمْرَةٌ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ تَلْمَعُ مِنْهَا الْاَبْصَارُ حَتّٰى اَحَاطُوا بِي وَاَنَا سَاجِدٌ فَقَالَ كَبِيرُهُمُ الَّذِي يَسْمَعُونَ مِنْهُ اَهُوَ ذٰلِكَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اَبْشِرْ يَا زَيْدُ فَاِنَّكَ مَقْتُولٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَصْلُوبٌ وَمَحْرُوقٌ بِالنَّارِ وَلَا يَمَسُّكَ النَّارُ بَعْدَهَا اَبَدًا فَانْتَبَهْتُ وَاَنَا فَزِعٌ وَاللّٰهِ يَا نَازِلِيُّ لَوَدِدْتُ اَنِّي اُحْرِقْتُ بِالنَّارِ ثُمَّ اُحْرِقْتُ بِالنَّارِ وَاَنَّ اللّٰهَ اَصْلَحَ بِهٰذِهِ الْاُمَّةِ اَمْرَهَا۔

(۱۔ تفسیر فرات کوفی ص ۱۴۲ تا ۱۴۶
مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف)
(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۲۰۸
تاریخ علی بن حسین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن خالد سے پوچھا۔ کہ جناب زید بن علی کے بارے میں اہل عراق کے کیا خیالات وجذبات ہیں۔ کہنے لگے۔ میں تمہیں عراقیوں کی بات نہیں بتا رہا۔ بلکہ مدینہ میں رہنے والے ایک نازلی نامی شخص کی زبانی یہ بات بتا رہا ہوں۔ وہ فرماتے تھے کہ میں مدینہ اور مکہ کے درمیان سفر کے دوران زید بن علی کے ساتھ شریک سفر تھا۔ وہ فرضی نماز ادا فرماتے۔ پھر ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک درمیانے وقت میں نوافل کے اندر مشغول رہتے۔ اور رات بھر اسی طرح نماز پڑھتے گزار دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بکثرت کرتے۔ اور یہ آیت بار بار پڑھتے "اور آئی سکرات موت حق کے ساتھ اور یہ وہی ہے جس سے تو کتراتا تھا"، انہوں نے ایک رات ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر یہی آیت لوٹاتے رہے۔ اور اس وقت آدھی رات ہو چکی تھی۔ میں جب جاگا۔ تو دیکھا۔ انہوں نے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور یوں کہہ رہے ہیں۔ اے میرے اللہ! دنیا کا عذاب قیامت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت آسان اور نرم ہے۔ پھر میں اٹھا اور ان کے قریب جا کر عرض کیا۔ اے رسول خدا کے بیٹے!

آپ نے آج کی رات اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی عاجزی اور انکساری کی کہ میں نے ایسی عاجزی کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ کہنے لگے۔ اے نازلی! تجھ پر افسوس! میں نے آج رات بحالت سجدہ دیکھا۔ خدا کی قسم! میں کل تک زندہ نہ رہوں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ لوگوں کی ایک جماعت میرے سامنے پیش کی گئی۔ ان کے کپڑے ایسے تھے۔ کہ جنہیں دیکھ کر آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس جماعت نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور میں سجدہ میں ہوں۔ تو ان میں سے ایک بڑے نے کہا۔ کہ جس کی باتوں پر وہ سبھی عمل کرتے اور کان لگا کر اس کی باتوں کو سنتے ہیں۔ کیا یہ وہی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔ اس سردار نے کہا۔ اے زید! تجھے خوشخبری ہو۔ تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے گا۔ سولی چڑھایا جائے گا۔ اور آگ میں جلایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد تجھے کبھی بھی آگ نہ چھوئے گی۔ میں اٹھا۔ اور میں ڈرا ہوا تھا۔ خدا کی قسم اے نازلی! میں چاہتا ہوں۔ کہ مجھے آگ میں جلایا جائے۔ پھر دوبارہ (جسم کو تندرست کرکے) آگ میں جلایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس امتِ محمدیہ کا حال بہتر فرما دے۔

حضرت زید بن علی کی شہادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کیا اور ان سے مذاق کرنے والے کے لیے امام جعفر نے بدعا کی۔

تاریخ ائمہ

جب زید شہید کرکے سولی پر چڑھائے گئے۔ تو ایک شخص نے رات کو خواب

میں دیکھا۔ کہ حضرت رسول خدا اس درخت سے (جس پر جناب زید کو سُولی دی گئی تھی) ٹیک لگائے فرماتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ افسوس یہ لوگ میرے بیٹے کے ساتھ یہ ظلم کر رہے ہیں۔

(عمدۃ المطالب ص ۲۴۸)

اس وقت آپ کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۸۰ھ میں معلوم ہوتی ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جب جناب زید کا بدن دار پر چڑھایا گیا، تو مکڑی نے جالا لگا کر ان کی شرمگاہ کو چھپا دیا۔ آپ کی شہادت پر مضحکہ کرتے ہوئے ایک شخص نے دو شعر کہے۔ جس سے آپ کی مذمت مقصود تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان شعروں کو سُنا۔ تو دعا فرمائی۔ کہ اے خدا! اگر شعر کہنے والا جھوٹا ہے۔ تو اس پر تو اپنے درندے کو مسلط فرما۔ اس کے کچھ دنوں بعد وہ شخص کوفہ کی طرف جانے لگا۔ تو راستہ میں ایک شیر آیا۔ اور اُس کو پھاڑ ڈالا۔ حضرت امام جعفر صادق نے سنا تو فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْجَزَلَنَا مَا وَعَدَنَا۔

ترجمہ:۔

اس خدا کا شکر جس نے وہ بات پوری کر دی جس کا مجھ سے وعدہ کیا تھا۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۰۱، ۲۰۲ چوتھا باب مطبوعہ لاہور)

قول امام جعفرؑ

میرے چچا زیدؓ ان شہداء کی مانند ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین کریمین کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا

بحارالانوار:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِيَابَةَ قَالَ خَرَجْنَا وَ نَحْنُ سَبْعَةُ نَفَرٍ فَاَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْنَا عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَعِنْدَكُمْ خَبَرُ عَمِّيْ زَيْدٍ؟ فَقُلْنَا قَدْ خَرَجَ اَوْ هُوَ خَارِجٌ قَالَ فَاِنْ اَتَاكُمْ خَبَرٌ فَاَخْبِرُوْنِيْ فَمَكَثْنَا اَيَّامًا فَاَتٰى رَسُوْلُ بَسَّامِ الصَّيْرَفِيْ بِكِتَابٍ فِيْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ زَيْدًا خَرَجَ يَوْمَ الْاَرْبِعَا غُرَّةَ صَفَرٍ فَمَكَثَ الْاَرْبِعَا وَالْخَمِيْسَ وَقُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقُتِلَ مَعَهٗ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَدَخَلْنَا عَلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَرَفَعْنَا اِلَيْهِ الْكِتَابَ فَقَرَأَ وَبَكٰى ثُمَّ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اَحْتَسِبُ عَمِّيْ اِنَّهٗ كَانَ نِعْمَ الْعَمُّ اِنَّ عَمِّيْ كَانَ رَجُلًا لِدُنْيَانَا وَاٰخِرَتِنَا مَضٰى وَاللّٰهِ عَمِّيْ شَهِيْدًا كَشُهَدَآءَ اسْتُشْهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۷۵ آملہ سخ علی بن الحسین السجاد الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ عیون الاخبار الرضا جلد اول ص ۱۹۷ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف طبع جدید۔

ترجمہ:

عبداللہ بن سیابہ سے روایت ہے۔ ہم سات آدمیوں کی ایک جماعت مدینہ کی طرف روانہ ہوئی ۔ مدینہ پہنچ کر ہم امام جعفر صادق رضی کی ملاقات کو حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات آپ نے ہم سے پوچھا کیا تمہیں جناب زید کے بارے میں کوئی علم ہے؟ ہم نے عرض کیا انہوں نے یا تو خروج کر لیا ہے۔ یا کرنے والے ہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اچھا۔ جب تمہیں ان کے متعلق کسی بات کا علم ہو۔ تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ ہم وہاں کچھ دن ٹھہرے۔ ایک دن بسام صرفی کا ایلچی آیا۔ اور اس کے پاس ایک

رقعہ اس مضمون کا تھا۔ امابعد! زید نے بروز بدھ خروج کیا۔ اور صفر کے مہینہ کی ابتدائی تاریخ تھی۔ بدھ اور جمعرات دو دن اسی طرح گزر گئے۔ اور جمعہ کے دن ان کو بمعہ ان کے دیگر ساتھیوں کے شہید کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ رقعہ لے کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ کو مذکورہ رقعہ دیا۔ پڑھ کر آپ رو دیئے پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ اور فرمایا۔ میں اللہ کے حضور اپنے چچا کا حساب لوں گا۔ وہ بہترین چچا تھے۔ میرے چچا ہماری دنیا اور آخرت کے لیے ایک مرد کامل تھے۔ شہید ہو گئے۔ خدا کی قسم! میرے چچا اُن شہدا جیسے ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضٰے اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت زید بن علی نے اپنے رفقاء کے لیے جنتی ہونے کی ضمانت اٹھائی۔ اور امام جعفر صادق رض نے ان کی شہادت کی خبر سُن کر آنسوؤں سے اپنی داڑھی تر کر لی تھی۔

عیون اخبار الرضاء عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى زَيْدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (ع) صَبِيْحَةَ يَوْمٍ

خَرَجَ بِالْكُوفَةِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ يُعِينُنِي مِنْكُمْ عَلَى قِتَالِ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا لَا يُعِينُنِي مِنْكُمْ عَلَى قِتَالِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا أَخَذْتُ بِيَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ بِإِذْنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمَّا قُتِلَ اكْتَرَيْتُ رَاحِلَةً وَ تَوَجَّهْتُ نَحْوَ الْمَدِينَةِ فَدَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) فَقُلْتُ فِي نَفْسِي وَاللهِ لَأُخْبِرَنَّهُ بِقَتْلِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ فَيَجْزَعُ عَلَيْهِ فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ۔ فَقَالَ لِي مَا فَعَلَ عَمِّي زَيْدٌ فَخَنَقَتْنِي الْعَبْرَةُ فَقَالَ قَتَلُوهُ قُلْتُ أَيْ وَاللهِ قَتَلُوهُ قَالَ فَصَلَبُوهُ قُلْتُ إِي وَاللهِ فَصَلَبُوهُ قَالَ فَأَقْبَلَ يَبْكِي دُمُوعُهُ تَنْحَدِرُ عَنْ جَانِبَيْ خَدِّهِ كَأَنَّهُمَا الْجُمَانُ ثُمَّ قَالَ يَا فُضَيْلُ شَهِدْتَ مَعَ عَمِّي زَيْدٍ قِتَالَ أَهْلِ الشَّامِ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَكَمْ قَتَلْتَ مِنْهُمْ قُلْتُ سِتَّةً قَالَ فَلَعَلَّكَ شَاكٌّ فِي دِمَائِهِمْ قُلْتُ لَوْ كُنْتُ شَاكًّا فِي دِمَائِهِمْ مَا قَتَلْتُهُمْ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ أَشْرَكَنِيَ اللهُ فِي تِلْكَ الدِّمَاءِ مَضَى وَاللهِ زَيْدٌ عَمِّي وَأَصْحَابُهُ الشُّهَدَاءُ

مِثْلَ مَا مَضٰی عَلَیْہِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (ع) وَاَصْحَابُہٗ۔

(عیون اخبار الرضا تصنیف شیخ

صدوق جلد اول ص ۱۹۸ باب ۲۵

ما جاء عن الرضا الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار کہتے ہیں۔ کہ میں اس صبح کہ جب زید بن علی نے کوفہ میں خروج کیا۔ ان کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا۔ ان شامیوں کے خلاف تم میں سے کون میری مدد کرے گا۔ اس خدا کی قسم! جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ تم میں سے جو بھی آج میری مدد کرے گا۔ میں کل قیامت کو اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے حکم سے جنت میں لے جاؤں گا۔ پھر جب انہیں شہید کر دیا گیا۔ میں نے ایک سواری کرائے پر لی۔ اور مدینہ کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں پہنچنے پر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ قسم بخدا! میں انہیں جناب زید کی شہادت کی خبر سناؤں گا۔ جب میں ان کے ہاں آگیا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میرے چچا کا کیا حال ہے؟ صدمہ کی وجہ سے میرا گلا بولنے سے رک گیا۔ پھر سنبھل کر میں نے عرض کیا۔ انہیں خدا کی قسم قتل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ رو دیئے۔ آپ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو آپ کے رخسار کی دونوں جانب موتیوں کی طرح گر رہے تھے۔ پھر پوچھا

اے فضیل! کیا تم بھی شامیوں کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ عرض کیا۔ ہاں
میں موجود تھا۔ پوچھا۔ تم نے کتنے شامی مارے۔ عرض کیا۔ چھ۔ پھر پوچھا۔
شائد تم ان کے خون گرانے میں کچھ شک اور تردد رکھتے ہو گے۔ عرض کی۔
اگر مجھے شک گزرتا تو میں ان کو ہرگز قتل نہ کرتا۔ اس کے بعد میں نے امام
موصوف کو یہ فرماتے سُنا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان شامیوں کے قاتلین
جیسا اجر عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! میرے چچا اور ان کے ساتھ جام شہادت
نوش فرمانے والے حضرات ان حضرات کی مانند ہیں۔ جنھوں نے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معیت میں شہادت پائی۔

حضور کے ارشاد کے مطابق جناب زید اور ان کے ساتھی

بغیر حساب جنت میں جائیں گے

بحار الانوار

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ الْبَاقِرِ
عَنْ اٰبَائِہٖ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ لِلْحُسَیْنِ
یَا حُسَیْنُ یَخْرُجُ مِنْ صُلْبِکَ رَجُلٌ
یُقَالُ لَہٗ زَیْدٌ یَتَخَطّٰی ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رِقَابَ النَّاسِ
غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ

بِلا حِسَاب۔

(بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۷۰-۱۷۱
تاریخ علی بن الحسین الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے آباؤ اجداد کرام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے حسین! تیری پشت سے ایک مرد زید نامی آئے گا۔ وہ اور اس کے ساتھی قیامت کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آئیں گے۔ اُن کے چہرے روشن اور تابناک ہوں گے۔ اور بلا حساب جنت میں داخل ہوں۔

الحاصل:

مذکورہ روایات جو کہ مسند اور مرفوع ہیں۔ ہم نے کتب شیعہ میں سے معتبر کتب سے نقل کیں۔ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں۔

۱۔ جن کی رفعتِ شان خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات ائمہ اہل بیت نے ذکر فرمائی۔

۲۔ جو دن بھر فرضی نمازوں کے بعد نوافل پڑھتے اور رات بھر یادِ خدا میں مصروف رہتے۔

۳۔ جنھوں نے صرف امت کی بہتری کی خاطر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۔ جو اُن شہداء کی مانند ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی معیت میں شہادت نصیب ہوئی۔

۵۔ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاحساب جنتی ہونے کی بشارت دی۔

۶۔ جن کی محبت اور الفت کی وجہ سے خبر شہادت سن کر امام جعفر صادق اتنے روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی۔

۷۔ بروایت بحارالانوار اگر کوئی شخص ان کی شرمگاہ کی طرف (سولی پر لٹکنے کے دوران) دیکھے گا۔ وہ دوزخی ہو گا۔

۸۔ حضور ختمی مرتبت نے ان کی شہادت گاہ پر جا کر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔

۹۔ جن کی شان میں گستاخانہ شعر کہنے والے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بددعا کی۔ جو پوری ہوئی۔

ان خوبیوں اور اوصاف کے مالک کے بارے میں اپنی طرف سے گھڑی گئی ایک شرط "امام کا منصوص من اللہ ہونا" کی وجہ سے کفر اور زندیق ہونے کا فتوای دینا اور کل قیامت میں ان کے رُوسیاہ ہونے کا اعلان کرنا کونسی عقیدت ہے۔ اور کیسی محبت اہل بیت ہے۔؟ درحقیقت یہ تو حضرات اہل بیت کے ساتھ انتہائی بغض و عداوت اور توہین آمیز سلوک کیا جا رہا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو ان کے حق میں گستاخانہ شعر کہنے والے کے لیے بددعا کریں۔ اور "منادئی محبانِ اہل بیت" ان کو سرے سے اسلام سے ہی نکال باہر پھینکیں۔ تو کیا ایسے فتوای بازوں کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بددعا نہ کریں گے۔؟

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ ہم حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے جس قاعدے کی مخالفت کا دعوای کیا جا رہا ہے۔ یعنی یہ کہ انہوں نے امام وقت کے مقابلہ میں دعویٔ امامت کیا۔ اس کا کوئی ٹھوس ثبوت درج کرنا چاہیئے تو لیجئے۔ ہم اہل تشیع کی ہی معتبر کتب سے اس کا ثبوت نقل کر رہے ہیں:

حضرت زید بن علی کا دعویٰ امامت اور اس کے لیے دلائل

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امام باقر کے منہ پر فرمایا امام تم نہیں میں ہوں

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّ زَیْدَ بْنَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَمَعَهٗ كُتُبٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ یَدْعُوْنَهٗ فِیْهَا اِلٰی اَنْفُسِهِمْ وَیُخْبِرُوْنَهٗ بِاجْتِمَاعِهِمْ وَیَاْمُرُوْنَهٗ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ هٰذِهِ الْكُتُبُ اِبْتِدَاءٌ مِنْهُمْ اَوْ جَوَابُ مَا كَتَبْتَ بِهٖ اِلَیْهِمْ وَدَعَوْتَهُمْ اِلَیْهِ؟ فَقَالَ بَلْ اِبْتِدَاءٌ مِنَ الْقَوْمِ لِمَعْرِفَتِهِمْ بِحَقِّنَا وَبِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَلِمَا یَجِدُوْنَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ وُجُوْبِ مَوَدَّتِنَا وَفَرْضِ طَاعَتِنَا وَلِمَا نَحْنُ فِیْهِ مِنَ الضِّیْقِ وَالضَّنْكِ وَالْبَلَاءِ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ

إِنَّ الطَّاعَةَ مَفْرُوضَةٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ سُنَّةٌ أَمْضَاهَا فِي الأَوَّلِينَ وَكَذٰلِكَ يُجْرِيهَا فِي الآخِرِينَ وَالطَّاعَةُ لِوَاحِدٍ مِنَّا وَالْمَوَدَّةُ لِلْجَمِيعِ وَأَمْرُ اللهِ يَجْرِي لِأَوْلِيَائِهِ بِحُكْمٍ مَوْصُولٍ وَقَضَاءٍ مَفْصُولٍ وَحَتْمٍ مَقْضِيٍّ وَقَدَرٍ مَقْدُورٍ وَ أَجَلٍ مُسَمًّى لِوَقْتٍ مَعْلُومٍ فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ أَنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا فَلَا تَعْجَلْ فَإِنَّ اللهَ لَا يَعْجَلُ لِعَجَلَةِ الْعِبَادِ وَلَا تَسْتَبِقَنَّ فَتُعْجِزَكَ الْبَلِيَّةُ فَتَصْرَعَكَ قَالَ فَغَضِبَ زَيْدٌ عِنْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ الْإِمَامُ مِنَّا مَنْ جَلَسَ فِي بَيْتِهٖ وَ أَرْخٰى سِتْرَهٗ وَ ثَبَطَ عَنِ الْجِهَادِ وَلٰكِنَّ الْإِمَامَ مِنَّا مَنْ مَنَعَ حَوْزَتَهٗ وَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَ دَفَعَ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَذَبَّ عَنْ حَرِيمِهٖ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۵۶، ۳۵۷
كتاب الحجة باب
ما يفصل به بين
المحق الخ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے لوگوں کے کچھ خطوط لیے امام ابو جعفر کے پاس آئے۔ ان خطوط میں انہوں نے جناب زید کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ اور اپنے جمع ہونے کی اطلاع کی تھی اور خروج کا حکم دیا تھا۔ یہ دیکھ کر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا یہ خطوط ابتداءً ان کی طرف سے ہیں۔ یا تمہارے کسی خط کے جواب میں لکھے گئے۔ یا تم نے اس امر کی انہیں دعوت دی؟ اس کے جواب میں جناب زید نے کہا۔ ہاں ان کی ابتداء ان کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ لوگ ہمارے حقوق سے بخوبی واقف ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری قرابت کا انہیں بخوبی علم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمارے ساتھ دوستی کے وجوب کو اور طاعت کے فرض کو وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور اس لیے کہ انہوں نے ہماری تنگدستی، پریشان حالی اور مصائب کو بخوبی جانا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک اللہ کی طرف سے طاعت فرض کی گئی ہے۔ اور یہ ایسا طریقہ ہے۔ جو پہلے گزرے لوگوں میں چلا آرہا ہے۔ اور اسی طرح بعد میں آنے والوں میں بھی جاری رہے گا۔ اور ہم میں سے کسی ایک کی طاعت ہے۔ اور ہم تمام سے محبت و مودت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے اولیاء میں جاری ہوتا ہے یہ حکم متصل جاری ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امام مہدی تک) یہ رجوع ان کی طرف فیصل شدہ ہے۔ اور یقینی امر ہے۔ اور ایک وقت مقررہ تک اس کی مدت معین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ پر یقین نہ رکھنے والے کہیں تمہیں، دھوکہ میں نہ ڈال دیں۔ (چونکہ تم امام منصوص من اللہ ہونے کا

ارادہ رکھتے ہو لہذا) یہ لوگ تمہیں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتے۔ لہذا تم جلد بازی سے کام نہ لو۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کی جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ مصیبت تمہیں عاجز کر دے گی۔ اور نیچے گرا دے گی۔ یہ سن کر جناب زید بن علی کو غصہ آ گیا۔ اور کہا۔ ہم میں سے امام ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ اور مکان کے سامنے پردے ڈالے رکھے۔ اور جہاد سے روگردانی کر کے بیٹھ جائے۔ بلکہ ہمارا امام ایسا ہوتا ہے۔ جو اسلامی حدود سے لوگوں کو روکے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرے جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور رعایا سے ظالموں کے ظلم کو دور کرے۔ اور اپنے حرم (مستورات) کی حفاظت کرے۔

اس روایت کی تشریح و تفصیل کرتے ہوئے ملا قزوینی نے وضاحت و صراحت سے لکھا۔ کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر کے مقابلہ میں اپنی امامت کا اعلان کیا اور اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ ملاحظہ ہو۔

الصافی شرح اصول کافی

پس غضب ناک شد زید نزد آں ایماء بانیکہ تو امام نیستی و من امام بعد از آں برائے ایں کہ خروج بسیف یکے از شروط امامت است۔ آں در من است نہ در تو۔ گفت نیست امام از جملہ اہل بیت رسول کسے کہ نشست در خانہ خود و آویخت پردہ خود را و کاسد از جہاد و امر بترک جہاد کرد و لیکن امام زمان کسے است کہ نگہداری کرد از ضرر مملکت خود را و جہاد کرد در راہ اللہ تعالیٰ بکار آمدنی جہاد اللہ تعالیٰ و دفع کرد ضرر را از رعیت خود و اندر ضرر را از نگہداشتن خود۔

(الصافی شرح اصول الکافی
جلد دوم جزء سوم حصہ اول ص
کتاب الحجۃ باب ہفتاد و نہم مطبوعہ
لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

پس جناب زید بن علی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر غصہ میں آ گئے۔ اور کہا۔ امام تم نہیں بلکہ میں ہوں۔ اس لیے کہ تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کرنا امامت کی شرائط میں سے ایک شرط تم میں نہیں بلکہ مجھ میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت زید نے مزید فرمایا۔ کہ ہم اہل بیت رسول میں سے وہ شخص امام نہیں ہو سکتا۔ جو گھر میں بیٹھ رہے۔ اور پردہ ڈال کر خود جہاد سے روگردانی کرے۔ اور دوسروں کو بھی اس سے روگردانی کی ترغیب دے۔ البتہ ہم میں سے امام وہ ہے۔ جو اپنے ملک کو دشمن کے نقصان سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس سے اس کی دلچسپی ہو۔ اپنی رعیت سے نقصان کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنی حفاظت سے نقصان کو ختم کر دے۔

حضرت زید نے امام باقر کی امامت کو دلائل قاہرہ سے رد کر دیا۔

اصول کافی: عَنْ اَبَانَ قَالَ اَخْبَرَنِی الْاَحْوَلُ اَنَّ زَیْدَ ابْنَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعَثَ اِلَیْهِ

فهو مستخف قال فأتيته فقال لي يا أبا جعفر ما تقول إن طرقك طارق منا أتخرج معه قال فقلت له إن كان أباك أو أخاك خرجت معه قال فقال لي فأنا أريد أن أخرج أجاهد هؤلاء القوم فاخرج معي قال قلت لا ما أفعل جعلت فداك قال فقال لي أترغب بنفسك عني قال قلت إنما هي نفس واحدة فإن كان لله في الأرض حجة فالمتخلف عنك ناج والخارج معك هالك وإن لا تكن لله حجة في الأرض فالمتخلف عنك والخارج معك سواء قال فقال لي يا أبا جعفر كنت أجلس مع أبي على الخوان فيلقمني البضعة السمينة ويبرد لي اللقمة الحارة حتى تبرد شفقة علي ولم يشفق علي من حر النار إذا أخبرك بالدين ولم يخبرني به؟

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۱۷۴ کتاب الحجہ باب الاضطرار الی الحجہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۸۰ تاریخ علی بن الحسین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابان سے مروی ہے کہ خبر دی مجھے احول نے کہ زید بن علی بن حسین نے کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا۔ اس زمانہ میں زید چھپا ہوا تھا۔ پس میں ان کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے ابو جعفر! اگر ہم میں سے کوئی آنے والا تمہارے پاس آئے۔ تو کیا تم اس کے ساتھ خروج کروگے۔ میں نے کہا اگر آپ کے باپ یا بھائی ہوں گے۔ تو میں ان کے ساتھ خروج کروں گا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میرا ارادہ ہے کہ اس قوم سے جہاد کرنے کو نکلوں۔ لہذا تم میرے ساتھ ہو۔ میں نے کہا ایسا نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا کیا تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ میں نے کہا میری ایک اکیلی جان ہے۔ آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر روئے زمین پر خدا کی کوئی حجت (منصوص من اللہ امام) ہے۔ تو آپ سے روگردانی کرنے والا ناجی ہے۔ اور آپ کے ساتھ نکلنے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ اور اگر روئے زمین پر کوئی حجت خدا نہ ہو تو آپ سے روگردانی کرنے والا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا دونوں برابر ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابو جعفر! تم کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب میں دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا۔ تو میرے پدر بزرگوار میرے منہ میں لقمہ دیتے تھے۔ اور عمدہ گوشت کی بوٹیاں مجھے کھلاتے تھے۔ اور گرم لقموں کو پھونک کر ٹھنڈا کرتے تھے۔ تاکہ گرم نہ کھاؤں۔ یہ شفقت تھی میرے حال پر تو جب کھانے کی گرمی میرے لیے برداشت نہ کرتے تھے۔ تو کیا دوزخ میں میرا جانا برداشت کرلیتے با ایں طور کہ جس امر سے تم کو آگاہ کیا مجھے اس کی خبر نہ دی۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول مترجم ظفر حسن نقوی شیعی ص ۲۰۰-۲۰۱ مطبوعہ کراچی)

ذکر شدہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا قزوینی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وضاحت کی۔ قول یہ ہے۔ "وہ اگر امامت برحق میرے لیے نہ ہوتی تو میرے باپ زین العابدین مجھے اس کی خبر دیتے" ملاحظہ ہو۔

صافی:

احول گفت پس زید گفت مرا اے ابو جعفر می نشستم با پدرم بر سر سفرہ پس بدہن می گذاشت پارچہ گوشت فربہ را و خنک میکرد برائے من لقمہ گرم را تا خنک شود تا بخورم۔ برائے ترس آزار بر من آیا نہ ترسید بر من از گرمی آتش دوزخ وقتیکہ خبر داد ترا بانچہ رستگاری آخرت در آنست و خبر نداد بآں مرادش اینست کہ اگر آنچہ گفتی حق می بود من گفت۔

(الصافی شرح اصول الکافی جلد اول جزو سوم حصہ اول ص ۲۳ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

احول نے کہا۔ پس زید نے مجھے کہا۔ اے ابو جعفر! میں اپنے والد گرامی کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتا تھا۔ وہ موٹے گوشت میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر مجھے کھلاتے تھے۔ اور میرے لیے گرم لقمہ کو ٹھنڈا کرتے۔ تاکہ میں اس کو بغیر تکلیف کے کھا لوں۔ تو جو میری خاطر اتنا غم کیا کرتے تھے۔ وہ دوزخ کی آگ کی گرمی کا میرے لیے غم نہ کھائیں گے۔ پس جب انہوں نے تجھے اس بات کی خبر دی۔ جس میں آخرت کی نجات ہے۔ اور مجھے اس کی خبر نہ دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جو کچھ تو کہتا ہے۔ حق تھا۔ تو وہ مجھ سے کہہ دیتے۔

لمحہ فکریہ

اصول کافی، بحار الانوار اور الصافی کی مستند عبارات آپ نے ملاحظہ کیں۔ یہ عبارات واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہیں۔ کہ امامت کے لیے منصوص من اللہ کی شرط اہل تشیع کی اپنی گھڑی ہوئی شرط ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرط ہوتی۔ تو حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ جناب امام باقر رضی کے مقابلہ میں اپنی امامت کا دعوٰی نہ کرتے۔ اور ان کی امامت کا انکار نہ کرتے۔ اور دلیل کے طور پر یوں نہ کہتے۔ کہ امام کے لیے جہاد کرنا ضروری ہے۔ اور یہ صفت تمہاری بہ نسبت میرے اندر موجود ہے۔ لہذا تمہاری بہ نسبت منصب امامت کا میں زیادہ حقدار ہوں۔

احول کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور ہر وہ شخص جو اس کا اہل نہیں اگر وہ دعوئ امامت کرتا ہے۔ تو دوزخی ہے۔ مجھے تمہاری اس بات پر بڑا تعجب آتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرط ضروری ہوتی۔ تو میرے والد گرامی مجھے اس کی مخالفت سے باز رکھنے کی ضرور کوشش فرماتے۔ کیونکہ وہ میرے لیے اس قدر خیر خواہ تھے۔ کہ گرم لقمہ تک نہ کھانے دیتے۔ بلکہ ٹھنڈا کر لیتے۔ تو اس قدر شفیق باپ کب یہ برداشت کرے گا کہ امام وقت کی مخالفت کر کے میں دوزخ کی آگ میں جلوں۔ لہذا اگر یہ شرط ہوتی۔ تو از راہ شفقت میرے والد ضرور اس سے مجھے آگاہ فرماتے۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امامت کے لیے "منصوص من اللہ" کی شرط اہل تشیع کی خود ساختہ شرط ہے۔ حضرات ائمہ اس شرط کے قائل نہیں ہیں۔

اہل تشیع اپنے اس ضابطہ کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کو مخالفتِ امام کی وجہ سے کافر کہیں گے۔ ایسا کہنا۔ ان کی مقدس بارگاہ میں بہت بڑی گستاخی نہیں؟ اور اس سے اہل بیت کا دل نہ دکھا ہو گا؟ آپ مدعی حق تھے۔ اور ان کی اس صفت کو اہل تشیع نے بھی مانا۔

حوالہ پیش خدمت ہے۔

میرا بیٹا زید حق کا علمبردار ہوگا۔ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ

مقاتل الطالبین عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ یَخْرُجُ بِظَهْرِ الْکُوْفَةِ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ زَیْدٌ فِیْ اَبْهَةٍ وَالْاَبْهَةُ الْمُلْکُ لَا یَسْبِقُهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَا یُدْرِکُهُ الْاٰخِرُوْنَ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ یَخْرُجُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ مَعَهُمُ الطَّوَامِیْرُ اَوْ شِبْهُ الطَّوَامِیْرِ حَتّٰی یَتَخَطُّوْا اَعْنَاقَ الْخَلَائِقِ تَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِکَةُ فَیَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ خَلَفُ الْخَلَفِ وَدُعَاةُ الْحَقِّ وَیَسْتَقْبِلُهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُ یَا بُنَیَّ قَدْ عَمِلْتُمْ مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ فَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

(مقاتل الطالبین تصنیف ابوالفرج اصفہانی ص ۱۳۰۔۱۳۱ تذکرہ زید بن علی مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ کوفہ میں زید نامی ایک شخص پیدا ہوگا۔ جس کے مرتبۂ امامت کو اولین و آخرین میں سے کوئی نہ پا سکے گا۔ ہاں جو اس کی مثل اعمال صالحہ کرے گا۔ قیامت کے دن وہ شخص اور اس کے ساتھی صحائف یا مشابہ صحائف سے کرائیں گے۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بڑھیں گے۔ ان سے فرشتے ملاقات کریں گے۔ (یعنی انہیں خوش آمدید کہیں گے) پھر ان کے بارے میں فرشتے یوں اعلان کریں گے۔ کہ یہ لوگ سچے جانشین ہیں۔ اور حق کی دعوت دینے والے ہیں خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لیے تشریف لائیں گے۔ پھر آپ فرمائیں گے۔ اے میرے بیٹے! تم نے وہ کچھ کیا جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ لہذا اب جنت میں بلاحساب داخل ہو جاؤ۔

"مقاتل الطالبین" کی روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ سے داعی حق تھے۔ اور بروز قیامت ان کی شان دیدنی ہوگی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے وقت بلاحساب جنتی ہونے بلکہ جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیں گے۔ یہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ ان بارہ ائمہ میں شامل ہیں۔ جو اہل تشیع نے مقرر کر رکھے ہیں؟ جبکہ ان کا نام ان کی فہرست میں نہیں۔ تو ان کا دعویٰ امامت کا اعلان کرنا اہل تشیع کے اصول کے مطابق غلط ٹھہرا۔ کیونکہ ان کے نزدیک "منصوص من اللہ" وہی بارہ امام ہیں۔ جن کی فہرست میں ان کا نام داخل نہیں۔ اب یہاں سوال اٹھتا ہے۔ کہ باوجود ان بارہ ائمہ میں شامل نہ ہوتے ہوئے انہوں نے دعویٰ امامت کیا۔ اور ان کا دعویٰ امامت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تھا۔ تو پھر یہ مسلمان کیونکر رہے۔ کیونکہ کسی ایک امام کی امامت نہ ماننا اور اس کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنا ان کے نزدیک کفر ہے۔ جب ان کے فتوای کے مطابق یہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے

تو پھر ان کے بارے میں مقاتل الطالبین میں مذکورہ فضائل جو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اُن کی صداقت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ یعنی اُن کا رتبہ بلند و بالا ہونا، فرشتوں کا استقبال کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرمانا اور ان کے بلا حساب جنتی ہونے کی بشارت دینا یہ سب باتیں غلط ہوں گی۔ نہ فرشتے کسی غیر مسلم کا استقبال کریں گے۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اسلام سے خارج شخص کو قیامت کے دن استقبال کرتے ہوئے بلا حساب جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیں گے۔

اب ایک طرف یہ اوصاف مذکورہ ہیں۔ اور دوسری طرف "منصوص من اللہ" ہونا ہے دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ اور یہ بھی امر واقع ہے۔ کہ اوصاف مذکورہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان ہوئے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ "منصوص من اللہ" کی شرط خود اہل تشیع نے بنائی اور مقرر کی ہے۔ جو نہ کتاب اللہ میں موجود اور نہ سنت رسول میں اُس کی نشاندہی تو اس موازنہ کے بعد نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالہ سے حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اوصاف جو بیان ہوئے۔ وہ حقیقت ہے۔ اور امام کے لیے "منصوص من اللہ" کی شرط اہل تشیع کی من گھڑت ہے۔ جس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اور جو کچھ ان لوگوں نے اس شرط کے ضمن میں فضائل و مناقب بیان کیے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے بہت پیچ و تاب کھایا۔ وہ ازاول تا آخر باطل اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور میدانِ تحقیق میں ایک ریت کے گھروندے سے بھی گیا گزرا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بارہ ائمہ کے مقابلہ میں دعوئ امامت کرنے والے کو کافر بھی کہا گیا۔ اور اس کی امامت کے گن بھی گائے گئے

گزشتہ اوراق میں اصول کافی وغیرہ کتب شیعہ سے ہم اہل تشیع کا ایک عقیدہ ذکر کر آئے وہ یہ کہ جس شخص نے معینہ بارہ اماموں کے علاوہ یا ان کے مقابلہ میں دعوئ امامت کیا وہ مدعی امامت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو ایسے کو خارج الاسلام نہ جانے وہ بھی مسلمان نہیں۔ اس عقیدہ کے بطلان اور من گھڑت ہونے پر اس مقام و موقع کے مناسب ہم ایک گزارش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب زید بن علی رضی اللہ عنہ نے دعوئ امامت کیا۔ تو بہت سے شیعان علی ان کے ہم نوا بن گئے۔ لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ جناب زید کی کامیابی کے امکانات تقریباً ختم ہو رہے ہیں۔ تو اپنی دیرینہ روایت کو دہراتے ہوئے ان سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خود بلوایا۔ پھر شہید کرنے پر بھی تل گئے۔ ان علیحدگی پسند شیعوں نے ایک بہانہ یہ ڈھونڈ نکالا۔ کہ زید بن علی چونکہ شیخین کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔ اس واقعہ کو خود ان کی کتب نے ذکر کیا۔

ناسخ التواریخ

چوں اصحاب زید بدانستند کہ یوسف بن عمر از احوال او با خبر گردیدہ در تفتیش امر او برآمدہ است۔ رؤسائے ایشاں بخدمت زید درآمدند و گفتند یرحمک اللہ در حق ابی بکر و عمر چہ گوئی۔ زید فرمود خدائے ایشاں را بیامرزد

برحمت برخوردار فرماید از اہل بیت خود شنیدہ ام کہ در حق ایں دو تن جز بہ خیر سخن کنند۔ وسخت ترسخنے کہ من دربارہ ایشاں در آنچہ شما مذکور می نمائید بگویم ایں است

انا کنا احق بسلطان ما ذکرتم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ومن الناس اجمعین فدفعونا عنہ ولم یبلغ ذالک عندنا بھم کفرا وقد ولوا فعدلوا فی الناس وعملوا بالکتاب والسنۃ، بدرستیکہ سزاوار تر بودیم بہ خلافت و رہبری امت از خلفائے پیمبر واز تمامت مردماں پس مارا از حق ما باز داشتند لکن ایں کردار نہ باں مقام رسید کہ موجب کفر ایشاں گردد و چوں ایشاں والی امر مسلماناں شدند بعدالت رفتند و بکتاب خدائے و سنت رسول عمل نمودند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ حالات امام جعفر جلد ۲ ص ۵۳۔۵۴ شہادت زید بن علی وقائع سال یک صد و بیست و دوم ہجری مطبوعہ تہران طبع جدید۔)
(۲۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب۔ ص ۲۵۶۔ اخبار زید الشہید مطبوعہ قم۔ ایران)

ترجمہ:

جب حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں (شیعوں) کو یہ معلوم ہو گیا کہ یوسف بن عمر ان کے حالات سے واقف ہو چکا ہے۔ اور ان کے معاملہ کی تفتیش شروع کر چکا ہے۔ تو ان کے سرکردہ لوگ جناب زید کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ادب عرض بجا لائے۔کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔آپ کا ابوبکر اور عمر کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔جناب زید نے جواب دیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی ہے۔اور اپنی رحمت سے اُن کو نوازا ہے۔میں نے اپنے اہل بیت سے ان کے متعلق اچھی بات کے سوا کبھی کچھ نہ سنا۔اور ان حضرات کے بارے میں میرے سخت ترین خیالات یہ ہیں۔کہ بے شک ہم امامت و خلافت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام اور دیگر لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

تو ان حضرات نے (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے اپنی خلافت کا اعلان کر کے جو ہمیں موقعہ نہ دیا۔اور محروم رکھا۔ان کا ایسا کرنا کوئی کفر کا سبب نہیں بن جاتا۔(کہ میں انہیں اس بنا پر کافر کہتا پھروں) اور یہ حقیقت ہے۔کہ جب یہ حضرات منصب ولایت اور خلافت پر متمکن ہوئے۔تو انہوں نے لوگوں میں خوب انصاف پھیلایا۔اور اللہ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کاربند رہے۔

عبارت درجہ بالا سے معلوم ہوا۔کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ کے دعویٔ امامت کے بعد بہت سے لوگ ان کے ہم نوا اور تائید کرنے والے موجود تھے۔اگر عقیدہ یہی ہوتا۔کہ امامت "منصوص من اللہ" ہوتی ہے۔تو اولاً خود حضرت زید رضی اللہ عنہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔اور اسی عقیدے کی بنا پر وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں نہ خود اچھے خیالات رکھتے۔اور نہ اپنی اہل بیت سے اس قسم کے اچھے خیالات انہیں سننے میں آتے کیونکہ یہ دونوں (بلکہ خلفائے ثلاثہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں خلیفہ و امام بنے تھے۔حالانکہ امامت و خلافت بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے منصوص من اللہ تھی۔

ثانیاً اگر حضرت زید نے اہل تشیع کے متفق علیہ عقیدہ کی مخالفت کر ہی لی تھی۔تو پھر کوئی

بھی ان کی ہم نوائی نہ کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا کفر تھا۔ اور اپنے آپ کو کافر کون بناتا ہے؟

ثالثاً چلو بھولے سے اگر لوگوں نے جناب زید کا ساتھ دیا۔ اور ان کی تائید کردی۔ تو پھر اس سے جان چھڑانے کا بہانہ یہ کیسے بن گیا۔ کہ ان کے حضرات شیخین کے متعلق خیالات اچھے نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہتے کہ ہم بھولے رہے۔ امامت منصوص من اللہ جناب امام محمد باقرؓ کے لیے ہے۔ لہٰذا ہم غلطی کا اقرار اور اس کی معافی چاہتے ہوئے جناب زید کی اتباع سے باز آرہے ہیں۔ اور امام محمد باقر کی امامت تسلیم کر رہے ہیں۔

رابعاً جب ان فرار اختیار کرنے والوں نے اپنے فرار کا بہانہ یہ بنایا۔ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تو ابوبکر و عمر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حضور نیک تمنا رکھتے ہیں۔ اور انہیں عادل و پابند کتاب و سنت قرار دیتے ہیں۔ تو ان پھرنے والوں کے لیے حضرت زید نے لفظ رفض استعمال فرمایا۔ (یعنی یہ لوگ رافضی ہیں) کیونکہ دائرۂ حق سے نکل جانے والے تھے۔ لہٰذا یہی نام ان کے مناسب تھا۔

تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح اہل تشیع کا عقیدہ وہ امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے "باطل لغو اور من گھڑت ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی خود ساختہ ہے۔ کہ جو شخص بارہ ائمہ کے خلاف دعویٰ امامت کرے۔ اس کو کافر نہ سمجھنے والا خود کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو حقیقتِ حال سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مقتدائے ثالث

حضرت محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کا مقام اور ان کا حضرت امام جعفر رضؓ کے مقابلہ میں دعوئے امامت

تاریخ ائمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔

آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے خلیفہ، مسلمانوں کے چھٹے امام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فرزند تھے۔

۱۷؍ ربیع الاول ۸۳ھ (مطابق ۷۰۲ء) روز جمعہ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

۱۲؍ سال کی عمر تک اپنے دادا امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ اور ۲۱ سال کی عمر تک اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور اس کے بعد امام قرار پائے۔

۱۵ / شوال ۱۴۸ھ (۷۶۵ء) کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۲۱ چھٹا باب مطبوعہ لاہور)

نفس زکیہ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں

جناب محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ رشتہ کے اعتبار سے حضرت امام جعفر صادقؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ نقشہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
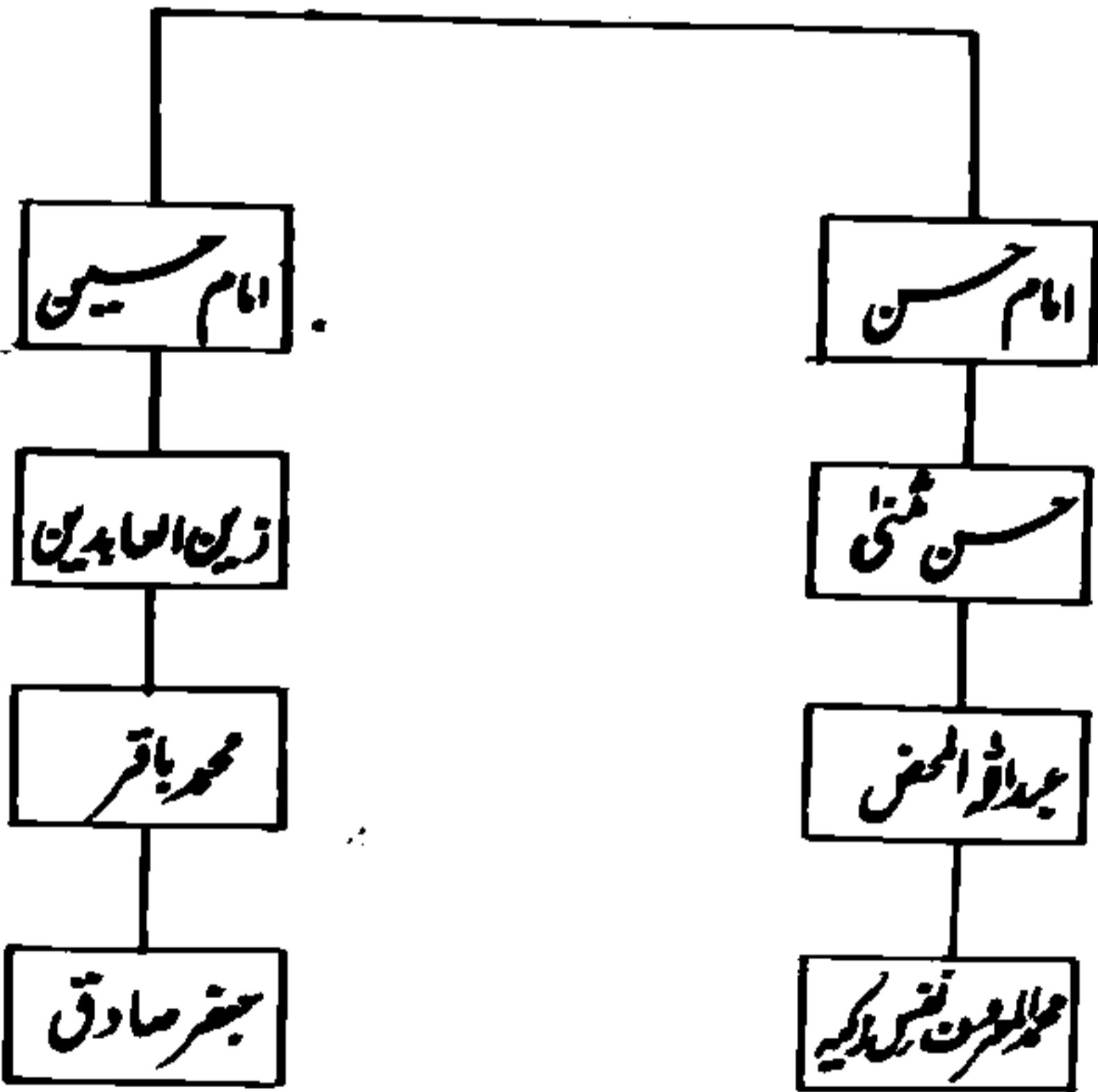
"نفس زکیہ" کے فضائل ومناقب از کتب شیعہ

محمد بن عبداللہ المحض بن حسن بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم "نفس زکیہ" کے لقب سے مشہور تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں "مہدی" کے نام سے شہرت پائی تھی۔ یہ دونوں لقبی نام ان کی شہرت میں کس طرح داخل ہو گئے۔ ملاحظہ ہو۔

مقاتل الطالبین

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ..... ---- وَكَانَ اَهْلُ بَيْتِهٖ يُسَمُّوْنَهُ الْمَهْدِيَّ وَ يَعْتَقِدُوْنَ اَنَّهُ الَّذِيْ جَآءَتْ فِيْهِ الرِّوَايَةُ وَ كَانَ عُلَمَآءُ اٰلِ اَبِيْ طَالِبٍ يَرَوْنَ فِيْهِ اَنَّهُ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ وَاَنَّهُ الْمَقْتُوْلُ بِاَحْجَارِ الزَّيْتِ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَكْبَرِ اَهْلِ زَمَانِهٖ فِيْ عِلْمِهٖ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَحِفْظِهٖ لَهٗ وَفِقْهِهٖ فِي الدِّيْنِ وَشُجَاعَتِهٖ وَجُوْدِهٖ وَبَأْسِهٖ وَكُلِّ اَمْرٍ يُجْمَلُ بِمِثْلِهٖ حَتّٰى لَمْ يَشُكَّ اَحَدٌ اَنَّهُ الْمَهْدِيُّ وَشَاعَ ذٰلِكَ لَهٗ فِي الْعَامَّةِ وَ بَايَعَهٗ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ جَمِيْعًا مِنْ اٰلِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاٰلِ الْعَبَّاسِ وَسَائِرِ بَنِيْ هَاشِمٍ ثُمَّ ظَهَرَ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَوْلٌ فِيْ اَنَّهٗ لَا يَمْلِكُ وَاِنَّ الْمُلْكَ يَكُوْنُ فِيْ بَنِي الْعَبَّاسِ فَانْتَبَهُوْا مِنْ ذٰلِكَ

الْاَمْرِ لَمْ یَکُوْنُوْا یَطْمَعُوْنَ فِیْہِ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی
ص ۲۳۳ تذکرہ محمد بن عبد اللہ بن
الحسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن عبد اللہ بن الحسن .... ان کو ان کے گھر والے مہدی کے نام سے پکارتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ یہ وہی شخص ہے۔ کہ جس کے متعلق (مہدی ہونے کی) روایات آئی ہیں۔ خاندان ابو طالب کے علماء انہیں "نفس زکیہ" جانتے تھے۔ اور آپ نے مقام "احجار زیت" میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اپنے گھر والوں میں افضل اور اپنے زمانہ میں سب سے یکتا تھے۔ قرآن کریم کا علم اور اس کی یادداشت، دین کی سمجھ، شجاعت، سخاوت اور بہادری میں اپنے دور کے ممتاز فرد تھے۔ اور ہر وہ خوبی جو کسی میں بہتری کی وجہ بن سکتی ہے۔ ان میں موجود تھی۔ یہاں تک کہ ان کے مہدی ہونے میں کسی ایک کو بھی شک نہ تھا۔ ان کا اس صفت سے موصوف ہونا عوام میں مشہور ہو گیا۔ اور بنی ہاشم یعنی خاندانِ ابو طالب اور عباس کے تمام مردوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ قول فرمایا۔ کہ یہ (نفسِ زکیہ) حاکم نہیں ہو سکتے حکومت بے شک بنی عباس میں ہو گی۔ سو لوگ اس اعلان سے ایسے معاملہ میں جا پڑے جس میں انہیں پڑنا نہیں چاہیئے تھا۔ جب حضرت نفس زکیہ نے دعویٔ امامت کیا تو عباسی خلیفہ منصور نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو جو ان کے افراد خانہ تھے۔ گرفتار کر لیا۔ ان کی گرفتاری کی اطلاع امام جعفر کو ملی تو تڑپ کر رہ گئے

اور اپنا حال سخت برا کر لیا جس کی تفصیل اصول کافی کی درج ذیل عبارت میں ہے

نفس زکیہ رض کی گرفتاری پر حضرت امام جعفر رض کی تباہ حالی

اصول کافی لَمَّا وَقَفُوْا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الْبَابُ الَّذِیْ یُقَالُ لَهٗ بَابُ جِبْرَئِیْلَ اِطَّلَعَ عَلَیْهِمْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَعَامَّةُ رِدَائِهٖ مَطْرُوْحٌ بِالْاَرْضِ ثُمَّ اطَّلَعَ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ یَا مَعَاشِرَ الْاَنْصَارِ ثَلَاثًا مَا عَلٰی هٰذَا عَاهَدْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَلَا بَایَعْتُمُوْهُ اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ حَرِیْصًا وَلٰكِنِّیْ غُلِبْتُ وَلَیْسَ لِلْقَضَاءِ مَدْفَعٌ ثُمَّ قَامَ وَاَخَذَ اِحْدٰی نَعْلَیْهِ فَاَدْخَلَهَا رِجْلَهٗ وَالْاُخْرٰی فِیْ یَدِهٖ وَعَامَّةُ رِدَائِهٖ یَجُرُّ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ دَخَلَ بَیْتَهٗ فَحُمَّ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً لَمْ یَزَلْ یَبْكِیْ فِیْهِ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ حَتّٰی خِفْنَا عَلَیْهِ ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶۱ کتاب الحجۃ
باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق ۔ الخ ۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

عبداللہ بن ابراہیم جعفری نے کہا۔ کہ بیان کیا ہم سے خدیجہ بنت عمر بن علی نے کہ جب لوگ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے وہ دروازہ جسے باب جبرئیل کہا جاتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح تشریف لائے کہ آپ کی رداء کا بیشتر حصہ زمین پر تھا۔ پھر باب مسجد سے آپ اندرون مسجد آئے۔ اور جو لوگ وہاں جمع تھے۔ ان سے فرمایا تین بار اے گروہ انصار کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا عہد کیا تھا اسی پر بیعت کی تھی۔ (تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت توڑ کر ائمہ خلافت کی بیعت کی اور ان کے ظلم و ستم جو اولاد رسول پر ہو رہے ہیں۔ ان کو خاموشی سے دیکھ رہے ہو۔) خدا تم پر لعنت کرے واللہ میں ان کی عزت کا چاہنے والا تھا مگر ان کے نہ ماننے سے میں مغلوب ہو گیا یہ فرما کر حضرت وہاں سے چلے دراں حالیکہ ایک جوتا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ (ایک پیر میں یعنی انتہائی اضطرابی حالت تھی) ایک جوتے میں اپنا پیر داخل کر دیا۔ اور دوسرا ہاتھ میں تھا اور آپ کی رداء کا بیشتر حصہ زمین پر کھچ رہا تھا۔ پھر حضرت اپنے گھر میں آئے۔ اور اس غم میں بیس روز تک مبتلائے بخار رہے۔ اور رات دن گریہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں آپ کی موت کا خوف ہونے لگا۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۱
ص ۳۸۸ مطبوعہ کراچی)

مدحِ نفس زکیہ رض میں شیعہ شعراء

مقاتل الطالبین

قال سلمۃ بن اسلم ثم احد بنی الربعۃ

من جہینۃ۔

انا لنرجو ان یکون محمدٌ	اماماً بہ یحیا الکتاب المنزّل
بہ یصلح الاسلام بعد فسادہٖ	ویحیا یتیم بائس ومعوّل
ویملاء عدلاً ارضا بعد ملئھا	ضلالاً ویاتینا الذی کنت اٰمل

وَقَالَ اَیْضًا

ان کان فی الناس لنا مھدیٌّ	یقیم فینا سیرۃ النبی

فانہ محمد التقی

(مقاتل الطالبین ص ۲۴۳ تذکرہ محمد
بن عبداللہ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ

سلمہ بن اسلم نے جو کہ قبیلہ ربعہ سے تھا۔ جناب محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کی شان میں یہ شعر کہے۔

بے شک ہم امید کرتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ امام ہوں گے۔ اور ان کے اپنے دور میں اپنی کوششوں سے اللہ پاک کی کتاب کے احکام پر عمل کروا کر اسے زندگی دیں گے۔ اور ان کے سبب سے ہی اسلام میں فساد رونما ہونے کے بعد اصلاح ہو گی۔ اور یتیم، نادار اور غریب لوگوں کو نئی زندگی عطا کریں گے۔ (یعنی ان کی مالی امداد فرمائیں گے۔) اور یہ زمین جو کہ گمراہی کا گڑھ بن چکی ہے۔ ان کی

کوششوں سے عدل وانصاف کا گہوارہ بن جائے گی۔ اور ہمارے پاس وہ چیز لے
کر تشریف لائیں گے۔ جس کی مجھے امید و تمنا ہے

اسی شاعر۔ نے یہ بھی شعر کہے۔

اگر لوگوں کے درمیان ہمارے بھلے کی خاطر کوئی شخص مہدی بن کر آنا چاہے۔ اور
اپنی کوششوں سے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قائم فرمائے۔ تو وہ
شخص یقیناً محمد بن عبد اللہ ہی ہے۔ جو نہایت پرہیزگار ہے۔

ذوالفقار حیدری کے مالک نفس زکیہ رضؓ تھے

مقاتل الطالبین

ابو الحجاج المنقری قَالَ رَاَیْتُ مُحَمَّدًا یَوْمَئِذٍ
وَ اِنَّ اَشْبَهَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ بِهٖ بِمَا ذُكِرَ عَنْ حَمْزَةَ
بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَهُدُّ النَّاسَ بِسَیْفِهٖ مَا
یُقَارِبُهٗ اَحَدٌ اِلَّا قَتَلَهٗ وَ مَعَهٗ سَیْفٌ لَا وَ اللّٰهِ
مَا یَلِیْقُ شَیْئًا حَتّٰی رَمَاهُ اِنْسَانٌ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ
اِلَیْهِ اَحْمَرُ اَزْرَقُ بِسَهْمٍ وَ هَمَّتْنَا الْخَیْلُ
فَوَقَفَ اِلَیْهِ نَاحِیَةَ جِدَارٍ وَ تَحَامَاهُ النَّاسُ
فَوَجَدَ الْمَوْتَ فَتَحَامَلَ عَلٰی سَیْفِهٖ فَكَسَرَهٗ
فَسَمِعْتُ جَدِّیْ یَقُوْلُ كَانَ مَعَهٗ سَیْفُ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ
ذُو الْفِقَارِ۔

(مقاتل الطالبین ص ۱۷۱ تذکرہ محمد
بن عبداللہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالحجاج منقری کا کہنا ہے۔ کہ میں نے لڑتے ہوئے محمد بن عبداللہ نفس، زکیہ کو دیکھا۔ وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے بہت مشابہ تھے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے تھے۔ اور جو قریب آتا۔ آپ اُسے تہ تیغ کر دیتے۔ تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ خدا کی قسم! ان کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ بالآخر ایک آدمی نے انہیں تیر مارا۔ میں گویا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ زردی برق لباس میں ملبوس تھا۔ اور انہیں گھوڑے نے زمین پر پٹخ دیا۔ سو آپ دیوار کے ایک کونے میں کھڑے تھے۔ کہ لوگوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا انہوں نے موت آتی دیکھی۔ تلوار کو پکڑا اور اسے توڑ کر رکھ دیا۔ پس میں نے اپنے دادا سے سنا انہوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوالفقار نامی تلوار تھی۔

مقاتل الطالبین عن الاسلمی قال قدم علی ابی جعفر قادم فقال هرب محمد فقال كذبت نحن اهل بيت لانفر۔

(مقاتل الطالبین ص ۲۷۳-۲۷۴
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: اسلمی روایت کرتا ہے۔ کہ آنے والا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے

پاس آیا۔ اور کہنے لگا محمد بن عبداللہ مقابلہ میں بھاگ نکلا۔ یہ سن کر امام موصوف نے فرمایا۔ تو بکتا ہے۔ ہم اہل بیت بھاگا نہیں کرتے۔

نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کا لقب زبان رسالت سے

ناسخ التواریخ

چوں محمد دانست کہ دیگر روئے ظفر نخواہد دید بسرائے خویش باز شد و لفرمود آتشی برافروختند وجریدہ اسامی جماعتی کہ باوے بیعت کردہ بودند در آتش انداخت و پاک بسوخت تاکس ایشاں را نداند ازیں روئے بنفس زکیہ ملقب شد مصداق حدیث رسول خدا گشت کہ فرمود یقتل باحجار الزیت من ولدی نفس زکیۃ یعنی از فرزندان من نفس زکیہ در احجار زیت کشتہ می شود۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام جلد دوم ص ۳۴۷ ذکر خروج نفس زکیہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کو معلوم ہو گیا کہ اب کامیابی کے آثار ختم ہو رہے ہیں۔ اپنے گھر تشریف لائے۔ اور آگ جلانے کا حکم دیا۔ اور پھر آگ میں ان لوگوں کے ناموں والے کاغذ مکمل طور پر جلا دیئے۔ جن میں ان سے بیعت کرنے والوں کے نام درج تھے۔ تاکہ ان کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو سکے۔ اسی وجہ سے انہیں "نفس زکیہ" کا لقب دیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی اس حدیث کا مصداق قرار پائے۔ میرے فرزندوں میں سے نفس زکیہ کو احجار زیت میں قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کو حضرت امام مہدی قرار دیا

عمدۃ الطالب وحکی الشیخ ابو الفرج الاصفهانی ان الصادق علیہ السلام اخذ برکابہ ذات یوم حتی رکب فقیل لہ فی ذالک فقال ویحک ھذا مھدینا اھل البیت۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۱۰۴، اخبار محمد ذی النفس الزکیہ مطبوعہ قم، طبع جدید)

ترجمہ: شیخ ابو الفرج اصفہانی نے حکایت بیان کی۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نفس زکیہ جناب محمد بن عبد اللہ کے گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ یہاں تک کہ وہ سوار ہو گئے۔ کسی نے امام جعفر کے اس فعل پر کچھ بطور اعتراض کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے معترض! تجھ پر افسوس! یہ ہم اہل بیت کے مہدی ہیں۔

سیّدہ فاطمہ رضؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مدح نفس زکیہ رضی اللہ عنہ

مقاتل الطالبین

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ الَّذِي أُفْلِتَ مِنَ الثَّمَانِيَةِ قَالَ لَمَّا أُدْخِلْنَا الْحَبْسَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ سَخَطٍ مِنْكَ عَلَيْنَا فَاشْدُدْ حَتّٰى تَرْضٰى فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ مَا هٰذَا يَرْحَمُكَ اللهُ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ فَاطِمَةَ الصُّغْرٰى عَنْ أَبِيهَا عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يُدْفَنُ مِنْ وُلْدِيْ سَبْعَةٌ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لَمْ يَسْبِقْهُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَلَا يُدْرِكُهُمُ الْآخِرُوْنَ فَقُلْتُ نَحْنُ ثَمَانِيَةٌ فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج ص ۱۹۳
تذکرہ علی بن الحسن الخ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ: یحییٰ بن عبداللہ ان آٹھ قیدیوں میں سے ایک کی طرف سے روایت

کرتا ہے جس کو رہا کر دیا گیا تھا۔ اس رہائی یافتہ نے کہا جب ہم قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔ تو علی بن حسن (نفس زکیہ کے چچا) نے کہا اے اللہ! اگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ تیری ناراضگی کی وجہ سے ہے۔ تو اپنی رضامندی تک ہم پر اور سختی کر۔ یہ سن کر عبداللہ بن الحسن نے کہا۔ اللہ رحم کرے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پھر عبداللہ نے فاطمہ الصغریٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے اپنی جدہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول خدا سے ایک حدیث بیان کی۔ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میرے فرزندوں میں سات کو فرات دریا کے کنارے دفن کیا جائے گا۔ نہ پہلے گزرے لوگوں نے ان کا مرتبہ پایا۔ اور نہ بعد میں آنے والے اس تک پہنچ پائیں گے۔ میں نے کہا۔ کہ ہم تو آٹھ آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے اسی طرح (جس طرح میں نے بیان کر دیا) سنا تھا۔

الحاصل

اہل تشیع کی معتبر کتب سے جو ہم نے جناب محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کے بارے میں حوالہ جات درج کیے۔ ان حوالہ جات سے چند امور کی ہمیں صراحت ملتی ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ نفس زکیہ ایسے قدسی صفت انسان تھے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جیسے نابغہ روزگار نے ان کی رکاب تھامی۔

۲۔ رکاب تھامنے پر معترض کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ (نفس زکیہ) اہل بیت کے مہدی ہیں۔

... جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا انہیں مہدی قرار دینا اس امر کی نشان دہی کرتا ہے۔ کہ

امام موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن احادیث سے بخوبی آگاہ تھے جن میں امام مہدی کا تذکرہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ دو امام کے منصوص من اللہ ہوتے" کے معتقد نہ تھے۔ کیونکہ اگر اس کا علم ہوتا۔ تو آپ خود جبکہ امام تھے۔ تو پھر اپنے ہی دور میں نفس زکیہ کے مہدی ہونے اور ماننے کا کیا مفہوم نکلے گا۔

۳۔ نفس زکیہ اور ان کے رفقاء کے متعلق سیدہ خاتون جنت سے ایک روایت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تھی۔ یہ تھی۔ کہ شہید ہونے والے یہ لوگ ایسے ہیں۔ جو اولین و آخرین میں اپنی مثل و نظیر نہیں رکھتے۔

۴۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان کو "نفس زکیہ" فرمایا۔

۵۔ "نفس زکیہ" اپنے دور کے علماء فقہاء اور مجتہدین میں سے افضل و اعلیٰ تھے۔

۶۔ بنی ہاشم، آل ابی طالب اور آل عباس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۷۔ نفس زکیہ وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن کے دور میں عدل و انصاف کا بول بالا ہوگا۔ دین کی اصلاح ہوگی۔ اور امام برحق ہوں گے۔ (بقول شاعر)

۸۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سی شجاعت اور جنگی مہارت اگر تھی۔ تو نفس زکیہ کے اندر۔

۹۔ بوقتِ شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار ان کے ہاتھ میں تھی۔

۱۰۔ بوقتِ شہادت ان تمام لوگوں کے نام نذر آتش کر دیئے۔ جنہوں نے ان سے بیعت کی تھی۔ تاکہ علم ہونے پر کوئی انہیں تکلیف نہ دے۔ ان کے نفس زکیہ مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

۱۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب نفس زکیہ کے شکست کھانے کا کسی نے تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت پشت دے کر بھاگنے والے نہیں۔

۱۲۔ لوگوں نے جب نفس زکیہ کی بیعت توڑ دی۔ تو امام جعفر رضی اللہ عنہ کو اس پر تعجب

صدمہ ہوا۔ کہ آپ نے ان لوگوں پر لعنت ڈالی۔ اور صدمہ کی وجہ سے بیس دن تک بخار میں مبتلا رہے۔ اور اس بیعت کے توڑنے کو حضور کی بیعت توڑنے کے برابر قرار دیا۔

یہ تھے چند اوصاف جو کتب شیعہ سے ہم نے قارئین کرام آپ کی نذر کیے۔ ان اوصاف کو بیان کرنا اس لیے ضروری سمجھا۔ تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں۔ کہ اتنے بڑے عالم، زاہد، مجتہد، شجاع، سخی، شہید، جنتی شخصیت کو اپنے من گھڑت اصول کی بھینٹ چڑھا کر دوزخی، بروز حشر، روسیاہ، اور کافر تک کہا جائے۔ یہ کہاں کی محبت اور کس کی محبت ہے؟ کیا آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ (نفس زکیہ) ایک اہم فرد نہیں ہیں؟ کیا آپ ذوالفقار حیدری کے مالک نہ تھے؟

کیا فرات کے کنارے شہید ہونے والوں میں آپ نہیں؟ پھر ان کے خلاف وہ عقیدہ رکھنا جس کا چند سطور اوپر میں تذکرہ کر چکا ہوں محبتِ اہل بیت کا مظہر ہے؟ کیا اہل بیت سے محبت کرنے والے اُن کو دوزخی بنانے پر مصر ہیں؟ کیا آل بیت کے جنت میں جانے سے ان نام نہاد دو محبان اہل بیت ما، کو دُکھ پہنچتا ہے؟ یہ سب کچھ کیوں کہا گیا۔ اور اس عظیم اور بہت بڑے فتویٰ کا پس منظر کیا ہے؟ وہی کہ امام کی امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور بارہ ائمہ میں سے ہر ایک منصوص من اللہ ہے۔ اس لیے اگر ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا دعویٰ امامت کرے۔ تو وہ کافر اور اُسے کافر نہ ماننے والے بھی کافر؟ خدارا اس من گھڑت عقیدہ کو دفن کر دو۔ اور اہل سنت کی طرح سچی محبتِ اہل بیت اپناؤ۔

اب چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ جن سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ جناب محمد بن عبداللہ نفس زکیہ نے دعویٰ امامت کیا تھا۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نفس زکیہ رض کا اپنے چچازاد بھائی امام جعفر صادق کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ

دولت امویہ کے زوال پر تمام بنو ہاشم اور بنو عباس نے نفس زکیہ رض کو متفقہ خلیفہ و امام مانا۔

بنو امیہ پر جب زوال آیا۔ تو بنی ہاشم اور بنی عباس نے ایک مشترکہ مجلس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم نفس زکیہ اور ان کے بھائی کی بیعت کریں گے۔

چنانچہ تمام نے ان کی بیعت کر لی مگر بعد ازاں بنو عباس نے حکومت پر قبضہ کرکے ریاست عباسیہ قائم کر دی اور نفس زکیہ کو سولی پر لٹکا دیا۔

ناسخ التواریخ آنگاہ کہ دولت بنی امیہ را زوال آمد و بنی مروان ضعیف شدند بنی ہاشم متفق گشتند کہ با پسرہائے عبد اللہ محض محمد و ابراہیم بیعت کنند۔ و یکتن از ایشاں را بخلافت بردارند۔ پس مجلسی آراستند و بزرگانِ بنی ہاشم و بعضی از بنی عباس حاضر شدند۔ و کس فرستادند و امام جعفر صادق علیہ السلام را حاضر نمودند۔ عبد اللہ محض گفت صادق را بے ہودہ طلب مودید۔ زیرا کہ او رائے شمار الصواب نخواہد شمرد۔ دریں وقت جعفر صادق از در آمد و بنشست و اجتماع ایشاں را سبب پرسید صورت حال را مکشوف داشتند

آں حضرت روئے با عبد اللہ کرد و فرمود تو شیخ بنی ہاشمی چگونہ ترا ترک می گویند
وایں دو غلام کہ پسر ہائے تواند بخلافت بر می دارند عبد اللہ گفت ہمانا حسد ترا
از بیعت ایشاں باز می دارد۔ تو دست فرادہ تا تو بیعت کنیم۔ فقال جعفر
واللہ انہا لیست لی ولہما وانہا لصاحب القباء الاصفر
واللہ لیلعبن بہا نسائہم وصبیانہم وغلمانہم"
جعفر علیہ السلام فرمود سوگند با خدائے کہ امر خلافت نہ برمن فرود می آید و نہ باپسر ہائے
تو راست می ایستد۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت امام
حسن مجتبیٰ علیہ السلام جلد دوم ص۲۲۷
حالات عبد اللہ المحض مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ

اس وقت جب کہ بنی امیہ پر زوال آیا۔ اور بنی مروان کمزور ہو گئے تو بنی ہاشم اس امر
پر متفق ہو گئے۔ کہ جناب عبد اللہ المحض کے صاحبزادے محمد اور ابراہیم کی بیعت
کریں۔ ان دونوں میں سے ایک کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپ دی جائیں۔ لہذا
انہوں نے ایک مجلس کا انعقاد کیا۔ بنی ہاشم کے بزرگوں اور کچھ بنی عباس
کے لوگوں نے اس مجلس میں شرکت کی۔ انہوں نے کسی کے ذریعہ امام جعفر صادق
کو بلوا بھیجا۔ عبد المحض نے کہا۔ جعفر صادق کو بلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ وہ
تمہاری رائے کو قطعاً درست نہیں کہے گا۔ اسی دوران امام جعفر صادق خود بخود
دروازے سے داخل ہوئے۔ اور مجلس میں بیٹھ گئے۔ اور ان لوگوں سے
اکٹھے ہونے کی وجہ دریافت کی۔ جب صورت حالات کا علم ہوا۔ تو امام

امام موصوف نے جناب عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ (اے عبداللہ!) تم بنی ہاشم کے بزرگ آدمی ہو۔ آپ کو کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور آپ کی بجائے آپ کے دونوں لڑکوں کو امر خلافت کیوں سپرد کر رہے ہیں۔ جناب عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ تمہیں تو حسد اس امر سے روک رہا ہے۔ کہ تم ان کی بیعت کرو تم ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! خلافت کا معاملہ نہ تو مجھے زیبا ہے اور نہ ہی تمہارے دونوں صاحبزادوں میں سے کسی کے لائق ہے۔ یہ تو زرد قبا والے کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اس (خلافت) کے ساتھ تمام عورتیں، بچے اور غلام تک کھیلیں گے۔

مقاتل الطالبین

عن سهيم بن حفص اَنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ اِجْتَمَعُوْا بِالْاَبْوَآءِ مِنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فِيْهِمْ اِبْرَاهِيْمُ الْاِمَامُ وَالسَّفَّاحُ وَالْمَنْصُوْرُ وَ صَالِحُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ وَابْنَاهُ مُحَمَّدٌ وَ اِبْرَاهِيْمُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُمْ صَالِحُ بْنُ عَلِيٍّ اِنَّكُمُ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ تَمْتَدُّ اَعْيُنُ النَّاسِ اِلَيْهِمْ فَقَدْ جَمَعَكُمُ اللهُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى بَيْعَةِ اَحَدِكُمْ فَتَفَرَّقُوْا فِي الْاٰفَاقِ وَادْعُوا اللهَ لَعَلَّ اللهَ اَنْ يَّفْتَحَ

عَلَيْكُمْ وَيَنْصُرَكُمْ فَقَالَ اَبُوْجَعْفَرَ لِاَيِّ شَيْءٍ تَخْدَعُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا النَّاسُ اِلٰى اَحَدٍ اَمْيَلُ اَعْنَاقًا وَلَا اَسْرَعُ اِجَابَةً مِّنْهُمْ اِلٰى هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِيْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ـ قَالُوْا قَدْ وَاللّٰهِ صَدَقْتَ اِنَّا لَنَعْلَمُ هٰذَا فَبَايَعُوْهُ جَمِيْعًا مُحَمَّدًا وَبَايَعَهُ اِبْرَاهِيْمُ الْاِمَامُ وَالسَّفَّاحُ وَالْمَنْصُوْرُ وَسَائِرُ مَنْ حَضَرَ ـ

(مقاتل الطالبین لابی الفرج ص ۲۵۶
۲۵۷ ذکر انکار عبداللہ بن الحسن ولعلہ الخ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

سیحیم بن حفص روایت کرتا ہے۔ کہ قبیلہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابواء میں جمع ہوئی۔ جو مکہ کرمہ کے راستہ پر واقع ہے۔ ان میں ابراہیم الامام، سفاح منصور، صالح بن علی، عبداللہ الحسن، ان کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بھی تھے۔ صالح بن علی نے کہا۔ اس وقت تم ہی وہ لوگ ہو۔ کہ جن کی طرف عوام کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مقام پر مل بیٹھنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ تو تم متفقہ طور پر کسی ایک کی بیعت کر لو۔ پھر ادھر ادھر شہروں میں پھیل جاؤ۔ اور لوگوں کو اللہ (کے دین) کی طرف بلاؤ۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کامیابی مقدر کر دے گا۔ اور تمہاری مدد بھی فرمائے گا۔ یہ سن کر ابو جعفر نے کہا۔ تم کس چیز کے لیے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال رہے ہو۔ خدا کی قسم! تم یقیناً جانتے ہو کہ عوام

میں محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص زیادہ توجہ نہیں اور نہ ہی ان سے زیادہ کوئی دوسرا موثر ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حاضرین نے کہا۔ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا۔ ہم یقیناً اس بات کو جانتے ہیں۔ پھر ان تمام حاضرین نے جناب محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کی بیعت کی۔ ابراہیم امام سفاح، منصور اور دیگر لوگ بھی بیعت کر چکے۔

کوئی قریشی اور کوئی عربی ایسا نہ رہا جس نے نفس زکیہ کی بیعتِ امامت نہ کی تھی اور نفس زکیہ نے امام جعفر رضؓ سے جبراً اپنی امامت منوائی

اصول کافی

فَظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عِنْدَ ذٰلِكَ وَ دَعَا النَّاسَ لِبَيْعَتِهٖ قَالَ فَكُنْتُ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ بَايَعُوْهُ وَاسْتَوْثَقَ النَّاسُ لِبَيْعَتِهٖ وَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ قُرَشِيٌّ وَلَا اَنْصَارِيٌّ وَلَا عَرَبِيٌّ قَالَ وَشَاوَرَ عِيْسَى بْنَ زَيْدٍ وَكَانَ مِنْ ثِقَاتِهٖ وَكَانَ عَلٰى شُرْطِهٖ فَشَاوَرَهٗ فِي الْبِعْثَةِ اِلٰى وُجُوْهِ قَوْمِهٖ فَقَالَ لَهٗ عِيْسَى بْنُ زَيْدٍ اِنْ دَعَوْتَهُمْ دُعَاءً يَسِيْرًا

لَمْ يُجِيْبُوْا لَكَ اَوْ تَغْلُظْ عَلَيْهِمْ فَخَلِّنِيْ وَ
اِيَّاهُمْ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ اِمْضِ اِلَى مَنْ اَرَدْتَ
مِنْهُمْ فَقَالَ اِبْعَثْ اِلَى رَئِيْسِهِمْ وَكَبِيْرِهِمْ يَعْنِيْ
اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَاِنَّكَ اِذَا اَغْلَظْتَ عَلَيْهِ عَلِمُوْا جَمِيْعًا اَنَّكَ
سَتُمِرُّهُمْ عَلَى الطَّرِيْقِ الَّتِيْ اَمَرْتَ عَلَيْهَا
اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثْنَا
اَنْ اُتِيَ بِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى اُوْقِفَ
بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ عِيْسَى بْنُ زَيْدٍ اَسْلِمْ تَسْلَمْ
فَقَالَ لَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحْدَثْتَ
نُبُوَّةً بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ لَا وَلٰكِنْ بَايِعْ تَاْمَنْ عَلٰى
نَفْسِكَ وَمَالِكَ وَوَلَدِكَ وَلَا تُكَلَّفَنَّ
حَرْبًا فَقَالَ لَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مَا فِيَّ حَرْبٌ وَلَا قِتَالٌ وَلَقَدْ
تَقَدَّمْتُ اِلٰى اَبِيْكَ وَحَذَّرْتُهُ الَّذِيْ
حَاقَ بِهٖ وَلٰكِنْ لَا يَنْفَعُ حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ
يَا ابْنَ اَخِيْ عَلَيْكَ بِالشَّبَابِ وَدَعْ عَنْكَ
الشُّيُوْخَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ مَا اَقْرَبَ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكَ فِي السِّنِّ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ اِنِّيْ لَمْ اُعَازَّكَ وَلَمْ اَجِئْ لِاَتَقَدَّمَ

عَلَيْكَ فِي الَّذِي أَنْتَ فِيهِ ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶۲ کتاب
الحجۃ باب ما یفصل بہ بین دعوی
الحق والمبطل فی امر الامامۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

اس کے بعد محمد بن عبداللہ نے ظاہر ہو کر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔
موسیٰ کا بیان ہے ۔ اول بیعت کرنے والوں میں میں تین میں کا تیسرا تھا ۔
اور لوگوں نے یکی بیعت کی۔ نہ کسی قریشی نے اختلاف کیا نہ انصاری نے نہ
عربی نے۔ اور مشورہ دیا کہ محمد کو عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین نے اور وہ ان
کے لشکر کے افسر تھے۔ کہ آپ لوگوں کو اپنے رشتہ داروں
کے پاس بیعت کے لیے بھیجیں۔ اگر آپ نے نرمی سے دعوت دی تو وہ
قبول نہ کریں گے۔ لہذا سختی سے کام لیجیے۔ اور ان کا معاملہ میرے سپرد کیجیے۔ محمد
نے کہا میں نے اختیار دیا جو چاہو کرو۔ اس نے کہا پہلے ان کے سردار اور
بزرگ یعنی امام جعفر صادق کے پاس بھیجیے جب آپ ان پر سختی کریں گے۔ تو
لوگ سمجھ جائیں گے۔ کہ تم ان کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرو گے ۔ جیسا ابو
عبداللہ (امام جعفر صادق) کے ساتھ کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ تھوڑی دیر
کے بعد محمد کے پاس امام علیہ السلام کو لایا گیا اور عیسیٰ نے انہیں کہا آپ محمد کی
بیعت کر لیجیے جان کی سلامتی اسی میں ہے۔ آپ نے محمد کو مخاطب کر
کے کہا کیا تم نے حضرت رسولِ خدا کے بعد اور نبوت پیدا کر لی محمد نے کہا نہیں
مگر آپ کو بیعت کرنی ہے۔ تاکہ آپ کی جان محفوظ رہے۔ اور آپ کی اولاد

بھی۔ اور آپ کو لڑنے کی تکلیف نہ دی جائے گی حضرت نے فرمایا۔ نہ مجھے کسی سے لڑنا ہے۔ اور نہ مجھ میں قوت جنگ ہے۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا تمہارے باپ سے کہہ چکا ہوں۔ میں نے اس مصیبت سے جوان کو گھیرے ہوئی تھی ڈرایا تھا مگر مقدرات کے سامنے ڈرانا کیا کام دیتا ہے۔ میرے بھتیجے! تم اس کام کے لیے جوانوں کو لو۔ اور بڈھوں کو چھوڑ دو۔ محمد نے کہا بلحاظ سن میرے اور آپ کے درمیان کوئی فرق نہیں حضرت نے فرمایا میں تم سے نہ جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ مقابلہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اور نہ جس کام کے لیے تم اٹھے ہو اس میں پیش قدمی کرنا چاہتا ہوں۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۲
ص ۴۳۹۔۴۴۰)

مروج الذہب

ظُهُوْرُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ (النَّفْسِ الزَّكِيَّةِ) فِيْ سَنَةِ خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ وَمِائَةٍ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ قَدْ بُوْيِعَ لَهٗ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَكَانَ يُدْعٰى بِالنَّفْسِ الزَّكِيَّةِ لِزُهْدِهٖ وَنُسُكِهٖ وَكَانَ مُسْتَخْفِيًا مِّنَ الْمَنْصُوْرِ وَلَمْ يَظْهَرْ حَتّٰى قَبَضَ الْمَنْصُوْرُ عَلٰى اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ وَعُمُوْمَتِهٖ وَكَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِهٖ وَ

عِدَّتِهِمْ وَلَمَّا ظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِالْمَدِيْنَةِ
دَعَا الْمَنْصُوْرُ اِسْحَاقَ بْنَ مُسْلِمِ الْعُقَيْلِيَّ وَ
كَانَ شَيْخًا ذَا رَأْيٍ وَ تَجْرِبَةٍ فَقَالَ لَهُ عَلَيَّ
فِيْ خَارِجِيٍّ خَرَجَ عَلَيَّ قَالَ صِفْ لِيَ الرَّجُلَ
قَالَ رَجُلٌ مِّنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُوْ عِلْمٍ وَ زُهْدٍ وَ وَرَعٍ قَالَ
فَمَنْ تَبِعَهُ قَالَ وُلْدُ عَلِيٍّ وَ وُلْدُ جَعْفَرَ وَعَقِيْلٍ
وَ وُلْدُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ وُلْدُ الزُّبَيْرِ بْنِ
الْعَوَّامِ وَسَائِرُ قُرَيْشٍ وَاَوْلَادُ الْاَنْصَارِ-----
.....وَقَدْ كَانَ تَفَرَّقَ اِخْوَةُ مُحَمَّدٍ وَوُلْدُهُ فِي الْبُلْدَانِ
يَدْعُوْنَ اِلٰى اِمَامَتِهِ -

(مروج الذہب المسعودی جلد سوم، ص ۲۹۴ تا ۲۹۶/ ذکر امام عبداللہ ابی جعفر المنصور مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ظہور ۱۴۵ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا۔ بہت سے شہروں میں ان کی بیعت ہوئی۔ انہیں نفس زکیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ زہد اور تقویٰ میں ید طولیٰ رکھتے تھے منصور خلیفہ سے چھپ کر زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس وقت سامنے آئے جب کہ ان کے والد گرامی عبداللہ بن الحسن، ان کے چچا اور ان کے خاندان کے اور بہت سے لوگوں کو منصور نے قید کر لیا۔ جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ منورہ میں ظہور کیا۔ تو خلیفہ منصور نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو بلوایا۔ یہ ایک تجربہ کار اور

صاحب الرائے بزرگ تھا۔ اس کو منصور نے کہا کہ کچھ لوگوں نے میرے خلاف خروج کر دیا ہے۔

ان کے بارے میں کچھ تجاویز دو۔ اور خروج کرنے والوں کی صفات بیان کرو خاص کر اس شخص (محمد بن عبداللہ) کے متعلق حالات بیان کرو۔ اسحاق بن مسلم نے کہا۔ کہ یہ (محمد بن عبداللہ نفس زکیہ رضی اللہ عنہ) شخص حضرت خاتونِ جنت بنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہے۔ صاحبِ علم و زہد اور تقویٰ ہے۔ پوچھا۔ اس کی کن لوگوں نے اتباع (بیعت) کی ہے۔ کہا حضرت علی کی اولاد، جعفر کی اولاد، عقیل کی اولاد، عمر بن الخطاب کی اولاد، زبیر بن العوام کی اولاد اور تمام قریشی و انصار کی اولاد نے ان سے بیعت کر لی ہے۔۔۔۔ انہی دنوں میں امام محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی اور بیٹے تمام شہروں میں ان کی امامت کی دعوت دینے کے لیے منتشر ہو گئے۔

فوج نفس زکیہ رضی اللہ عنہ اور لشکرِ عباسی میں باہم خون ریز جھڑپ

منتخب التواریخ

ودر سنہ صد و چہل و پنج در ماہ جمادی الآخر جناب محمد بن عبداللہ بن الحسن المجتبیٰ کہ از بزرگانِ اہلِ بیت بود در مدینہ طیبہ خروج نمود و عامل منصور را بقتل رسانید و حجاز را متصرف شد و جملہ اہل مکہ و مدینہ تابع وے شدند و مالک بن انس کہ فقیہ مدینہ بود فتویٰ می داد کہ مردم یاری او را بنمایند چوں ایں خبر بسمع منصور دوانقی رسید برادر زادہ و ولی عہد خود عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن

عبداللہ بن عباس را روانہ نمود بمدینہ بجہت قتال نمودن با محمد صاحب نفس الزکیہ تا آں کہ جمعے از اصحاب محمد گریختند و جمعے کشتہ شدند آخر الامر محمد بن قحطبہ ملعون شمشیرے بسینہ جناب محمد زدوا و را بخاک انداخت و سر نازنین او را از بدن جدا کرد و فرستاد نزد منصور و عیسیٰ بن موسیٰ روانہ شد بزیارت بیت اللہ الحرام و منصور آں سر نازنین را فرستاد در زندان نزد پدرش جناب عبداللہ محض چون نظر پدر بر پسرش افتاد گفت۔ یرحمك الله یرحمك الله لقد قتلوك قوامًا صوامًا، و بآں شخص کہ سر محمد را آوردہ بود فرمود۔ قل لصاحبك قد مضٰی شطر من عمرك في النعیم و بقي شطر البؤس۔

(منتخب التواریخ ص ۸۷۴ تا ۸۷۹
باب ہشتم فصل ششم در بعض از وقائع
مہم زمان امامت حضرت صادق
علیہ السلام۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

جمادی الاخر ۱۴۵ھ ہجری میں جناب محمد بن عبداللہ بن الحسن مجتبیٰ نے مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ آپ اہل بیت کے بزرگوں میں سے تھے۔ منصور خلیفہ کے مقرر شدہ عامل کو قتل کر ڈالا۔ اور حجاز کو زیر تصرف لے لیا۔ مکہ اور مدینہ کے لوگوں نے آپ کی اتباع (بیعت) کر لی۔ اور امام مالک بن انس جو مدینہ کے فقیہ تھے۔ نے ان کی مدد کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جب یہ خبر منصور دوانقی نے سنی۔ اپنے چچازاد بھائی اور ولی عہد عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو مدینہ کی طرف محمد بن عبداللہ کے پاس جنگ کرنے کے لیے بھیجا حتی کہ محمد بن عبداللہ کے بہت سے ساتھی بھاگ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک

جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ بالآخر محمد بن قحطبہ ملعون نے محمد بن عبداللہ کے سینہ میں تلوار گھونپ دی۔ اور انہیں زمین پر گرا دیا۔ اور ان کے سر نازنین کو جسم سے جدا کر دیا۔ اور پھر یہ سر منصور کو بھیج دیا۔ عیسیٰ بن محمد یہاں سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو روانہ ہو گیا۔ ادھر منصور نے محمد بن عبداللہ کے سر نازنین کو جیل میں ان کے والد گرامی جناب عبداللہ المحض کے پاس بھیجا۔ والد بزرگوار نے جب اپنے بیٹے کا سر دیکھا۔ تو فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ یقیناً تمہیں لوگوں نے نمازیں قائم کرنے والا اور روزے رکھنے والا پا کر قتل کیا ہے۔ اور اس شخص کو کہ جس نے یہ سر ان کے پاس پیش کیا تھا۔ فرمایا۔ جاؤ جا کر اپنے صاحب (خلیفہ) سے کہہ دو۔ تیری عمر کا وہ حصہ جو نعمتوں میں گزرنا تھا گزر گیا بقیہ عمر بے کسی اور تنگدستی میں گزرے گی۔

حضرت امام جعفر نے نفس زکیہ کے باپ عبداللہ محض بن حسن مثنّٰی بن امام حسن کی بیعت کرنا چاہی

مقاتل الطالبیین

ثُمَّ خَرَجْنَا جَمِیْعًا حَتّٰی اَتَیْنَا عَبْدَ اللّٰہِ فَدُعِیَ اِلٰی بَیْعَةِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ لَهٗ جَعْفَرُ اِنَّكَ شَیْخٌ وَ اِنْ شِئْتَ بَایَعْتُكَ وَ اَمَّا اَبْنُكَ فَوَ اللّٰہِ

لَا اُبَایِعُہٗ وَ اَدَعُکَ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج ص ۲۵۴
تذکرہ محمد بن عبداللہ بن الحسن مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ

راوی کہتا ہے۔ کہ ہم تمام بنی ہاشم کے ساتھ اکٹھے ہو کر چل پڑے۔ حتیٰ کہ جناب عبداللہ محض کے پاس آ گئے۔ (یہاں پہنچنے پر ہمیں) محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کی بیعت کرنے کی دعوت دی گئی۔ تو اس کے جواب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عبداللہ! آپ بزرگ ہیں۔ اگر ارادہ ہو۔ تو میں آپ کی بیعت کر سکتا ہوں لیکن آپ کا بیٹا (محمد بن عبداللہ نفس زکیہ) تو خدا کی قسم! میں اس کی بیعت نہ کروں گا۔ اور تمہیں تمہارے حال پر چھوڑتا ہوں۔

الحاصل:۔

گزشتہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی ہوئی۔

۱۔ بنی امیہ کی حکومت کے زوال کے وقت تمام بنی ہاشم نے متفقہ طور پر عبداللہ محض کے صاحبزادگان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا ان صاحبزادوں میں سے ایک محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ بھی ہیں۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نفس زکیہ کی امامت کی بحوالہ ناسخ التواریخ مخالفت کی اور منصور دوانقی کو خلافت کا اہل کہا۔

۳۔ امام جعفر صادق نے جہاں نفس زکیہ کی امامت و خلافت کو نہ مانا۔ وہیں انہوں نے

اپنے بارے میں بھی اس منصب کے لیے حق دار ہونے کی نفی کی۔

۴۔ جب ابو جعفر کی رائے کے مطابق محمد بن عبد اللہ کو قابل اعتماد آدمی کے طور پر پیش کیا گیا تو ابراہیم امام، سفاح، منصور، صالح بن علی اور دیگر معزز حاضرین نے محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۵۔ جب محمد بن عبد اللہ نے خلیفہ وقت کے خلاف مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ تو تمام قریش انصار اور عرب کے باشندوں نے ان کی بطور امام بیعت کر لی۔

۶۔ محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ کے خصوصی مشیر کے مشورہ کے بعد جب امام جعفر صادق رضی تشریف لائے۔ تو اگرچہ انہوں نے ان کی بیعت نہ کی۔ لیکن فرمایا۔ کہ اس کام کے لیے جوان پر بھروسہ کرو۔ میری طرف سے مخالفت نہ ہوگی۔

۷۔ محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ کے متعلق جب خلیفہ منصور نے معلومات حاصل کیں۔ تو اسے بتلایا گیا۔ کہ یہ شخص حضرت خاتون جنت کی اولاد میں سے ہے۔ بہت عبادت گزار، متقی اور صاحب علم ہے۔ اور ان کی امامت کو تسلیم کرنے والوں میں حضرت علی، جعفر، عقیل عمر بن الخطاب، زبیر بن العوام اور انصار کی اولاد کے تمام افراد ہیں۔

۸۔ جب محمد بن عبد اللہ نے خروج کیا۔ تو خلیفہ وقت نے ان کی سرکوبی کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کی سرکردگی میں ایک لشکر مدینہ منورہ روانہ کیا۔ جنگ میں محمد بن عبد اللہ شہید کر دیئے گئے لیکن دعوئ امامت سے دستبرداری نہ کی۔

۹۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے محمد بن عبد اللہ کی امامت کے برحق ہونے اور ان کی مدد کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

۱۰۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جناب عبد اللہ (نفس زکیہ کے والد) کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یعنی اپنی امامت سے دستبرداری پر راضی ہو گئے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین کرام۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ امامت و خلافت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور یہ منصب از روئے قرآن و حدیث بارہ حضرات کے لیے مخصوص اور منصوص من اللہ ہے۔ اگر یہی حقیقت تھی۔ تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں بنی ہاشم اور دیگر سرکردہ حضرات کی خصوصی مجلسیں برائے تقرری خلیفہ و امام کیوں منعقد ہوتی رہیں؟ ایسے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ بتلایا کہ لوگو! تمہاری مجالس فضول ہیں۔ مشورے سے کوئی شخص خلیفہ یا امام نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ اور میں منصوص من اللہ ہوں۔ لہٰذا کسی اور کے بارے میں کیوں سوچ رہے ہو۔

امام کا "منصوص من اللہ" ہونا عجیب شرط ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ خود اس امر کو پیش فرمایا۔ اور نہ ہی آپ کے افراد خانہ میں سے کسی نے اس شرط کے بارے میں کہیں مذکرہ کیا۔ اگر یہ شرط ہوتی تو کسی ایک کے کہنے پر خود امام جعفر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر سب کا اتفاق کرنا ضروری تھا۔ کسی دوسرے کی تلاش کی کیا ضرورت تھی؟ اگر امامت "منصوص من اللہ" تھی۔ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اسے کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ایک قول اور فیصلہ "نہج البلاغہ" میں یوں مذکور ہے۔ میں دو آدمیوں سے جہاد کروں گا۔ ایک اس سے جو امامت کا اہل نہ ہو اور پھر دعویٰ امامت کرے۔ دوسرا وہ جو امامت کا اہل ہے لیکن اس کا دعوٰے نہیں کرتا۔

سوچیئے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق امام جعفر صادق کو دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہیئے تھا۔

اگر امامت کے مستحق اور منصوص من اللہ تھے۔ تو ان لوگوں کے خلاف جہاد کرتے جو کسی دوسرے کو امام بنانے کی فکر کر رہے تھے۔ بلکہ امام بنا کر ان کی بیعت بھی کر لی۔

اور اگر مستحق رہتے۔ تو پھر مستحق کی امامت کو تسلیم کیوں نہ کیا؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اگر اپنے آپ کو "امام منصوص من اللہ" سمجھتے۔ تو پھر جناب عبداللہ محض کے حق میں دستبرداری کا کیا جواز ہو گا۔ اس دستبرداری کی دو ہی تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ نے صدقِ دل سے ان کی بیعت پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ یا از روئے مذاق اگر صدقِ دل سے آمادگی تھی۔ تو "منصوص من اللہ" سے دست برداری کر کے اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کے مرتکب قرار پائے۔ اور ایسا آدمی امام و خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر از راہ مذاق کہہ رہے ہیں۔ تو پھر امام کی عصمت اور حقانیت پر دھبہ لگتا ہے۔ یہ بھی ایک امام کے لیے معیوب بات ہے۔

مقتدائے چہارم

حضرت حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن بن حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب کا مقام اور امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ

امام موسیٰ کاظم کی مختصر سوانح از تاریخ ائمہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں خلیفہ اور مسلمانوں کے ساتویں امام تھے۔

۷/صفر ۱۲۸ھ ہجری (۷۴۵ء) کو بمقام ابواء (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) پیدا ہوئے ۲۰ سال کی عمر میں امام مقرر ہوئے۔ ۳۵ سال تک ہدایت و ارشاد فرماتے رہے۔ ۵۵ سال کی عمر میں ۲۵/رجب ۱۸۳ھ (۷۹۹ء) کو قید خانہ میں وفات پائی۔ اور مقام کاظمین (جو بغداد سے ایک میل پر واقع ہے) دفن ہوئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۳۴۸ ساتواں باب مطبوعہ لاہور)

حسین بن علی اور ان کا مقام و مرتبہ

جناب حسین بن علی رض اور جناب امام موسیٰ کاظم رض باہم چچا زاد بھائی تھے۔ اس رشتہ کو ہم درج ذیل نقشہ سے واضح کرتے ہیں۔
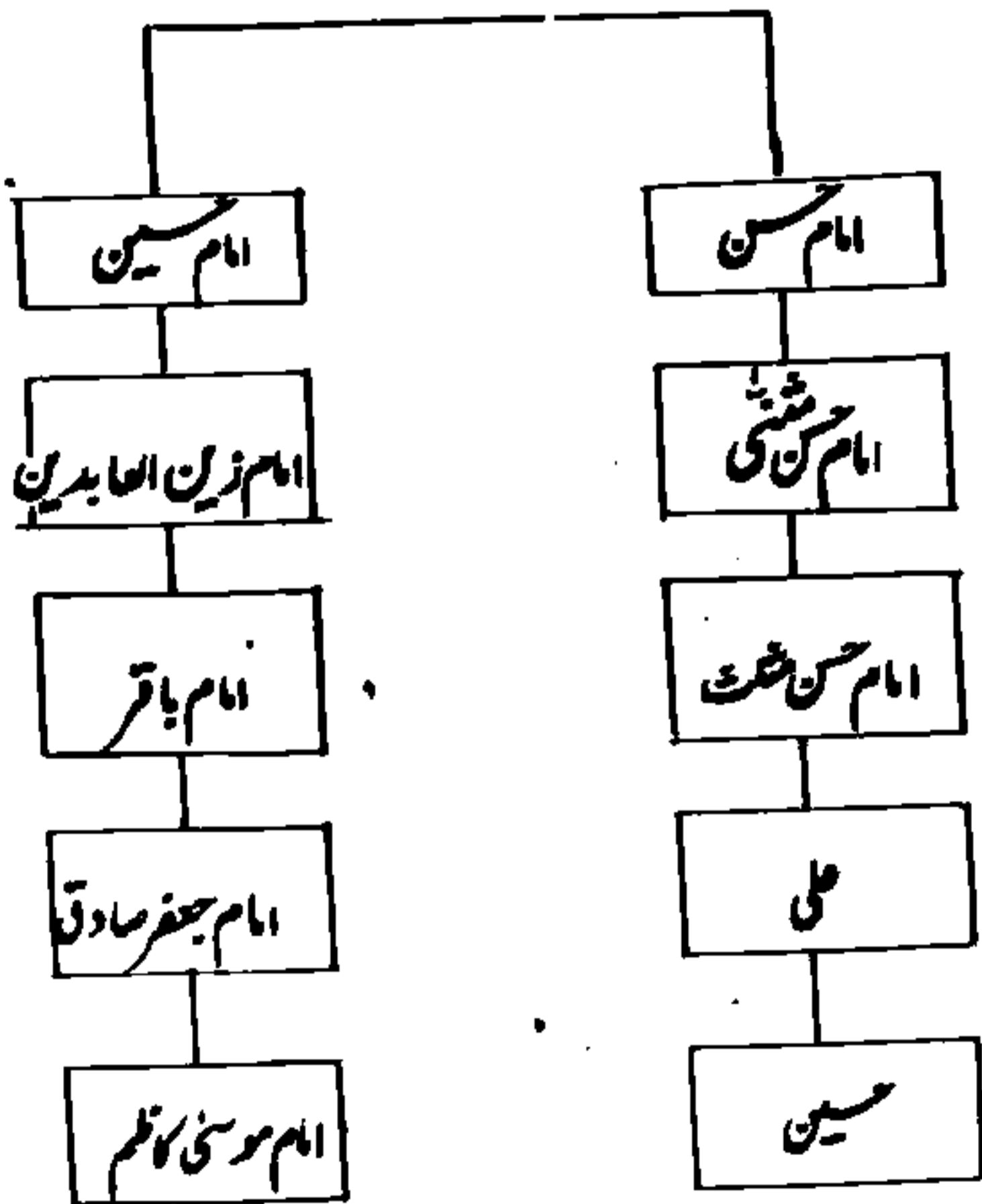
اس نقشہ کی رُو سے معلوم ہوا۔ کہ جناب حسین بن علی اور امام موسیٰ کاظم ایک دوسرے کے چچا کی اولاد ہیں۔ جناب حسین بن علی کی وہ شخصیت ہے۔ کہ ان کے زمانے میں بسنے والے اہل بیت کی اکثریت نے ان کی بیعت تسلیم کی۔ انہوں نے اپنے دور کے ظالم حکمران خلیفہ ہادی کے خلاف جہاد کیا۔ بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مختلف شعراء نے عموماً اور امام حسین رضا نے خصوصاً ان کی شہادت پر اظہار خیال کیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

یہ دوسرے حسین بن علی ہیں جنہوں نے مکہ کے قریب مقام فخ پر دوسرا کربلا بپا کر کے علم صداقت بلند کیا

مروج الذهب

وفی الحسین بن علی صاحب فخ یقول بعض شعراء ذالك العصر من ابیاتٍ۔

فلابكين على الحسين	بعولة وعلى الحسن
وعلى ابن عاتكة الذى	اثووه ليس له كفن
تركوا بفخ غدوة	فى غير منزلة الوطن
كانوا كراما قتلوا	لا طائشين ولا جبن
غسلوا المذلة عنهم	غسل الثياب من الدرن
هدى العباد بجدهم	فلهم على الناس المنن

(مروج الذہب مسعودی جلد سوم ص ۳۲۶ ذکر ایام موسیٰ الہادی بن المہدی مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

نوجوان مرد حسین، حسن اور ابن عاتکہ پر میں ضرور گریہ کروں گا۔ وہ ابن عاتکہ کہ جس کو کفن کے بغیر ہی دفن کر دیا گیا۔ مقام فخ پر لوگوں نے انہیں پردیس میں صبح سویرے چھوڑا۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ (حسن و حسین اور ان کے ساتھی) جو مکرم و معظم تھے۔ انہوں نے دوران لڑائی نہ بزدلی دکھائی اور نہ سرکشی سے کام لیا۔ انہوں نے ذلت اور رسوائی کو یوں اپنے تن سے جدا کر دیا۔ جیسا کہ کپڑے سے میل دور کر دیا جاتا ہے۔ ان کے آبا و اجداد کے ذریعہ لوگوں نے راہِ راست پائی۔ لہذا ان کے تمام لوگوں پر بہت زیادہ احسانات ہیں۔

منتخب التواریخ:

از امام محمد تقی (ع) مرویست کہ بعد از واقعہ کربلا واقع بر سادات عظیم تر از واقعہ جنگ فخ،، واقع نشد۔ چوں آں لشکر سرہائے شہداء را نزد موسیٰ بن عیسیٰ و عباس بن ابی محمد آوردند۔ حضرت موسیٰ بن جعفر (ع) ہم با جمع کثیر از سادات حسنی دراں مجلس حاضر بودند۔ موسے و عباس از حضرت امام موسے پرسیدند ایں سر حسین است۔

فرمود بلی انا للہ و انا الیہ راجعون بخدا قسم کہ از دنیا رفت مسلمان و صالح و بسیار روزہ گیرندہ و امر کنندہ بود بہ نیکی و نہی کنندہ بود از بدیہا و درمیان سادات حسنی مثل خود نداشت۔

و چوں اسیراں از سادات را نزد ہادی خلیفہ بردند۔ امر کرد ہمہ را بقتل رسانیدند و در ہماں روز ہادی خلیفہ از دنیا رفت و دعبل خزاعی در قصیدہ تائیہ مشہورہ اشارہ کرد۔

افاطمۃ قومی یا ابنۃ الخیر فاندبی
نجوم سموٰت بارض فلات
قبور بکوفۃ واخری بطیبۃ
واخری بفخ نالها صلوات

(۱۔ منتخب التواریخ ص ۵۲۰۔۵۲۱
باب نہم فصل ششم در ذکر حالات
بعضی از اصحاب حضرت امام موسٰی
مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)
(۲۔ مقاتل الطالبین صفحہ نمبر ۳۵۴
ذکر عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ واقعہ کربلا کے بعد سادات پر دوجنگ فخ، بیسا دوسرا بڑا المیٰ واقعہ ہوا۔ جب وہ لشکر شہدائے کرام کے سروں کو موسٰے بن عیسٰی اور عباس بن ابی محمد کے پاس لایا۔ حضرت موسٰی بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک کثیر جماعت کے ساتھ جن کا تعلق امام حسن رضی اللہ عنہ سے تھا۔ وہاں موجود تھے۔ موسٰی اور عباس نے امام موسٰے سے پوچھا کیا یہ سر حسین کا ہے؟ فرمایا ہاں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی قسم! یہ شخص دنیا سے مسلمان، صالح، اور بہت زیادہ روزے رکھنے والا گیا۔ اور نیکیوں کا حکم دینے والا تھا۔ برائیوں سے روکنے والا تھا۔ اور حسنی سادات میں اس کی مثل نہ تھی۔ پھر جب قیدی سیدوں

کو خلیفہ ہادی کے ہاں لے گئے۔ تو اس نے ان تمام قیدیوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ اسی دن یہ خلیفہ بھی دنیا سے چل بسا۔ اور دعبل خزاعی نے اپنے مشہور قصیدہ تائیہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دو اے فاطمہ! اے بہترین شخصیت کی دختر! اٹھو اور افسوس کرو۔ کیونکہ آسمانی ستارے ایک وسیع میدان میں بکھرے پڑے ہیں۔ (یعنی سید زادوں کی لاشیں میدان میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان شاہزادوں میں سے بعض کی قبریں کوفہ میں ہیں۔ کچھ حضرات مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اور بعض مقام فخ میں آرام فرما ہیں۔

ان سب پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ اور میرا سلام ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین بن علی کے مقام شہادت فخ پر پہنچ کر ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں جنتی قرار دیا۔

مقاتل الطالبین

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ اِنْتَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِلٰى مَوْضِعِ فَخٍّ فَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَالَ يُقْتَلُ هٰهُنَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْ عِصَابَةٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يُنْزَلُ لَهُمْ بِاَكْفَانٍ

وَحُنُوْطٍ مِنَ الْجَنَّةِ تَسْبِقُ اَرْوَاحُهُمْ وَاَجْسَادُهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِمْ اَشْيَاءَ لَمْ تَحْفَظْهَا رَيْطَةُ .

(مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی ص ۳۶ ھ تذکرہ عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ (المشہور زید شہید) سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام فخ پر تشریف لائے۔ اور اپنے ساتھ موجود صحابہ کرام کو وہاں نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں میرے اہل بیت میں سے ایک گروہ بہت سے مومنوں کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا۔ ان کے لیے کفن و دفن کا سامان جنت سے اتارا جائے گا۔ اُن کے جسم اُن کی روحوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کے اور بھی فضائل و مناقب بیان فرمائے۔ لیکن ریطہ (اس حدیث کی روایت کرتی والی کا نام) اُن کو یاد نہ رکھ سکی۔

مقاتل الطالبین

عَنْ جَعْفَرَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِفَخٍّ فَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَةً فَلَمَّا صَلَّى الثَّانِيَةَ بَكٰى وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا رَاَى النَّاسُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ يَبْكِيْ بَكَوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا يُبْكِيْكُمْ؟

قَالُوا لَمَّا رَاَيْنَاكَ تَبْكِي بَكَيْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ نَزَلَ عَلَيَّ جِبْرَئِيْلُ لَمَّا صَلَّيْتُ الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ وُلْدِكَ يُقْتَلُ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ وَ اَجْرُ الشَّهِيْدِ مَعَهٗ اَجْرُ شَهِيْدَيْنِ۔

(مقاتل الطالبین ص ۳۶، ۳۴ تذکرہ عبد اللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب مقام فخ سے گزر ہوا۔ تو آپ سواری سے نیچے اترے۔ اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت پڑھی۔ تو رو دیئے۔ جب موجود صحابہ کرام نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو سب نے رونا شروع کر دیا۔ نماز سے فراغت پر آپ نے پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا ہے؟ کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو روتے دیکھا تو ہم نے بھی رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اولاد میں سے ایک مرد اس جگہ شہید کر دیا جائے گا۔ اور جو حضرات اس کے ساتھ یہاں جام شہادت نوش کریں گے۔

ان کے لیے دوہری شہادت کا ثواب ہوگا۔

حسین بن علی کی عبادت و ریاضت

مقاتل الطالبیین

حَدَّثَنِیْ اَبُو الْعَرْجَا الْجَمَّالُ اَنَّ مُوْسٰی بْنَ
عِیْسٰی دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اُحْضُرْ لِیْ جِمَالَكَ
قَالَ فَجِئْتُهٗ بِمِائَةِ جَمَلٍ ذَكَرٍ فَخَتَمَ اَعْنَاقَهَا
وَقَالَ لَا اَفْقِدُ مِنْهَا وَبَرَةً اِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَكَ
ثُمَّ تَهَيَّأَ لِلْمَسِيْرِ اِلَى الْحُسَيْنِ صَاحِبِ فَخٍّ حَتّٰی
اَتَيْنَا بُسْتَانَ بَنِيْ عَامِرٍ فَنَزَلَ فَقَالَ لِیْ اِذْهَبْ اِلٰی
عَسْكَرِ الْحُسَيْنِ حَتّٰی تَرَاهُ وَتُخْبِرَنِیْ بِكُلِّ مَا رَأَيْتَ
فَمَضَيْتُ فَدُرْتُ فَمَا رَأَيْتُ خَلَلًا وَلَا فَلَلًا وَ
لَا رَأَيْتُ اِلَّا مُصَلِّيًا اَوْ مُبْتَهِلًا اَوْ نَاظِرًا فِیْ
مُصْحَفٍ اَوْ مُعِدَّ السِّلَاحِ قَالَ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ
مَا اَظُنُّ الْقَوْمَ اِلَّا مَنْصُوْرِيْنَ فَقَالَ وَكَيْفَ ذَاكَ
يَا ابْنَ الْفَاعِلَةِ فَاَخْبَرْتُهٗ فَضَرَبَ يَدًا عَلٰی يَدٍ
وَبَكٰی حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيَنْصَرِفُ ثُمَّ قَالَ
هُمْ وَاللّٰهِ اَكْرَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَحَقُّ
بِمَا فِیْ اَيْدِيْنَا مِنَّا وَلٰكِنَّ الْمُلْكَ عَقِيْمٌ
وَلَوْ اَنَّ صَاحِبَ الْقَبْرِ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلّٰی

اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ نَازَعَنَا الْمُلْکَ ضَرَبْنَا خَیْشُوْمَہٗ بِالسَّیْفِ یَا غُلَامُ اِضْرِبْ بِطَبْلِکَ ثُمَّ صَارَ اِلَیْھِمْ فَوَاللہِ مَا انْثَنٰی عَنْ قَتْلِھِمْ۔

(مقاتل الطالبین ص ۲۵۴ تذکرہ عبداللہ بن اسحاق۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالعرجا شتربان نے مجھے حدیث سنائی۔ کہ ایک دفعہ مجھے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی سپاہ سالار نے بلا بھیجا اور کہا۔ کہ اپنے سارے اونٹ لے آؤ۔ میں سو تک اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے ان کی گردنوں پر مخصوص نشان لگایا اور کہا ان میں سے کوئی ایک سوار بھی کم نہ ہونے پائے۔ ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ پھر حسین صاحب فخ کی طرف جانے کی تیاری کی چلتے چلتے بستان بنی عامر آئے۔ پھر سواری سے نیچے اترا۔ اور مجھے کہا۔ تم حسین کے لشکر کی طرف جاؤ۔ اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے بتلاؤ۔ میں گیا۔ اور ادھر ادھر گھوما پھرا۔ میں نے اُن میں نہ تو کوئی خرابی دیکھی۔ اور نہ کوئی پریشانی۔ میں نے ہر ایک سپاہی کو نماز پڑھتے یا اللہ کی بارگاہ میں روتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے یا سامان جنگ کی تیاری کرتے پایا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر جب واپس آیا۔ تو میں نے موسیٰ بن عیسیٰ سے کہا۔ میرا ظن غالب ہے کہ یہ قوم ضرور کامیاب ہوگی۔ اُس نے پوچھا اے ابن فاعلہ! تم نے یہ کیسے

اندازہ لگایا؟ میں نے جو کچھ دیکھا وہ بتلا دیا۔ اس نے ہاتھ پر ہاتھ ملا اور روپڑا۔ یہاں تک کہ مجھے گمان گزرا کہ وہ واپس لوٹ جائے گا۔ پھر کہا۔ خدا کی قسم! وہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں بہت باعزت ہیں۔ اور جو کچھ (حکومت) ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ لیکن حکومت بانجھ ہو چکی ہے اور اگر صاحب قبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حکومت کے بارے میں ہم سے جھگڑا کریں۔ تو ہم ان کی ہلک بھی تلوار کے وار سے کاٹ پھینکیں گے۔ (معاذ اللہ) غلام! ڈھول بجاؤ۔ پھر اس کے بعد وہ ان کی طرف چل پڑا۔ خدا کی قسم! وہ ان کے قتل سے باز نہ آیا۔ اور انہیں شہید کر کے دم لیا۔

لشکر حسین بن علی کے نگہبان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مقاتل الطالبین

حَدَّثَنِيْ نَصْرُ الْخَفَّافُ قَالَ اَصَابَتْنِيْ ضَرْبَةٌ وَاَنَا مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَاحِبِ فَخٍّ فَبَرَتِ اللَّحْمَ وَالْعَظْمَ فَبِتُّ لَيْلَتِيْ اَعْوِيْ وَاَنَا اَخَافُ اَنْ يَجِيْئُوْنِيْ فَيَاْخُذُوْنِيْ اِذَا سَمِعُوا الصَّوْتَ فَغَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَقَدْ جَاءَ فَاَخَذَ عَظْمًا فَوَضَعَهٗ عَلٰى عَضُدِيْ فَاَصْبَحْتُ وَمَا اَجِدُ مِنَ الْوَجَعِ

قَلِیْلًا وَ لَا کَثِیْرًا۔

(مقاتل الطالبیین ص ۷، ۴۵۷ ذکر من
خرج مع الحسین صاحب فخ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

نصر بن الخفاف کہتا ہے۔ کہ میں جب حسین بن علی صاحب فخ کے ساتھ تھا۔ تو میں زخمی ہو گیا۔ اور اس زخم سے میرے بازو کی ہڈی اور گوشت تک کٹ گیا۔ وہ رات میں نے بڑی پریشانی اور تکلیف میں کاٹی۔ اور مجھے یہ بھی خطرہ تھا۔ کہ اگر (موسیٰ بن عیسیٰ کے لشکر نے میری آواز سن لی۔ تو وہ مجھے آکر پکڑ لیں گے۔ اسی دوران مجھے نیند سی آگئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس دیکھا۔ آپ نے ہڈی پکڑی اور بازو کے ساتھ جوڑ دی پھر جب میں صبح کو بیدار ہوا۔ تو مجھے قطعاً کوئی درد محسوس نہ ہوتا تھا۔

مقاتل الطالبیین:

عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسَاوِرِ الْاَهْوَازِی قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَمَاعَۃٌ مِنْ مَوَالِیْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَیْمَانَ اَنَّہٗ لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ جَعَلُوْا یُلَقِّنُوْنَہُ الشَّہَادَۃَ وَہُوَ یَقُوْلُ۔
اَلَا لَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ وَلَمْ اَکُنْ لَقِیْتُ حُسَیْنًا یَوْمَ فَخٍّ وَلَا الْحَسَنَ
فَجَعَلَ یُرَدِّدُہَا حَتّٰی مَاتَ۔ (مقاتل الطالبیین ص ۷، ۴۵۷ تذکرہ ذکر
من خرج مع الحسین صاحب فخ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عمر بن مساور الاہوازی نے کہا۔ کہ مجھے محمد بن سلیمان کے آزاد کردہ

غلاموں کی ایک جماعت نے بتلایا کہ جب محمد بن سلیمان کی وفات کا وقت قریب آیا لوگ اسے کلمۂ شہادت کی تلقین کرنے لگے۔ تو وہ کہہ رہا تھا ۔

"کاش کہ میری ماں مجھے جنتی ہی نہ۔ اور نہ ہی میں فخ کے حسین و حسن کو دیکھتا"

اسی شعر کو اس نے بار بار دہرایا۔ حتی کہ انتقال کر گیا۔

شہادت گہ حسین بن علی پر امام جعفر پہنچے تو فرمایا یہاں اہل جنت کی لاشیں تڑپیں گی

مقاتل الطالبین

حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ قِرْوَاشٍ قَالَ اَكْرَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَلَمَّا ارْتَحَلْنَا مِنْ بَطْنِ مُرٍّ قَالَ لِيْ يَا نَضْرُ اِذَا انْتَهَيْتَ اِلٰى فَخٍّ فَاَعْلِمْنِيْ قُلْتُ اَوَلَسْتَ تَعْرِفُهُ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ اَخْشٰى اَنْ تَغْلِبَنِيْ عَيْنِيْ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى فَخٍّ دَنَوْتُ مِنَ الْمَحْمِلِ فَاِذَا هُوَ نَائِمٌ فَتَنَحْنَحْتُ فَلَمْ يَنْتَبِهْ فَحَرَّكْتُ الْمَحْمِلَ فَجَلَسَ فَقُلْتُ قَدْ بَلَغْتَ فَقَالَ حُلَّ مَحْمِلِيْ فَحَلَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ صِلِ الْقِطَارَ فَوَصَلْتُهُ ثُمَّ تَنَحَّيْتُ بِهٖ عَنِ الْجَادَّةِ فَاَنَخْتُ

بَعِيْرِهٖ فَقَالَ نَاوِلْنِي الْاِدَاوَةَ وَالرَّكْوَةَ فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى ثُمَّ رَكِبَ فَقُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاٰيْتُكَ قَدْ صَنَعْتَ شَيْئًا اَفَهُوَ مِنْ مَنَاسِكِ الْحَجِّ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنْ يُقْتَلُ هٰهُنَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْ عِصَابَةٍ تَسْبِقُ اَرْوَاحُهُمْ اَجْسَادَهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ۔

(مقاتل الطالبین ص ۴۳۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

نضر بن قرواش نے بیان کیا کہ میں نے جناب جعفر بن محمد کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے ایک سواری کرایہ پر لی۔ پھر جب ہم بطن مر سے گزرے۔ تو مجھے فرمایا اے نضر! جب میں مقام فخ پہنچوں۔ تو مجھے بتا دینا۔ میں نے کہا کیا آپ اس مقام کو نہیں جانتے۔ کہنے لگے خود جانتا ہوں لیکن مجھے خطرہ ہے۔ کہ کہیں میری آنکھ نہ لگ جائے سلاسلام وہاں سے گزر جائیں۔ پھر جب ہم مقام فخ پہنچے۔ میں ان کے کجاوہ کے قریب گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ سو رہے ہیں۔ میں نے کھنگورا لگایا۔ لیکن وہ نہ جاگے۔ پھر میں نے ان کے کجاوہ کو ہلایا۔ جس سے وہ اٹھ بیٹھے تو میں نے کہا۔ کہ وہ جگہ (مقام فخ) آگئی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا میرا کجاوہ کھول دو۔ میں نے کھول دیا۔

پھر فرمایا۔ کہ اونٹوں کی قطار ملا دو۔ میں نے ملا دیا۔ پھر میں ایک طرف

ہٹ گیا۔ اور ان کے اونٹ کو بٹھایا۔ تو فرمانے لگے مجھے وضو کے لیے لوٹا اور چھوٹا مشکیزہ پکڑاؤ۔ اس کے بعد انہوں نے وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ پھر سوار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا حضور میں قربان! میں نے آپ کو جو کچھ کرتے دیکھا۔ کیا یہ افعالِ حج میں سے تھے؟ فرمایا نہیں لیکن یہ اس لیے کئے گئے کہ) یہاں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ شہید کیا جائے گا۔ ان کی روحیں ان کے جسموں سے پہلے جنت میں جائیں گی۔

الحاصل:

جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ اہل بیت کی وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیت تھے۔

۱۔ جن کی شہادت کی خبر سن کر امام موسیٰ کاظم نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

۲۔ جو بہت زیادہ روزے رکھنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے تھے۔

۳۔ سادات میں یہ اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔

۴۔ جن کے بارے میں امام نقی نے کہا۔ کہ واقعہ کربلا کے بعد واقعہ فخ سے بڑا واقعہ نہ گزرا جس میں حسین بن علی شہید ہوئے۔

۵۔ جن کی ولادت سے قبل ہی امام جعفر صادق نے ان کی شہادت گاہ کی زیارت کی

۶۔ امام جعفر صادق نے مقام فخ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں فرمایا۔ ان کی روحیں ان کے اجسام سے قبل جنت میں داخل ہوں گی۔

۷۔ جنھوں نے اہل بیت سے ذلت کو اس طرح دور کر دیا۔ جس طرح کپڑے سے میل کو دور کر دیا جاتا ہے۔

۸۔ جن کی ولادت و شہادت سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

۹۔ جن کے کفن و دفن کا سامان جنت سے آیا۔

۱۰۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شہادت کی خبر جبرئیل امین نے دوران نماز دی۔

۱۱۔ ان کے ساتھ شہید ہونے والا ہر شخص دو شہیدوں کا اجر پائے گا۔

۱۲۔ عباسی خلیفہ ہادی کی طرف سے ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی غرض سے آنے والے موسیٰ بن عیسیٰ نے ان کے ہر فرد کو نیک کاموں میں مصروف پایا۔

۱۳۔ جن کے لشکر میں سے نفر الحفات کے کٹے ہوئے بازو کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑ دیا۔

۱۴۔ جن کے مقابل لشکر میں سے ایک سپاہی کو وقتِ مرگ کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی۔ تو اس نے اس کی بجائے افسوس کرتے ہوئے یہ کہا۔ کاش میری ماں نہ جنتی اور میں حسین بن علی کے لشکر کا مقابلہ نہ کرتا۔ یہی کہتا ہوا مر گیا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! کتب شیعہ سے ہم نے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف و فضائل ذکر کیے۔ اتنی عظیم شخصیت کو ایک من گھڑت شرط کے تحت ایمان سے ہی خارج قرار دینا اور کل قیامت کو روسیاہ ثابت کرنا کتنی بڑی حماقت اور دلیری ہے۔ جیسا کہ ہم نے بقید حوالہ ان کی کتب سے ہی ثابت کیا کہ جناب حسین بن علی رضی

نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کیا۔ اب اہل تشیع کی خود ساختہ شرط کو ملحوظ رکھیں۔ تو دلیل اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

چونکہ بارہ ائمہ میں سے کسی امام کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اب جبکہ جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اہل تشیع کی ترتیب کے اعتبار سے ساتویں امام جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو جناب حسین بن علی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔

اور یہی وہ شخصیت ہیں۔ جو اہل تشیع کی شرط کے مطابق تو روسیاہ جہنمی ہیں۔ لیکن خود امام موسیٰ کاظم ان کی شہادت پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ رہے ہیں۔ اُن کی عبادت کے گن گا رہے ہیں۔ ان کو سادات کرام میں بے مثل و بے نظیر قرار دے رہے ہیں۔ ان کے واقعہ کو امام نقی واقعہ کربلا کے بعد سب سے عظیم واقعہ قرار دے رہے ہیں۔ ان کی شہادت گاہ کی جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ زیارت کر رہے ہیں شہادت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ ادا فرما رہے ہیں۔ ان کے کفن و دفن کا سامان جنت سے آرہا ہے۔ اور ان کے مخالف بر وقت مرگ کلمہ شہادت کی بجائے ان کے خلاف لڑنے پر افسوس کے کلمات ادا کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اگر واقعی یہ روسیاہ دوزخی تھے۔ تو ان حضرات کو اس بارے [illegible] اہل علم نہ ہوا۔ حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام کے لیے غیب دان ہونا ضروری ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نص کے مطابق اگر امامت جناب موسیٰ کاظم کے لیے ہی مقرر تھی۔ تو پھر آپ نے حسین بن علی کی مذمت کی بجائے ان کی تحسین اور توصیف کیوں فرمائی۔ اہل تشیع تو انہیں صرف "اس جرم" کی پاداش میں معاذ اللہ دوزخی اور روسیاہ قرار دے رہے ہیں۔ کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت

کا دعوای کیا۔ لیکن امام موسیٰ کاظم خود ان کو قائم اللیل، صائم الایام، آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر فرما رہے ہیں۔

ان تمام باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ امامت و خلافت کے لیے "منصوص من اللہ" کی شرط اہل تشیع کی اپنی بنائی ہوئی شرط ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں قطعاً کوئی نص نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس معاملہ ہے۔ کاش اہل تشیع کو بھی کم از کم اتنا افسوس نصیب ہوتا۔ جتنا کہ جناب حسین بن علی کے خلاف لڑنے والے ایک سپاہی کا مذکور ہوا۔

اب بھی وقت ہے۔ موت سے پہلے پہلے اس من گھڑت شرط پر ضد نہ کرو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ کر افسوس کرتے ہوئے معافی مانگتے ہوئے اپنے رب کے حضور جھک جاؤ۔ وہ مہربان ہے بخشنے والا ہے۔ ورنہ پھر بروز حشر افسوس کرنے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس دن تو کافر و منافق اور مشرک افسوس کا اظہار کریں گے۔ لیکن بے سود۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حسین بن علی کا امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت کا دعوٰے از کتب شیعہ

گزشتہ سطور میں آپ نے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کتب شیعہ سے ملاحظہ کیے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے انہیں جنتی کہا۔ سادات میں بے مثل شخصیت ہونے کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حامل ہونا یعنی جہاد کرنا یہ وہ صفات ہیں۔ جو کسی امام کے لیے مذاہب شیعہ کے مطابق پائی جانا ضروری ہیں۔ جناب حسین بن بن علی نے کیا امامت کا دعوای کیا تھا؟ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضرت حسین بن علی نے امام کاظم سے کہا میری بیعت کرو مگر امام کاظم نے انہیں برا نہیں کہا بلکہ دعا دی

اصول کافی:

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْمُفَضَّلِ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ لَمَّا خَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ الْمَقْتُوْلُ بِفَخٍّ وَاحْتَوٰی عَلَی الْمَدِیْنَةِ دَعَا مُوْسَی بْنَ جَعْفَرٍ اِلَی الْبَیْعَةِ فَاَتَاهُ فَقَالَ یَا ابْنَ عَمِّ لَا تُکَلِّفْنِیْ مَا کَلَّفَ ابْنُ عَمِّكَ عَمَّكَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَیَخْرُجَ مِنِّیْ مَا لَا اُرِیْدُ کَمَا خَرَجَ مِنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ مَا لَمْ یَکُنْ یُرِیْدُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَیْنُ اِنَّمَا عَرَضْتُ عَلَیْكَ اَمْرًا فَاِنْ اَرَدْتَهُ دَخَلْتَ فِیْهِ وَاِنْ کَرِهْتَهُ لَمْ اَحْمِلْكَ عَلَیْهِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ثُمَّ وَدَّعَهُ فَقَالَ لَهُ اَبُو الْحَسَنِ مُوْسَی بْنُ جَعْفَرٍ حِیْنَ وَدَّعَهُ یَا ابْنَ عَمِّ اِنَّكَ مَقْتُوْلٌ فَاَجِدَّ الضِّرَابَ فَاِنَّ الْقَوْمَ فُسَّاقٌ یُظْهِرُوْنَ اِیْمَانًا وَیَسْتُرُوْنَ شِرْکًا وَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَحْتَسِبُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ عُصْبَةٍ ثُمَّ خَرَجَ

الْحُسَيْنُ وَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ قُتِلُوْا كُلُّهُمْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ اصول کافی جلد اص ۳۶۶ کتاب الحجۃ باب مایفصل بہ بین دعوی المحق الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ مقاتل الطالبیین ص ۲۴۴ تذکرہ عبد اللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابراہیم بن جعفری نے عبد اللہ بن مفضل سے روایت بیان کی۔ جو کہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا کہا کہ جب حسین بن علی جو کہ مقام فخ میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ نے خروج کیا۔ اور مدینہ کے قریباً آکر انہوں نے موسیٰ بن جعفر کو دعوتِ بیعت دی۔ (یعنی میرے ہاتھ پر بیعت کرلو) امام موسیٰ بن جعفر ان کے ہاں آئے۔ اور کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے بھتیجے مجھے اس امر کی تکلیف نہ دو۔ جس کی تکلیف تمہارے چچا زاد بھائی (محمد بن عبد اللہ) نے تمہارے چچا (امام جعفر صادق) کو دی تھی۔ ایسا نہ ہو کہ میری زبان سے کچھ ایسے کلمات نکلیں۔ جو میں کہنا نہیں چاہتا۔ جس طرح کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کو اس موقعہ پر ایسی باتیں کہنا پڑیں۔ جو وہ کہنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ سن کر جناب حسین بن علی نے ان سے کہا۔ بھائی: میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے قبول کریں۔ اور اگر آپ نے انکار کیا۔ تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد ہے۔ پھر

انہیں الوداع کر دیا۔ اور وقتِ الوداع ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے کہا اے چچا زاد بھائی! تمہیں شہید کر دیا جائے گا۔ بہذا جب یہ وقت آ جائے۔ تو خوب جان پر کھیل کر لڑنا۔ (یعنی تم مقابل میں سے جس قدر لوگوں کو قتل کر سکو قتل کر دینا) یہ لوگ فاسق ہیں۔ ظاہر تو ایمان کرتے ہیں۔ لیکن اندر ان کے شرک گھسا ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں تمہیں اپنے خاندان کا ہی ایک فرد تصور کرتا ہوں۔ اس کے بعد حسین بن علی نے خروج کیا پھر جوان کی تقدیر میں تھا ہوا یہ اور ان کے تمام ساتھی، شہید کر دیئے گئے۔ جیسا کہ امام نے پیش گوئی کی تھی۔

تمام اولاد علی رض نے حضرت حسین بن علی کی بیعتِ امامت کی

مقاتل الطالبین:

وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْهُ أَحَدٌ مِنَ الطَّالِبِيِّينَ إِلَّا الْحَسَنُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ فَإِنَّهُ اسْتَعْفَاهُ فَلَمْ يُكْرِهْهُ ....

حَدَّثَنِيْ عَنْبَرَةُ الْقَصْبَانِيُّ قَالَ رَأَيْتُ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ بَعْدَ عَتَمَةٍ وَقَدْ جَاءَ إِلَى الْحُسَيْنِ صَاحِبِ فَخٍّ فَانْكَبَّ عَلَيْهِ شِبْهَ الرُّكُوعِ وَقَالَ أُحِبُّ أَنْ تَجْعَلَنِيْ فِيْ سَعَةٍ وَحِلٍّ مِنْ تَخَلُّفِيْ عَنْكَ فَأَطْرَقَ الْحُسَيْنُ

طَوِيلًا لَا يُجِيبُهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ فَقَالَ أَنْتَ فِي سَعَةٍ

(مقاتل الطالبین ص ۴۴۷ تذکرہ عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جناب حسین بن علی کی بیعت سے ماسوائے حسن بن جعفر بن حسن کے اور کوئی پیچھے نہ رہا۔ انہوں نے بیعت کرنے سے معذرت چاہی۔ حسن کو حسین بن علی نے برا نہ سمجھا۔۔۔۔۔ مزید اصفہانی کہتا ہے کہ میں نے بعد نماز عشاء موسیٰ بن جعفر کو حسین بن علی صاحب فخ کے ہاں دیکھا وہ رکوع جیسی حالت میں جھکے ہوئے تھے اور عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ تم مجھے کچھ گنجائش دو اور بیعت نہ کرنے سے برا نہ مناؤ یعنی اسے جائز قرار دو۔ یہ سن کر حسین بن علی دیر تک سوچ میں ڈوبے رہے کوئی جواب نہ دیا کافی وقت گزر جانے پر سر اٹھا کر کہا۔ جاؤ تم فراخی اور گنجائش میں ہو۔ یعنی تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی

مقاتل الطالبین:

قَالَ الْحَسَنُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنْ أَرْطَاةَ قَالَ لَمَّا كَانَتْ بَيْعَةُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَاحِبِ فَخٍّ قَالَ أُبَايِعُكُمْ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ وَعَلَى أَنْ يُطَاعَ اللهُ وَلَا يُعْصَى وَأَدْعُوكُمْ إِلَى الرِّضَا مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَنْ نَعْمَلَ فِيكُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالْعَدْلِ فِي الرَّعِيَّةِ وَالْقَسْمِ بِالسَّوِيَّةِ وَعَلَى أَنْ تُقِيمُوا مَعَنَا

وَ نُجَاهِدُوا عَدُوَّنَا فَإِنْ نَحْنُ وَفَيْنَا وَ فَيْتُمْ لَنَا وَإِنْ نَحْنُ لَمْ نَفِ لَكُمْ فَلَا بَيْعَةَ لَنَا عَلَيْكُمْ۔

(مقاتل الطالبین ص ۴۴۹۔۴۵۰
تذکرہ عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

ارطاۃ سے مروی ہے۔ کہ جب جناب حسین بن علی صاحب فخ نے بیعت لینے کا اعلان کیا۔ تو یوں کہا میں تم سے بیعت اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا۔ اس کی نافرمانی نہیں ہو گی۔ اور میں تمہیں آل محمد کی رضا مندی کی طرف بلاتا ہوں۔ اور اس بات کو بطور شرط رکھتا ہوں۔ کہ بیعت کے بعد میں اور میرے ساتھی تمام فیصلہ جات اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے مطابق کریں گے۔ رعیت میں عدل ہو گا۔ اور حقوق برابر تقسیم ہوں گے۔ اور یہ بھی کہ تمہیں ہمارے ساتھ مل کر چلنا ہو گا۔ اور ہمارے دشمنوں سے جنگ کرنا ہو گی۔ سو اگر ہم ان شرائط کی پابندی کریں۔ تو تم بھی بیعت پر قائم رہنا اور اگر ہم ان شرائط پر پورا نہ اتریں۔ تو ہماری بیعت کا تم پر باقی رہنا کوئی ضروری نہیں ہو گا۔

ناسخ التواریخ:

حسین بن علی العابد با جماعتی از سادات علوی وجمعی از اہل بیت خود در زمان ہادی عباسی در طلب خلافت بیرون شد۔ وموسیٰ بن عیسیٰ بن علی ومحمد بن

سلیمان ابن منصور با لشکری ساختہ بمقاتلت او تاختند و در سال یکصد و شصت و نہم ہجری و بروایتی در سال یکصد و ہفتاد در یوم ترویہ در ارضِ فخ قتال دادند جمعی کثیر از سادات علوی مقتول شد و حسین نیز شہید گشت سر او را حمل کردہ بنزد ہادی آوردند ہادی کردار ایشاں را مکروہ داشت۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن
مجتبیٰ۔ جلد دوم ص ۴۵۴ ذکر احوال۔
حسین بن علی العابد صاحب فخ۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جناب حسین بن علی نے علوی سادات اور اپنے اہل بیت کی ایک جماعت کے ہمراہ ہادی عباسی کے دورِ خلافت میں خلافت و امامت کی طلب کی خاطر خروج کیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ اور محمد بن سلیمان ابن منصور نے ایک لشکر لے کر ان سے جنگ کی۔ یہ واقعہ ۱۶۹ھ ہجری یا ۱۷۰ھ ہجری ذوالحج کی آٹھ تاریخ کو ہوا۔ مقام فخ پر لڑائی ہوئی۔ علوی سادات کی ایک بڑی جماعت اس جنگ میں شہید ہو گئی۔ اور حسین بن علی نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ پھر ان (حسین بن علی) کا سر اٹھا کر ہادی خلیفہ کے دربار میں لایا گیا۔ ہادی نے ان کے اس فعل کو اچھا نہ جانا۔

حضرت امام کاظم نے حسین بن علی کی بجائے حکومتِ وقت کی حمایت کی

اصول کافی؛

وَاَنَا مُتَقَدِّمٌ اِلَیْکَ اُحَذِّرُکَ مَعْصِیَتَکَ الْخَلِیْفَۃَ وَاُحُثُّکَ عَلٰی بِرِّہٖ وَطَاعَتِہٖ وَاَنْ تَطْلُبَ لِنَفْسِکَ اَمَانًا قَبْلَ اَنْ تَاْخُذَکَ الْاَظْفَارُ وَیَلْزِمَکَ الْخَنَاقُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ فَتَرُوْحُ اِلَی النَّفَسِ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَلَا تَجِدُہٗ حَتّٰی یَمُنَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ بِمَنِّہٖ وَفَضْلِہٖ وَرِقَّۃِ الْخَلِیْفَۃِ اَبْقَاہُ اللّٰہُ فَیُؤْمِنُکَ وَیَرْحَمُکَ وَیَحْفَظُ فِیْکَ اَرْحَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۷ کتاب الحجۃ باب ما یفصل بہ بین المحق الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میں تم کو خلیفہ کی مخالفت سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور تم کو رغبت دلاتا

ہوں اس کی نیکی حاصل کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی طرف اور اس سے امان چاہو قبل اس کے کہ تم اس کے پنجے میں پھنسو اور ہر طرف تمہاری گردن میں رسی بندھ ہے۔ اور ہر طرف سے اپنے لیے راحت طلب کرو۔ اور کوئی کوشش نہ کرو۔ یہاں تک کہ خدا تم پر احسان کرے اور خلیفہ کو تم پر مہربان کرے خدا اس کو باقی رکھے۔ تاکہ تم کو امان دے سا اور رسول کے رشتہ داروں کی حفاظت کرے۔ سلام ہو طالب ہدایت پر۔ وحی کہتی ہے۔ عذاب اس کے لیے ہے۔ جس نے تکذیب کی اور روگردانی کی۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۲
ص ۴۴۸ مطبوعہ کراچی)

لمحۂ فکریہ:

حوالہ جات مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ امامت و خلافت کو اپنے لیے "منصوص من اللہ" نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا جناب حسین بن علی کو یہ جواب دینا کہ "تم خوب قدم جما کر لڑنا۔ لیکن میں اس لڑائی میں شرکت سے معذرت خواہ ہوں۔ بہر حال تمہارے لیے دست بدعا ہوں۔ کہ ان فاسقین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے" اس بات کی دلیل ہے۔ اگر موسیٰ کاظم اپنی امامت کو منصوص من اللہ سمجھتے تو یہ جواب نہ دیتے۔ بلکہ صاف صاف کہہ دیتے۔ کہ تمہیں ہرگز یہ زیب نہیں دیتا۔ کہ اپنی بیعت کے لیے لوگوں سے رابطہ قائم کرو۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ امام موسیٰ کاظم نے خلیفہ وقت ہادی عباسی کے حق میں بھی اس کی حکومت کی بقاء کی دعا کی۔ اگر اس کی خلافت کا جواز نہ ہوتا۔ تو پھر اس کے بقاء کی دعا مانگنا ایک امامِ وقت سے کیوں کر متصور ہو سکتا ہے؟

نوٹ:

ان دونوں باتوں میں واضح تعارض موجود ہے۔ یعنی ایک بات یہ کہ امام موسیٰ کاظم رضی
جناب حسین بن علی کو لڑنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے مدمقابل کو فاسق اور مشرک کہہ رہے
ہیں۔ دوسری بات یہ کہ خلیفہ کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ امام
موسیٰ کاظم (معاذ اللہ) منافقانہ طرز اپنائے ہوئے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز ان سے دونوں
باتیں سرزد نہیں ہو سکتیں۔ یہ بھی ان بناوٹی "محبانِ ائمہ اہل بیت" کی ناپاک سازش ہے
اور اہل بیت سے مخفی دشمنی و عداوت کا ایک نمونہ ہے۔ جو میٹھے میں زہر ملا کر عوام کے عقائد
کو ذبح کرنے کی ان کی دیرینہ عادت بلکہ فطرت ہے۔

اگر کوئی شیعہ اس تعارض کی یہ توجیہہ بیان کرے۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جناب
حسین بن علی کے اندرون خانہ اور دلی طور پر دشمن تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان کے مقابلہ میں
امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ لہٰذا خلیفہ وقت کے حق میں دعا کرنا حق ہے۔ تو اس توجیہہ کے بارے
میں گزارش ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں امامت و خلافت دونوں کا استحقاق ایک ہی شخصیت
میں اور وہ بھی منصوص من اللہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ تو اس عقیدہ کی بنا پر امام موسیٰ کاظم رضی
خلافت و امامت دونوں کے حامل تھے۔ اگر حسین بن علی کے دعویٔ امامت پر انہوں نے
ناراضگی کا اظہار کیا۔ تو ہادی عباسی کے دعویٔ امامت پر رضامندی کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے
معلوم ہوا۔ کہ جب امام موسیٰ کاظم وقت کے عباسی خلیفہ کی خلافت کی بقا چاہتے ہیں۔ اور
اپنی صرف امامت کا تحفظ کر رہے ہیں۔ تو امامت و خلافت دو الگ الگ امر ہوئے۔
حالانکہ اہل تشیع انہیں ایک ہی سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نہ ہی امامت منصوص من اللہ
ہوتی ہے۔ اور نہ ہی خلافت کے لیے کسی قسم کی نص کا ہونا ضروری ہے۔ یہی حسین بن علی
ہیں۔ کہ دعویٔ امامت کے بعد الوداع کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظم نے انہیں بہت سی

اپنی وصیتیں کیں۔ اور جام شہادت نوش کرنے پر ان کی تعریف و توصیف کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جب امام موسیٰ کاظم انہیں زندگی اور شہادت کے بعد ان نیک الفاظ سے یاد کر رہے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ انہیں خارج از اسلام قرار دیں۔ یہ سب کرتوت ان نام نہاد "شیعان علی" کے ہیں۔ جن کے زمانہ میں دعویٰ امامت کیا۔ وہ ان کی تعریفیں کریں۔ اور یہ ہیں کہ صدیوں بعد انہیں برا بھلا کہہ کر نہ جانے کون سی پرانی عداوت کا بدلہ لے رہے ہیں۔ ذرا بتلایئے تو کہ آخر حسین بن علی نے کونسا جرم کیا؟ شریعت کے کس رکن کی مخالفت کی؟ جس کی بنا پر انہیں کافر اور قیامت کو روسیاہ ثابت کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اپنی بیعت لینے کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول کی اتباع لازم ٹھہرائی۔ لوگوں میں عدل و مساوات کا اعلان کیا۔ اس اعلان پر تمام افراد اہل بیت نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کفن و دفن کو جنتی کہیں تو ان اہل تشیع کو کون سی تکلیف ہے۔ کہ جس کی بنا پر انہیں اسلام سے خارج کیا جا رہا ہے۔ کیا یہی کا نام "محبت اہل بیت" ہے۔ لیکن یہ سب کچھ امامت و خلافت کے لیے منصوص من اللہ کی شرط لگانے سے وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ اس لیے یہی بہتر ہے۔ کہ اس شرط کو من گھڑت قرار دیا جائے۔ اور حضرات اہل بیت کے احترام کو قائم رکھا جائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے پنجم

امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر نے امامت کا دعوے کیا

امام علی رضا از تاریخ ائمہ

حضرت امام علی رضا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھویں خلیفہ اور مسلمانوں کے آٹھویں امام تھے۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۵۳ھ ہجری (۷۷۰ء) کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۳ ذی قعدہ ۲۰۳ھ ہجری (۸۱۸ء) کو شہر طوس (صوبۂ خراسان) میں زہر سے شہید ہو کر وہیں دفن ہوئے۔ خراسان میں حضرت کا روضہ نہایت عالی شان اور جلیل القدر ہے۔ ۳۰ سال تک اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے۔ ۱۸۳ھ ہجری میں امام مقرر ہوئے۔ اور ۵۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

(تاریخ ائمہ ص ۵۲۳ آٹھواں باب)

محمد بن جعفر کا مرتبہ و مقام از کتب شیعہ

خاندان اہل بیت میں سے محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے بعد "امیر المومنین" کے لقب سے ان کو ہی پکارا گیا۔ یہ اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے "دیباج" کہلاتے۔ اہل بیت و دیگر علمائے کرام میں ان کی شخصیت نہایت مستند تھی۔ بڑے بڑے محدثین کرام نے ان سے روایتِ حدیث کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مقاتل الطالبین:

وَقَدْ رَوَى الْحَدِيْثَ وَ اَكْثَرُ الرِّوَايَةِ عَنْ اَبِيْهِ وَ نَقَلَ عَنْهُ الْمُحَدِّثُوْنَ مِثْلُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عُمَرَ الْعَبْدِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ وَ اِسْحَاقَ مُوْسَى الْاَنْصَارِيْ وَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْوُجُوْهِ۔

(مقاتل الطالبین۔ ص ۵۳۸، تذکرہ محمد بن جعفر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جناب محمد بن جعفر نے حدیث کی روایت کی۔ اور زیادہ تر روایات ان کے اپنے والد گرامی سے ہیں۔ پھر ان سے اکابر محدثین مثلاً محمد بن ابی عمر العبدی، محمد بن سلمہ، اسحاق بن موسےٰ انصاری وغیرہ نے روایتِ حدیث کی۔

مقاتل الطالبین:

ذُكِرَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ بِحَضْرَةِ اَبِي الطَّاهِرِ

اَحْمَدَ بْنِ عِیْسٰی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ فَسَمِعْنَا اَبَا الطَّاھِرِ یُحْسِنُ الثَّنَآءَ عَلَیْہِ وَ قَالَ کَانَ عَابِدًا فَاضِلًا وَ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا وَ یُفْطِرُ یَوْمًا۔

(مقاتل الطالبین ص ۵۳۸ تذکرہ محمد بن جعفر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ابو طاہر احمد بن عیسے بن عبد اللہ کے سامنے کیا گیا تو ہم نے ابو طاہر سے ان کے بارے میں تعریفی الفاظ سنے۔ فرمایا وہ عبادت گزار، علوم دینیہ کے فاضل اور ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرنے والے تھے۔

محمد بن جعفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ تھے

فرق الشیعہ:

اِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرَ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْہِ جَعْفَرَ یَوْمًا وَ ھُوَ صَبِیٌّ صَغِیْرٌ فَعِنْدَ اللّٰہِ فَکَبَا فِیْ قَمِیْصِہٖ وَ وَقَعَ نَحْرَ وَجْھِہٖ فَقَامَ اِلَیْہِ جَعْفَرُ وَ قَبَّلَہٗ وَ مَسَحَ التُّرَابَ عَنْ وَجْھِہٖ وَ وَضَعَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ وَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ اِذَا وُلِدَ لَکَ وَلَدٌ یُشْبِھُنِیْ فَسَمِّہٖ بِاِسْمِیْ فَھُوَ شَبِیْھِیْ وَ شَبِیْہُ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ ۔

(فرق الشیعہ ص ۷۶ تا ۷۷ مطبوعہ
نجف اشرف۔ طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن جعفر ایک مرتبہ اپنے والد گرامی امام جعفر صادق کے پاس بچپن میں حاضر ہوئے۔ دوڑ کر آئے۔ اور قمیص گھسیٹتے آئے۔ آکر ان کے بالکل سامنے کھڑے ہو گئے۔ امام جعفر اٹھے اور انہیں بوسہ دیا۔ ان کے چہرہ سے مٹی جھاڑی۔ اور اپنے سینہ پر بٹھایا۔ اور فرمانے لگے۔ میرے والد گرامی نے مجھے ارشاد فرمایا تھا۔ جب تمہارے گھر کوئی بچہ میرا ہم شکل پیدا ہو۔ تو میرے نام پر اس کا نام رکھنا پس وہ میرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شبیہ ہوگا

محمد بن جعفر اور ان کے رفقاء خیر پر تھے

مقاتل الطالبین:

حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ مُؤَمَّلًا یَقُوْلُ رَاَیْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ بِمَکَّۃَ فِیْ سَنَۃٍ بِمِائَتَیْ رَجُلٍ مِنَ الْجَارُوْدِیَّۃِ وَعَلَیْهِمْ ثِیَابُ الصُّوْفِ وَسِیْمَاءُ الْخَیْرِ ظَاهِرٌ۔

(مقاتل الطالبین ص ۵۳۸)

ترجمہ:
یحییٰ بن الحسن کہتا ہے۔ کہ میں نے مؤمل کو یہ کہتے سنا۔ میں نے محمد بن

جعفر کو دو سو چار و دی مردوں کے ہمراہ مکہ میں نماز پڑھنے کے لیے جاتے دیکھا ان لوگوں نے اونی کپڑے پہن رکھے تھے اور ان پر خیر و بھلائی کے آثار نمایاں تھے۔

محمد بن جعفر بہت سخی اور کیاض تھے

مقاتل الطالبین:

كَانَتْ خَدِيْجَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ تَحْتَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَكَانَتْ تَذْكُرُ اَنَّهُ مَا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِمْ قَطُّ فِيْ ثَوْبٍ فَرَجَعَ حَتّٰى يَهَبَهُ۔

(مقاتل الطالبین ص ۵۳۸)

ترجمہ:

محمد بن جعفر کی بیوی خدیجہ بنت عبداللہ بن الحسین کہا کرتی تھیں۔ کہ جب کبھی محمد بن جعفر باہر تشریف لے جاتے تو واپسی پر ان کپڑوں کو جو انہوں نے زیب تن کیے ہوتے۔ ہبہ کر دیتے تھے۔

مختصر یہ کہ محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ تھی۔ جو کہ ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ اپنے دور میں کوئی ان کے ہم پلہ نہ تھا۔ خود عالم حدیث تھے۔ اور بڑے بڑے محدثین کرام نے ان سے حدیث پاک کی روایت کی۔

صوم داؤدی (ایک دن افطار ایک دن روزہ) کے پابند تھے۔
سخی ایسے کہ ایک کپڑا دوبارہ نہ پہنتے بلکہ کسی مستحق کو ہبہ کر دیتے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس نامور صاحبزادے کو اہلِ تشیع نے خود ساختہ شرطِ امامت کی وجہ سے موردِ طعن قرار دیا۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو من گھڑت شرط کی بنا پر اسلام سے ہی خارج کر دیا۔ کیا یہ آلِ رسول سے دشمنی نہیں؟

امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر اور کئی دوسرے حضرات کے دعویٔ امامت کا ثبوت

جناب امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے مقابل چھ آدمیوں نے دعویٔ امامت کیا۔ یہ سب کے سب اہلِ بیت میں سے تھے۔ اور حسنی، حسینی سادات تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ محمد بن ابراہیم۔	کوفہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔
۲۔ محمد بن سلیمان۔	مدینہ منورہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔
۳۔ علی بن محمد۔	بصرہ میں دعویٔ امامت کیا۔
۴۔ زید بن موسیٰ۔	بصرہ میں مدعیٔ امامت تھے۔
۵۔ ابراہیم بن موسیٰ۔	یمن میں امامت کے دعویدار ہوئے۔
۶۔ محمد بن جعفر۔	مکہ مکرمہ اور حجاز کے ارد گرد علاقہ جات میں امامت کے مدعی تھے۔

ان حضرات کا امام علی رضا کے ساتھ خاندانی اور نسبی تعلق درج ذیل نقشہ سے اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

امام حسن
حسن
ابراہیم
اسماعیل
ابراہیم
محمد
کوفہ میں دعویٰ امامت کیا۔
داؤد
سلیمان
محمد
مدینہ میں دعویٰ امامت کیا۔
علی
محمد
جعفر
محمد
علی
دونوں نے بصرہ میں دعویٰ امامت کیا
امام حسین
علی (زین العابدین)
امام باقر
امام جعفر
موسیٰ
زید
امام علی رضا
ابراہیم
یمن میں دعویٰ امامت کیا
محمد
مکہ اور اس کے اردگرد دعویٰ امامت کیا
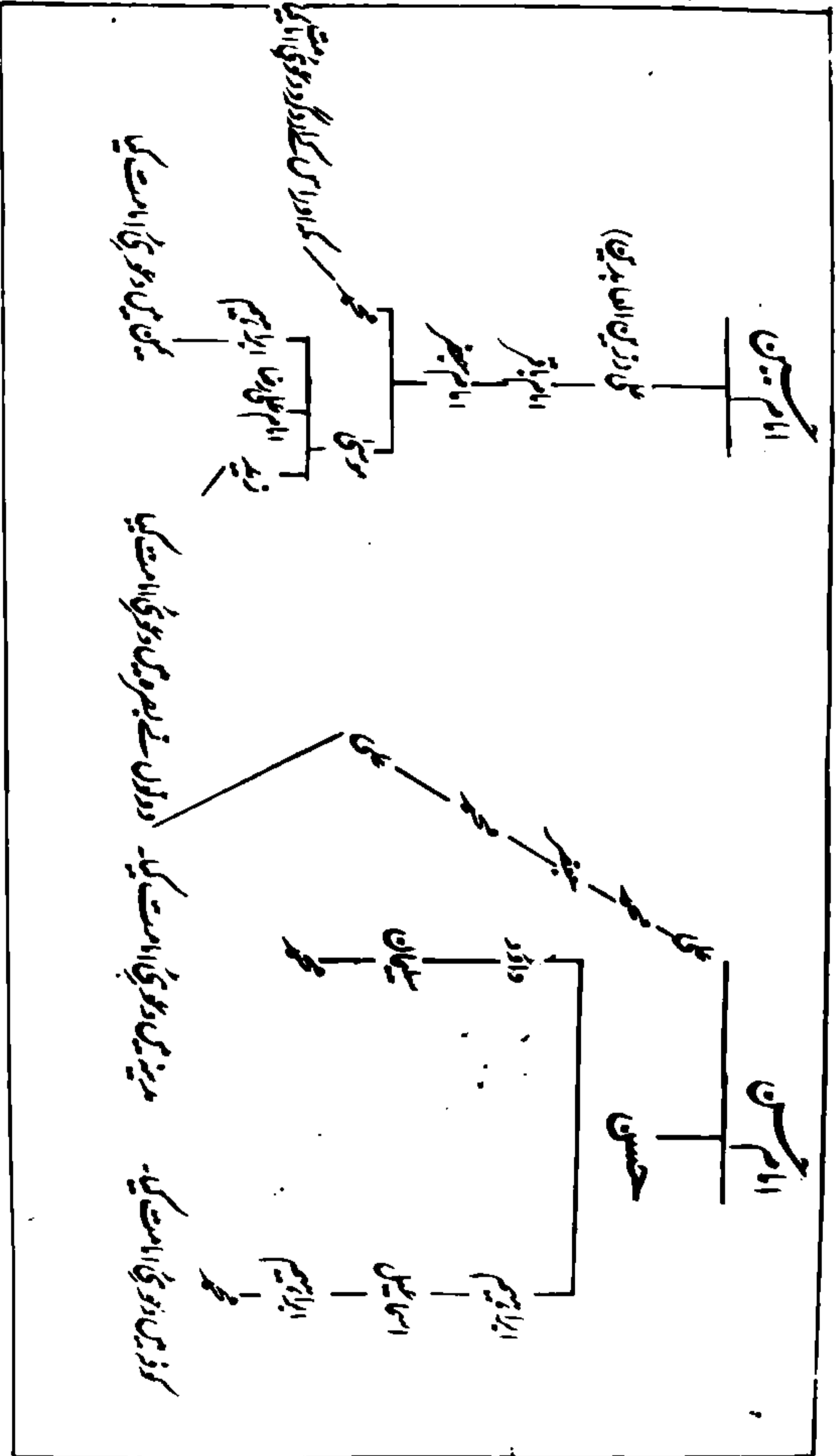
مروج الذہب

"خُرُوْجُ اَبِی السَّرَایَا، وَابْنِ طَبَاطَبَا وَقَوْمٍ مِنَ الْعَلَوِیِّیْنَ"

وَفِیْ سَنَۃِ تِسْعٍ وَتِسْعِیْنَ وَمِائَۃٍ خَرَجَ اَبُوْ السَّرَایَا السَّرِیُّ بْنُ الْمَنْصُوْرِ الشَّیْبَانِیْ بِالْعِرَاقِ وَاشْتَدَّ اَمْرُہٗ وَمَعَہٗ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِ اسْمٰعِیْلَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَھُوَ ابْنُ طَبَاطَبَا وَوَثَبَ بِالْمَدِیْنَۃِ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاؤُدَ ابْنِ الْحَسَنِ ابْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ وَوَثَبَ بِالْبَصْرَۃِ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَزَیْدُ بْنُ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ فَغَلَبُوْا عَلَی الْبَصْرَۃِ وَفِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ مَاتَ ابْنُ طَبَاطَبَا الَّذِیْ کَانَ یَدْعُوْا اِلَیْہِ اَبُوالسَّرَایَا وَاَقَامَ اَبُوْ السَّرَایَا مَقَامَہٗ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی ابْنِ زَیْدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ وَظَھَرَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ بِالْیَمَنِ وَھِیَ سَنَۃُ تِسْعٍ وَتِسْعِیْنَ وَمِائَۃٍ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ

الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَظَهَرَ فِي أَيَّامِ الْمَامُونِ بِمَكَّةَ وَ نَوَاحِي الْحِجَازِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَ ذٰلِكَ فِي سَنَةِ مِائَتَيْنِ وَدَعَا لِنَفْسِهِ ۔

(مروج الذہب للمسعودی۔ جلد سوم ص ۴۳۹۔ ذکر ایام المامون الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(ابوالسرایا، ابن طبا طبا اور کچھ علوی لوگوں کا خروج)

۱۹۹ھ ہجری میں عراق کے اندر ابوالسرایا السری نے خروج کیا۔ اور اس کا معاملہ سخت ہو گیا۔ اس کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی المرتضیٰ نے بھی خروج کیا۔ انہی کو ابن طبا طبا کہتے ہیں۔

ادھر مدینہ منورہ میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی المرتضیٰ نے خروج کیا۔ بصرہ میں خروج کرنے والے یہ دو شخص تھے (۱) علی بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی المرتضیٰ۔ (۲) زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ۔ انہوں نے بصرہ پر غلبہ بھی حاصل کر لیا۔

اسی سال (۱۹۹ھ) ابن طبا طبا کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ ان کی امامت کی طرف دعوت دینے والا ابوالسرایا تھا لہٰذا اس نے ان کی جگہ محمد بن یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ کو امامت کے منصب پر کھڑا کر دیا۔ اور اسی سال یمن میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی المرتضیٰ مدعیِ امامت ہوئے۔ اور خلیفہ مامون الرشید کے دور میں مکہ اور حجاز کے گرد نواح میں۔ محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے

امامت کا دعوٰے کیا۔ یہ سنہ ۲۰۰ھ کا واقعہ ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت بھی دی۔

خاندان سادات میں صرف محمد بن جعفر نے خود کو امیر المؤمنین کہلوایا۔

مروج الذہب

وَقِيْلَ اِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرَ هٰذَا دَعَا فِيْ بَدْءِ اَمْرِهٖ وَعُنْفُوَانِ شَبَابِهٖ اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَبَاطَبَا صَاحِبِ اَبِي السَّرَايَا فَلَمَّا مَاتَ ابْنُ طَبَاطَبَا وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ دَعَا لِنَفْسِهٖ وَيُسَمّٰى بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَيْسَ فِيْ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَمَنْ ظَهَرَ لِاِقَامَةِ الْحَقِّ مِمَّنْ سَلَفَ وَخَلَفَ قَبْلَهٗ وَبَعْدَهٗ مَنْ يُّسَمّٰى بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ هٰذَا وَكَانَ يُسَمّٰى بِالدِّيْبَاجَةِ لِحُسْنِهٖ وَبَهَائِهٖ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَهَآءِ وَالْكَمَالِ وَكَانَ لَهٗ بِمَكَّةَ وَنَوَاحِيْهَا قِصَصٌ۔

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۴۲۹ ذکر ایام المامون۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے۔ کہ محمد بن جعفر نے ابتداءً اور اپنی جوانی کے دوران لوگوں کو محمد بن طبا طبا کی امامت کی طرف دعوت دی۔ جو ابو السرایا کا ساتھی تھا۔ پھر جب ابن طبا طبا کا انتقال ہو گیا۔ اس کا نام محمد بن ابراہیم بن حسن بن حسن تھا۔ تو خود امامت کا دعوٰے کر کے اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اور امیر المومنین کے نام سے مشہور ہوئے۔ آل محمد میں خروج کرنے والوں کے اندر سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی ایسا شخص ہوا جو "امیر المومنین" کے لقب سے مشہور ہوا ہو سوائے محمد بن جعفر کی شخصیت تھی۔ انہیں "دیباج" بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کا حسن و جمال اور خوبصورتی زبانِ زدِ خواص و عوام تھی۔ ان کے حسن و جمال کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ مکہ اور اس کے گرد و نواح میں ان کا خروج، دعوئ امامت اور حسن و جمال کے قصہ جات عام تھے۔

مقاتل الطالبین

وَظَهَرَ فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَدَعَا اِلٰى نَفْسِهٖ وَبَايَعَ لَهٗ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ بِاَمْرِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا بَايَعُوْا عَلَيْهَا بَعْدَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اَحَدًا سِوٰى مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ۔

(مقاتل الطالبین ص ۳۷ ۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ان دنوں محمد بن جعفر بن محمد نے مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ اور لوگوں

کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے ان کی امارت کے لیے بیعت کی۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل مدینہ نے کسی اور کی ماسوائے محمد بن جعفر بحیثیت "امیر المومنین" کسی کی بیعت نہ کی۔

مقاتل الطالبین:

عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الطَّالِبِيِّيْنَ اجْتَمَعُوْا مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ فَقَاتَلُوْا هَارُوْنَ الْمُسَيِّبَ بِمَكَّةَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَفِيْهِمُ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْاَفْطَسُ، مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَعْرُوْفُ بِالسَّلِيْقِ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عِيْسٰى بْنِ زَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ زَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَتَلُوْا مِنْ اَصْحَابِهٖ مَقْتَلَةً عَظِيْمَةً وَطَعَنَهٗ خَصِيٌّ كَانَ مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ فَصَرَعَهٗ۔

(مقاتل الطالبین ص ۴۰۵ تذکرہ محمد بن جعفر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ محمد بن جعفر کے ساتھی ان کے ساتھ اکٹھے ہو گئے۔ اور ہارون المسیب سے کے ساتھ مکہ میں سخت لڑائی کی۔ اس جماعت میں حسین بن حسن افطس، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن، محمد بن الحسن المعروف بہ سلیق، علی بن عیسٰی بن زید، علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد بن تھے۔ اس جماعت نے ہارون

المسیب کے لشکر میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ اور ہارون المسیب کو محمد بن جعفر کی جماعت میں سے ایک خصی آدمی نے نیزہ مارکر زمین پر گرا دیا۔

لمحہ فکریہ!

گزشتہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کے بالکل قریبی چھ رشتہ داروں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان حضرات کے فضائل و مناقب سے کتب اہل تشیع بھری پڑی ہیں۔ ان چھ میں سے محمد بن جعفر شخصیت ہیں۔ جو قائم اللیل صائم الدہر، سخی، عالم بے مثال، محدث یکتا اور ہم شکل مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ دعویٰ امامت میں انہیں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خلافت کرنے کا موقعہ بھی پایا جس کی وجہ سے "امیر المؤمنین،، کہلائے اور یہ لقب امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کسی بھی آل بیت کے امام کو نہ مل سکا۔ مدینہ کے تمام لوگوں نے انہیں امام و خلیفہ تسلیم کیا۔ اور پھر ان کی بیعت میں ہارون المسیب سے جنگ بھی لڑی۔

اگر امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی امامت بقول اہل تشیع منصوص من اللہ ہوتی۔ تو اس شرط کا اہل بیت میں سے کسی نہ کسی کو ضرور علم ہوتا۔ اور امام علی رضا کو تو یقیناً ہوتا بلکہ ان کے مقابل امام محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی ہوتا۔ کیونکہ آپ بہت بڑے عالم محدث اور زاہد تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ اگر میں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ تو عالم، محدث اور زاہد و عابد کہاں مسلمان بھی نہ رہوں گا۔ لیکن انہوں نے دعوئ امامت کیا۔ لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ اور امام و خلیفہ تسلیم کیا۔ نہ کسی نے مذکورہ شرط امامت پیش کی۔ اور نہ ہی امام علی رضا نے اس کو وجہ اعتراض بنایا۔

بلکہ امام علی رضا کے چچا علی بن جعفر نے تو ان کی مخالفت کرنے پر مخالفین کو "باغی" قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

اصول کافی:

اِیْ وَاللّٰہِ نَحْنُ عُمُوْمَتُہٗ بَغَیْنَا عَلَیْہِ۔

(اصول کافی جلد اول کتاب الحجۃ باب ص ۳۸۰)

ترجمہ

خدا کی قسم! ہم ان کے چچا ہیں۔ ہم نے بھی ان کے خلاف بغاوت کی

تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا امامت و خلافت کیلئے "منصوص من اللہ" کی شرط لگانا بالکل لغو اور باطل محض ہے۔ ورنہ اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں امام علی رضا کے بھائی ان کے چچا اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ اور روسیاہ جہنمی قرار پائیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے ششم

محمد بن قاسم علوی نے امام علی تقی کے مقابلہ میں امامت کا دعوےٰ کیا

امام علی تقی از کتب شیعہ:

حضرت امام محمد تقی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خلیفہ اور مسلمانوں کے نزدیک امام تھے۔

۱۰/رجب ۱۹۵ھ ہجری (۸۱۱ء) کو پیدا ہوئے۔ اور صرف ۲۵ سال زندہ رہ کر ۲۹ یا ۳۰ ذی قعدہ ۲۲۰ھ (۸۳۵ء) کو زہر سے شہید ہو کر کاظمین میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۴۶۸ نواں باب

مطبوعہ لاہور)

تاریخ ائمہ کے حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ ۲۲۵ھ تک کا زمانہ وہ تھا۔ جس میں امام تقی امامت و خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ تاریخی شواہد ہیں۔ کہ اسی دور میں دو اور شخصوں نے دعویٰ امامت کیا۔ ان میں سے ایک عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ تھے اور دوسرے محمد بن قاسم علوی تھے۔ (کامل ابن اثیر) ان دونوں حضرات کا امام تقیؒ کے

ساتھ خاندانی اور نسبی رشتہ درج ذیل نقشہ سے معلوم ہوتا ہے۔
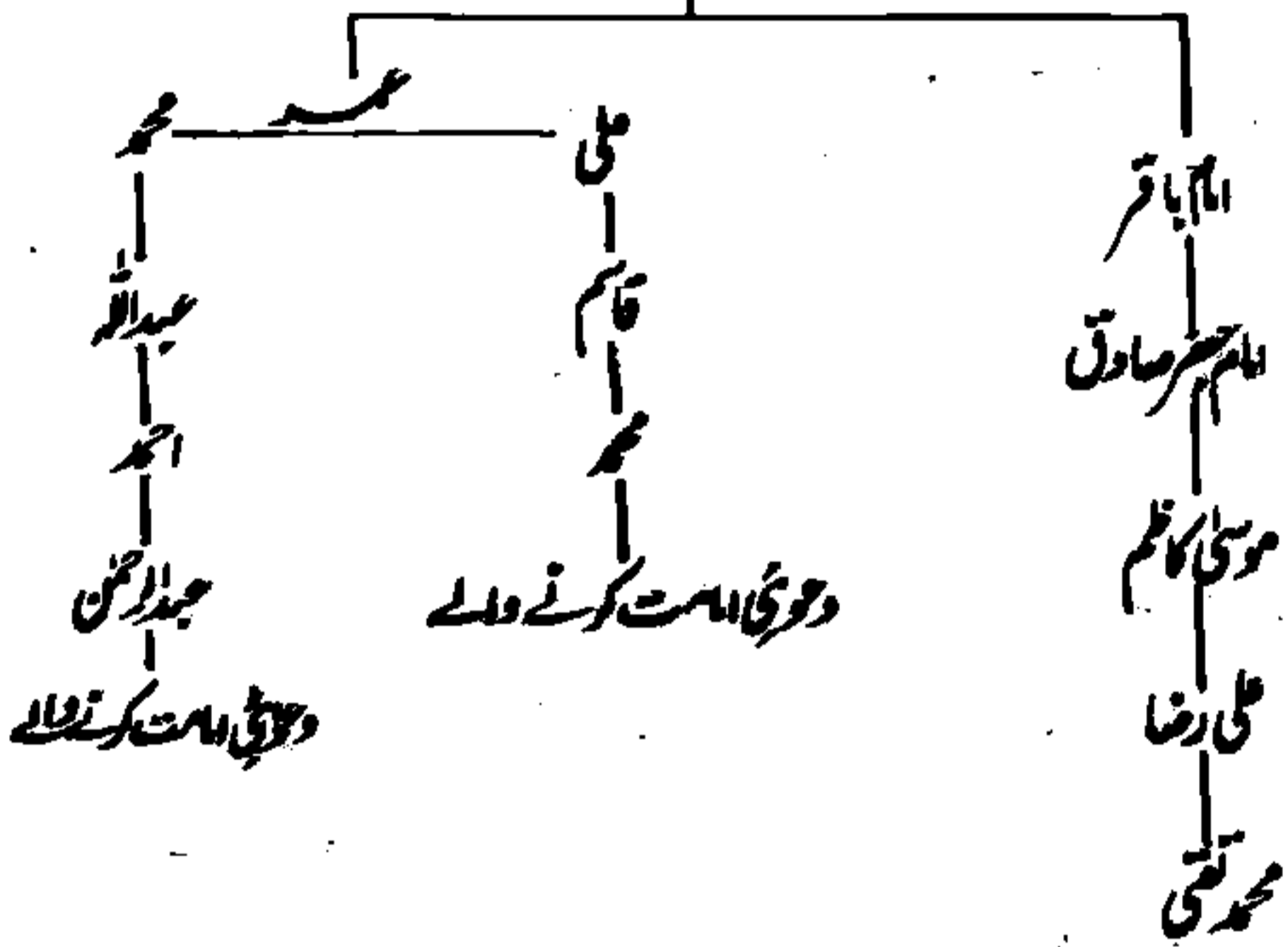
نقشہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں جن دو شخصوں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک ان کے حقیقی چچا تھے۔ (محمد بن قاسم علوی) اور دوسرے ان کے چچا زاد بھائی تھے۔

محمدؒ بن قاسم علوی کا مقام اور دعوائے امامت

مروج الذہب:

وَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَ هِيَ سَنَةُ تِسْعَ عَشَرَ وَمِائَتَيْنِ. اَخَافَ الْمُعْتَصِمُ مُحَمَّدَ بْنَ الْقَاسِمِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَ كَانَ بِالْكُوْفَةِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَالزُّهْدِ وَالْوَرَعِ فِي نِهَايَةِ الْوَصْفِ فَلَمَّا خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ هَرَبَ فَصَارَ اِلٰى خُرَاسَانَ فَتَنَقَّلَ مِنْ مَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ مِنْ كُوْرِهَا كَمَرْوَ وَ سَرْخَسَ وَ الطَّالِقَانِ وَ نَسَا فَكَانَتْ لَهُ هُنَاكَ حُرُوْبٌ وَكَوَائِنُ وَانْقَادَ اِلَيْهِ وَ اِلٰى اِمَامَتِهِ خَلْقٌ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد سوم
ص ۴۶۴ ذکر ایام المعتصم محمد بن ہارون الرشید
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

۲۱۹ھ ہجری میں عباسی خلیفہ المعتصم نے جناب محمد بن القاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ کو ڈرایا دھمکایا۔ یہ کوفہ میں مقیم تھے۔ اور عبادت، زہد اور تقوٰے میں کامل شخصیت تھے۔ جب انہیں اپنی ذات کا خوف محسوس ہوا۔ تو خراسان کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس کے

گردونواح کے علاقہ جات مثلاً مرو، سرخس، طالقان اور نسا میں گھومے پھرے پھر ان علاقہ جات میں انہوں نے بہت سی لڑائیاں بھی لڑیں۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے احکام کی بجاآوری کی۔

مقاتل الطالبین:

وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ وَاُمُّهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ مُوسَى بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَيُكَنَّى اَبَا جَعْفَرَ وَكَانَتِ الْعَامَّةُ تُلَقِّبُهُ الصُّوفِيُّ لِاَنَّهُ كَانَ يُدْمِنُ لُبْسَ الثِّيَابِ مِنَ الصُّوفِ الْاَبْيَضِ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَ الْفِقْهِ وَ الدِّيْنِ وَ الزُّهْدِ وَ حُسْنِ الْمَذْهَبِ۔

(مقاتل الطالبین ص ۵۷۷، ۵۷۸،
تذکرہ محمد بن القاسم بن علی طبع بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن قاسم بن علی بن عمران کی والدہ صفیہ بنت موسیٰ بن عمر تھیں۔ ابوجعفر ان کی کنیت مقرر تھی۔ اور عوام انہیں "صوفی" کہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے سفید رنگ کے اُونی کپڑے زیب تن کئے ہوتے تھے۔ صاحب علم، فقہ اور زہد تھے۔ اور مذہب کے اعتبار سے بہت خوب تھے۔

ٹ

مقاتل الطالبین:

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ غَسَّانَ فَعَرَضُوْا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ كُلَّ شَيْءٍ نَفِيْسٍ مِنْ مَالٍ وَجَوْهَرٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْبَلْ اِلَّا مُصْحَفًا جَامِعًا كَانَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاهِرٍ فَلَمَّا قَبِلَهٗ سُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بِذٰلِكَ وَاِنَّمَا قَبِلَهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ يُدَرِّسُ فِيْهِ ..... قَالَ وَمَا رَاَيْتُ قَطُّ اَشَدَّ اِجْتِهَادًا مِنْهُ وَلَا اَعَفَّ وَلَا اَكْثَرَ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَعَ شِدَّةِ نَفْسٍ وَاِجْتِمَاعِ قَلْبٍ مَا ظَهَرَ مِنْهُ جَزْعٌ وَلَا اِنْكِسَارٌ وَلَا خُضُوْعٌ فِي الشَّدَائِدِ الَّتِيْ مَرَّتْ بِهٖ وَاِنَّهُمْ مَا رَاَوْهُ قَطُّ مَازِحًا وَلَا هَازِلًا وَلَا ضَاحِكًا۔

(مقاتل الطالبین ص ۵۸۴ تذکرہ محمد بن القاسم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابراہیم بن غسان نے کہا۔ لوگوں نے محمد بن القاسم کی خدمت میں قیمتی، بہترین چیز پیش کی۔ مال و جواہر وغیرہ میں سے لیکن انہوں نے ان میں سے صرف عبداللہ بن طاہر کا جمع کردہ قرآن کا نسخہ قبول کیا۔ اس کے قبول فرمانے پر عبداللہ بہت خوش ہوا۔ قرآن کریم کا یہ نسخہ انہوں نے اس لیے قبول کیا تاکہ اس کی تلاوت کر سکیں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اجتہاد کرنے والا، زیادہ معاف کرنے والا اور اللہ کا دلجمعی کے

ساتھ ذکر کرنے والا نہ پایا۔ ان سے کبھی گریہ وزاری اور بے صبری دیکھنے میں نہ آئی۔ اور اپنے اوپر گزرنے والی پریشانیوں اور مصیبتوں میں کبھی فریاد کرتے نہ دیکھا۔ لوگوں میں سے کسی نے ان کو نہ مذاق کرتے دیکھا۔ نہ فضول بات کرتے اور نہ ہی کھل کر ہنستے دیکھا۔

لمحہ فکریہ:

نواسۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جناب محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کتب شیعہ سے آپ نے ملاحظہ کی۔

آپ صاحب علم وورع تھے۔

حامل فقہ اور عابد بے مثل تھے۔

دنیوی اشیاء کا انہیں لالچ نہ تھا۔

قرآن کریم سے انتہائی عقیدت تھی۔

بے شمار مصیبتوں میں گھر جانے کے باوجود کبھی کسی نے ان کو فریاد کرتے نہ دیکھا۔

یہ تمام صفات اس امر کی گواہی دے رہی ہیں۔ کہ موصوف مذکور اعلیٰ درجے کے نیک اور جنتی انسان تھے۔ ایمان میں کامل اور زندگی میں مکمل تھے۔ ان صفات حسنہ کا مالک اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہونا کتنا عظیم شرف ہے۔ لیکن ایک من گھڑت شرط کی بنا پر اہل تشیع کے نزدیک ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے صرف اور صرف امامت کا دعوے کرنے پر یہ دائرۂ اسلام سے خارج اور روسیاہ جہنمی قرار پا گئے (معاذ اللہ)

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک آل رسول میں سے صرف چند حضرات (ائمہ اثنا عشریہ) قابل احترام ہیں۔

(لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ بلکہ کوئی بھی ان کی شر سے محفوظ نہ رہ سکا۔) ان چند شخصیات کے علاوہ آلِ رسول میں سے چاہے کوئی کتنا بڑا محدث، عالم، زاہد، سخی، عابد، شجاع، اور شدائد میں صبر و استقامت کا پہاڑ ہو۔ ان کے نزدیک وہ قابلِ گردن زدنی ہے۔ کیا اسی کا نام "محبتِ اہل بیت" ہے؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے ہفتم

یحییٰ بن عمر نے امام علی نقی کے مقابلہ میں

امامت کا دعوای کیا

حضرت امام علی نقی از کتب شیعہ: تاریخ ائمہ۔

حضرت امام نقی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دسویں خلیفہ اور مسلمانوں کے دسویں امام تھے۔ ۵/رجب ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۳/رجب ۲۵۴ھ (مطابق ۸۶۸ء) کو زہر سے شہید ہوئے اور بمقام سر من رائے دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

(تاریخ آئمہ ص ۱۷۳/دسواں باب
مطبوعہ لاہور)

جناب امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امامت میں انہی کے خاندان میں سے چند

افراد نے امامت کا دعویٰ کیا۔

۱۔ یحییٰ بن عمر نے کوفہ میں۔

۲۔ طبرستان میں حسن بن زید نے،

۳۔ قزوین میں حسن بن اسماعیل نے امامت کا دعویٰ کیا۔

ان تینوں مدعیانِ امامت کا نسبی تعلق امام علی نقی کے ساتھ درج ذیل نقشہ سے ملاحظہ فرمائیں۔
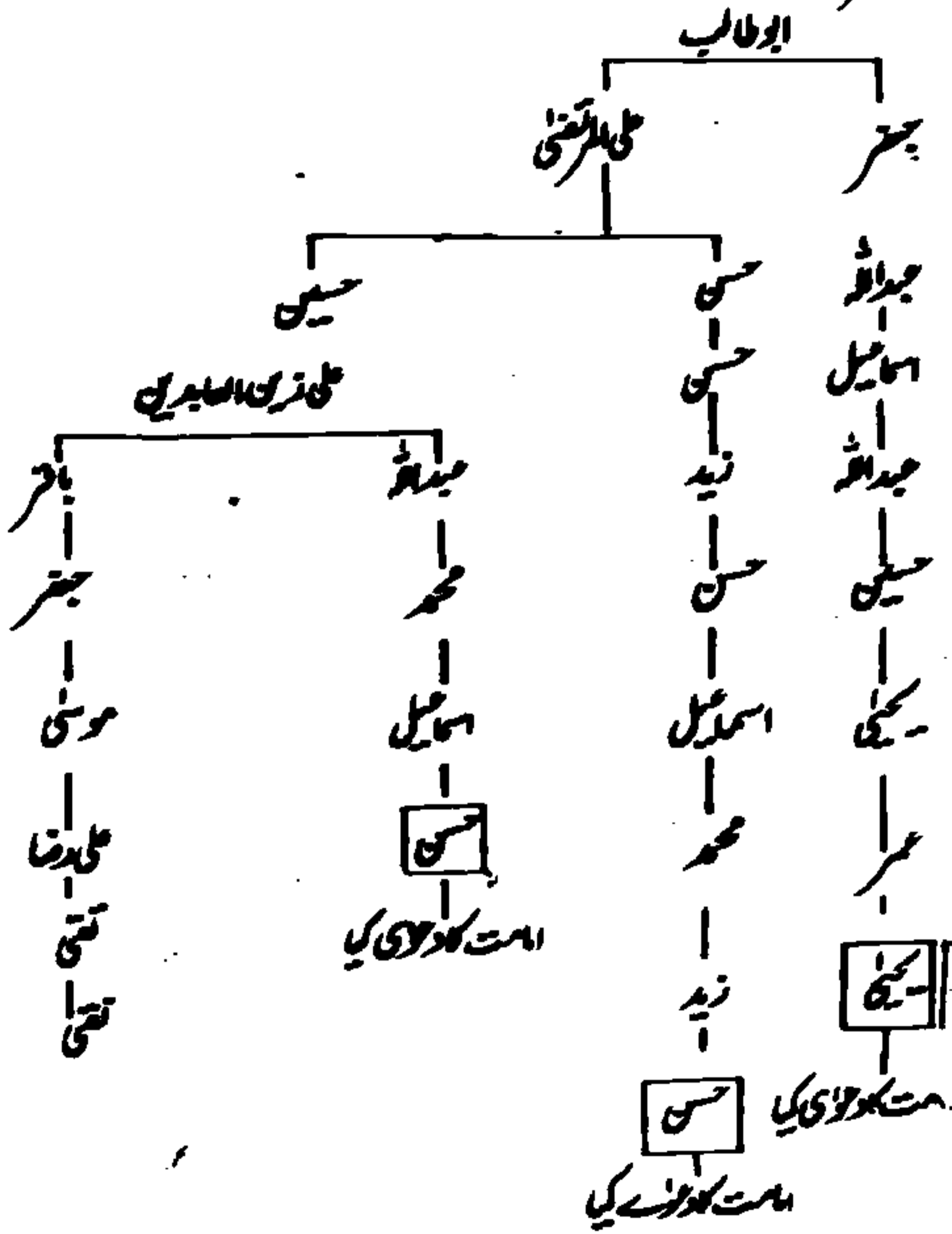
اس نقشہ کے مطابق ان تین افراد میں سے ایک چچازاد بھائی (حسن بن زید) اور دوسرے چچا (یحییٰ بن عمر) اور تیسرے دادا یعنی علی رضا کے چچازاد بھائی (حسن بن اسماعیل) ہیں۔ اس نسب نامہ کی توثیق و تفصیل مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۲ تا ۶۹ پر ملاحظہ کریں۔

حسن بن زید کا دعوائے امامت (قزوین میں)

مروج الذہب:

ظُهُوْرُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ الْعَلَوِيِّ فِيْ خِلَافَةِ الْمُسْتَعِيْنِ - وَ ذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ خَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ. ظَهَرَ بِبِلَادِ طَبَرِسْتَانَ الْحَسَنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَغَلَبَ عَلَيْهَا وَعَلٰى جُرْجَانَ بَعْدَ حُرُوْبٍ كَثِيْرَةٍ وَقِتَالٍ شَدِيْدٍ وَ مَا زَالَتْ فِيْ يَدِهٖ إِلٰى أَنْ مَاتَ سَنَةَ سَبْعِيْنَ وَ مِائَتَيْنِ،

(مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۸
ذکر ایام المستعین باللہ
احمد بن محمد مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

عباسی خلیفہ المستعین باللہ کے دور میں ۲۵۰ ہجری میں طبرستان کے علاقہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل نے ظہور کیا (یعنی دعوائے امامت کیا)

ان آبادیوں پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اور جرجان بھی زیر تصرف آ گیا جن پر قبضہ کرنے کے لیے بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ اور بہت قتال کرنا پڑا یہ علاقہ جات ۲۷۰ھ ہجری یعنی ان کے انتقال کے وقت تک ان کے زیر قبضہ رہے۔

حسن بن اسماعیل کا دعوئے امامت (قزوین میں)

مروج الذہب:

فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَهِیَ سَنَةُ خَمْسِیْنَ وَمِائَتَیْنِ ظَهَرَ بِقَزْوِیْنِ الْکُرْکِیْ وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۹)

ترجمہ:

۲۵۰ھ ہجری میں قزوین کے اندر حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ نے ظہور کیا۔ (یعنی امامت کا دعویٰ کیا۔

یحییٰ بن عمر اور ان کا دعویٰ امامت

نوٹ:

چونکہ عنوان میں امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ یحییٰ بن عمر کی امامت کا دعوے تحریر تھا اس لیے ہم نے بقیہ دو حضرات کے مقام و مرتبہ کو ذکر نہیں کیا۔ تاکہ اختصار ہو سکے یحییٰ بن عمر کا مقام و مرتبہ اور دعویٰ امامت کا ثبوت از کتب شیعہ ملاحظہ ہو۔

مروج الذہب:

وَظَهَرَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةُ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ بِالْكُوْفَةِ أَبُو الْحَسَنِ يَحْيَى بْنُ عُمَرَ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ الطَّيَّارِ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمٰعِيْلَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ الطَّيَّارِ وَقِيْلَ إِنَّ ظُهُوْرَهُ كَانَ بِالْكُوْفَةِ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ فَقُتِلَ وَحُمِلَ رَأْسُهُ إِلَى بَغْدَادَ وَصُلِبَ فَضَجَّ النَّاسُ مِنْ ذٰلِكَ لِمَا كَانَ فِيْ نُفُوْسِهِمْ مِنَ الْمَحَبَّةِ لَهُ لِأَنَّهُ اسْتَفْتَحَ أُمُوْرَهُ بِالْكَفِّ عَنِ الدِّمَاءِ وَالتَّوَرُّعِ عَنْ أَخْذِ شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ وَأَظْهَرَ الْعَدْلَ وَالْإِنْصَافَ -------- فَقَالَ لِابْنِ طَاهِرٍ --- أَيُّهَا الْأَمِيْرُ إِنَّكَ لَتُهَنَّأُ بِقَتْلِ

رَجُلٍ لَوْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا لَعُزِّىَ بِهٖ۔

(مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۲، ۶۴ ذکر ایام المستعین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

۲۴۸ھ میں کوفہ کے اندر یحییٰ بن عمر بن یحییٰ نے ظہور (دعوائے امامت) کیا۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین بن عبد اللہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے دعوائے امامت کوفہ میں ۲۵۰ھ میں کیا۔ پھر انہیں شہید کر دیا گیا۔ ان کا سر کاٹ کر بغداد لے جایا گیا۔ اور وہاں جب سولی پر لٹکایا گیا تو لوگوں میں سخت اضطراب اور پریشانی لاحق ہوئی۔ لوگ ان سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں کے مسائل بغیر کسی قتل و غارت کے حل کیے۔ اور ان میں عدل و انصاف قائم کیا تھا۔۔ ۔۔۔۔ (یحییٰ بن عمر کی شہادت کے بعد جب عباسی خلیفہ کے ایک نمائندے "ابن طاہر" نے ان کی شہادت اور حکومت کی فتح کی خبر داؤد بن قاسم کو دی۔ تو ابن طاہر کو داؤد بن قاسم نے جواباً کہا۔ اے امیر! تو ایک ایسے شخص کی شہادت کی خبر دے رہا ہے۔ (اور اس پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔) اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود ہوتے۔ تو لوگ آپ سے اس پر تعزیت کرتے۔

مروج الذہب:

وَقَدْ رُثِيَ اَبُو الْحُسَيْنِ يَحْيَى بْنُ عُمَرَ بِاَشْعَارٍ

كَثِيْرَةٍ وَ قَدْ أَتَيْنَا عَلَى خَبَرِ مَقْتَلِهِ وَمَا رُثِيَ بِهِ مِنَ الشِّعْرِ فِي الْكِتَابِ الْأَوْسَطِ وَ مِمَّا رُثِيَ بِهِ مَا قَالَهُ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ طَاهِرٍ الشَّاعِرُ مِنْ قَصِيْدَةٍ طَوِيْلَةٍ ؎

۱۔ سَلَامٌ عَلَى الْإِسْلَامِ فَهُوَ مُوَدَّعٌ ۔۔۔ إِذَا مَا مَضَى آلُ النَّبِيِّ فَوَدَّعُوا

۲۔ فَقَدْنَا الْعُلَى وَالْمَجْدَ عِنْدَ افْتِقَادِهِمْ ۔۔۔ وَأَضْحَتْ عُرُوْشُ الْمَكْرُمَاتِ تَضَعْضَعُ

۳۔ أَتَجْمَعُ عَيْنٌ مِنْ نَوْمٍ وَ مَضْجَعٍ ۔۔۔ وَلِابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي التُّرْبِ مَضْجَعُ

۴۔ نَقَدْ أَقْفَرَتْ بَيْتُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ مِنَ الدِّيْنِ وَالْإِسْلَامِ فَالدَّارُ بَلْقَعُ

۵۔ وَقُتِّلَ آلُ الْمُصْطَفٰى فِي خِلَالِهَا ۔۔۔ وَبُدِّدَ شَمْلٌ مِنْهُمْ لَيْسَ يُجْمَعُ

۶۔ أَلَمْ تَرَ آلَ الْمُصْطَفٰى كَيْفَ تُصْطَفٰى ۔۔۔ نُفُوْسُهُمْ أُمُّ الْمَنُوْنِ فَتُتْبَعُ

۷۔ أَخِلْتُمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرْعٰى حُقُوْقَكُمْ ۔۔۔ وَحَقُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْكُمْ مُضَيَّعُ

۸۔ وَأَضْحَوْا يَرْجُوْنَ الشَّفَاعَةَ عِنْدَهُ ۔۔۔ وَلَيْسَ لِمَنْ يَرْمِيْهِ بِالْوِتْرِ يَشْفَعُ

(مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۴
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جناب ابوالحسین یحییٰ بن عمر کی شہادت پر بہت سے اشعار بطور مرثیہ کہے گئے۔ ہم نے "الکتاب الاوسط" میں ان اشعار کو ذکر کیا ہے۔ جو ان کی قتل گاہ اور شہادت کے وقت ایسے اشعار پڑھے گئے۔ ان مرثیہ اشعار میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ جو احمد بن طاہر نے ایک طویل قصیدہ میں کہے ہیں۔

جب آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میدانِ جنگ میں الوداع کیا جا رہا ہے

تو اسلام بھی انہیں الوداع کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو سلامتی عطا کرے۔ آل بیت کے انتقال اور وصال کے بعد ہم نے بزرگی اور بلند مرتبی کھو دی اور بزرگیوں کے عرش پر کپکپی طاری ہونے لگی۔ کیا یہ دو باتیں اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے خاک و خون میں لپٹ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف آنکھ نرم بستر پر سونے کی فکر میں ہو؟۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ویران ہو گیا۔ کیونکہ اس کے رہنے والے جو دیندار اور اسلام کے ستون تھے۔ انہیں ختم کر دیا گیا۔ اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو قتل کر دیا گیا۔ اور ان کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا گیا۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے۔ کہ موت کی ماں یعنی جنگ ان حضرات کو ایک ایک کر کے ہضم کر رہی ہے۔ اور زمین سے اٹھا کر لے جا رہی ہے۔

کیا تم یہ خیال کیے بیٹھے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حقوق کی رعایت کرے گا۔ اور تم نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پامال کر دیئے۔

اور تم شفاعت مصطفےٰ کی امید لگائے بیٹھے ہو۔ کیا کسی تیر مارنے والے کی اس کے تیر سے شہید ہونے والا شفاعت کرتا ہے؟۔

مروج الذہب:

وَلَمَّا قُتِلَ يَحْيٰى جَزَعَتْ عَلَيْهِ نُفُوْسُ النَّاسِ جَزْعًا كَثِيْرًا وَرَثَاهُ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ وَحَزَنَ عَلَيْهِ الصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ وَجَزَعَ لِقَتْلِهِ الْعَلِيُّ وَالدَّنِيُّ وَفِيْ ذٰلِكَ يَقُوْلُ بَعْضُ شُعَرَاءِ عَصْرِهِ وَمَنْ جَزَعَ عَلٰى فَقْدِهٖ۔

۱۔ وَالْمُصَلّٰی وَالْبَیْتُ وَالرُّکْنُ وَالْحِجْرُ جَمِیْعًا لَهُمْ عَلَیْهِ عَوِیْلُ
۲۔ کَیْفَ لَمْ تَسْقُطِ السَّمَآءُ عَلَیْنَا یَوْمَ قَالُوْا اَبُو الْحُسَیْنِ قَتِیْلُ
۳۔ وَبَنَاتُ النَّبِیِّ یَنْدُبْنَ شَجْوًا مُوْجِعَاتٍ دُمُوْعُهُنَّ تَسِیْلُ
۴۔ قَتْلُهُ مُذْکِرٌ لِقَتْلِ عَلِیٍّ وَحُسَیْنٍ وَیَوْمَ اَوْدٰی الرَّسُوْلُ

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۶۵
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب یحییٰ بن عمر کو شہید کر دیا گیا۔ تو لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے اپنے غم کا اظہار کیا۔ قریب و بعید کے لوگوں نے مرثیہ خوانی کی۔ چھوٹا بڑا اُن پر غمگین ہوا۔ ان کی شہادت پر امیر و غریب سبھی دکھی ہوئے ہم عصر شعراء میں سے کسی شاعر نے اُن کے دُکھ درد کے اظہار کے طور پر درج ذیل اشعار کہے ہیں۔

مقام ابراہیم، بیت اللہ شریف، رکن یمانی اور حجر اسود سبھی ان کے قتل کیے جانے پر دکھی ہیں۔ جس دن لوگوں نے یہ سنا کر ابوالحسین یحییٰ بن عمر شہید کر دیئے گئے۔ تو کیوں نہ ہم پر آسمان گر پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں دکھ و درد کے مارے اُن کی جدائی میں رو رہی ہیں۔ اور ان کے آنسو لگاتار بہہ رہے ہیں۔ ان کا قتل تو ہمیں حضرت علی المرتضٰے کی شہادت یاد دلاتا ہے۔ اور امام حسین کی شہادت ہماری آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے۔ اور وہ وقت یاد آ جاتا ہے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے سپرد کیا جا رہا تھا۔

لمحہ فکریہ:

جناب امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جن تین حضرات نے اپنے ... علاقہ جات میں امامت کا دعویٰ کیا۔ اس کا ثبوت گزشتہ اوراق میں آپ کتب شیعہ سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اور ان کی باہمی رشتہ داریاں بھی معلوم ہو چکیں۔ پھر آخر میں ہم نے بطور خاص اور صرف نمونہ کے طور پر ان میں سے صرف ایک مدعیِ امامت جناب یحییٰ بن عمر کے فضائل اور مناقب ذکر کیے۔ یعنی یہ وہ شخصیت تھے۔ جو کہ امامت کے دعویٰ کے بعد اس میں کامیاب و کامران ہوئے۔

ان کو جب سولی پر لٹکایا گیا۔ تو ان کے ایک رشتہ دار داؤد بن قاسم نے عبداللہ طاہر کو کہا۔ آج اگر رسول خدا تشریف فرما ہوتے۔ تو پھر بھی تم ان کی شہادت کی خبر آپ کو آکر سناتے۔ یعنی یحییٰ بن عمر کو شہید کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی گئی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ یحییٰ بن عمر کو اس دور کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا بھی سمجھتے تھے۔ اور ان کے دکھ کو حضور کا دکھ گردانتے تھے۔ اس دور کے شعراء نے بھی انہی خیالات کو اپنے شعروں میں ذکر کیا۔ اور قاتلین کو محروم الشفاعت تک لکھا ہے۔

ان کی شہادت پر ہر ایک مرتبہ اور سطح کا آدمی غمزدہ ہوا۔ بلکہ کعبۃ اللہ، حجر اسود تک نے ان کی پریشانی میں ساتھ دیا۔ ان کی شہادت، شہادت حسین اور شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کرنے والی تھی۔

ان تمام اوصاف اور خوبیوں کو صرف اہل تشیع کے ایک قانون اور شرط نے تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

یعنی یہ کہ جو شخص بارہ مخصوص ائمہ کے دور میں دعویٰ امامت کرے گا۔ وہ جہنمی اور

قیامت کو رو سیاہ ہو کر اٹھے گا۔ اور یہ کہ امامت و خلافت کی خلاف ورزی اتنی بڑی سزا کی موجب اس لیے ہے۔ کہ یہ دونوں چیزیں "منصوص من اللہ" ہوتی ہیں۔ اہل تشیع کے اس من گھڑت اصل نے امام علی نقی کے تین رشتہ داروں کو یک جنبش قلم تمام اوصاف اور خوبیاں ہوتے ہوئے دوزخی قرار دے دیا۔ اور پھر اس من گھڑت اصل کے دعویدار آل رسول اور اہل بیت سے محبت کے بلاشرکتِ غیرے دعویدار بھی ہیں۔ ہمارا ان من گھڑت اصول سے پیچھا چھڑاؤ۔ اور طیب و طاہر لوگوں کی ذات پر کفر و شرک اور رو سیاہی کے فتوے لگانے کی بجائے اپنے دل کی سیاہی اور قیامت کی رسوائی کو دور کرنے کی فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے ہشتم

علی بن زید علوی نے امام حسن عسکری کے زمانہ میں ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا

امام حسن عسکری از تاریخ ائمہ:

حضرت امام حسن عسکری آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہویں خلیفہ اور مسلمانوں کے گیارہویں امام تھے۔ جمعہ ۸ / یا ۱۰ / ربیع الثانی ۲۳۲ھ (۸۴۶ء) کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ سال کی عمر تک اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہے۔ اور رجب ۲۵۴ھ میں حضرت کا انتقال ہو گیا تو مسلمانوں کے امام قرار پائے۔ اور صرف ۶ سال امام رہنے کے بعد آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ (۸۸۴ء) کو ۲۸ سال کی عمر میں بمقام سامرہ وفات پائی۔ اور وہیں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۶۷، ۲ گیارھواں باب۔ مطبوعہ لاہور)

حضرت امام حسن عسکری کے دور میں بھی چند حضرات نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان میں حسن بن زید، ابراہیم بن محمد اور علی بن زید کے نام مشہور ہیں۔ ان کے دعویٰ امامت کا ثبوت بحوالہ درج ذیل ہے۔

حسن بن زید کا دعویٰ امامت

مروج الذہب

ظُهُوْرُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ الْعَلَوِيِّ۔ فِيْ خِلَافَةِ الْمُسْتَعِيْنِ۔ وَذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ خَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ۔ ظَهَرَ بِبِلَادِ طَبَرِسْتَانَ الْحَسَنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَغَلَبَ عَلَيْهَا وَعَلٰى جُرْجَانَ بَعْدَ حُرُوْبٍ كَثِيْرَةٍ وَقِتَالٍ شَدِيْدٍ وَمَا زَالَتْ فِيْ يَدِهٖ اِلٰى اَنْ مَاتَ سَنَةَ سَبْعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ۔

(مروج الذہب جلد ۴ ص ۶۸ /
ذکر ایام المستعین باللہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عباسی خلیفہ مستعین باللہ کے دور خلافت میں سنہ ۲۵۰ھ میں حسن بن زید علوی نے ظہور یعنی امامت کا دعویٰ کیا۔ یہ دعویٰ طبرستان میں کیا گیا۔ پھر اس علاقہ پر اور اس کے ساتھ جرجان پر بھی ان کا تصرف ہو گیا۔

لیکن یہ تصرف بہت سی لڑائیوں کے بعد اور سخت قتال کے بعد حاصل ہوا۔ اور ۲۷۰ھ تک ان علاقہ جات پر ان کا قبضہ رہا۔ پھر اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

ابراہیم بن محمد کا دعویٰ امامت

کامل ابن اثیر:

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ سِتٍّ وَخَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَفِيْهَا ظَهَرَ بِصَعِيْدِ مِصْرَ اِنْسَانٌ عَلَوِيٌّ ذُكِرَ اَنَّهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُعْرَفُ بِابْنِ الصُّوْفِيِّ۔

(کامل ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲۸/ ۲۵۶ھ ہجری کے واقعات مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

۲۵۶ھ میں ایک شخص نے جو علوی تھا۔ سرزمین مصر میں دعویٰ امامت کیا۔ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس کا نام ابراہیم بن محمد بن یحییٰ تھا۔ اور وہ ابن الصوفی کے لقب سے مشہور تھا۔

علی بن زید کا دعوائے امامت

کامل ابن اثیر:

فِی ہٰذِہِ السَّنَۃِ ظَھَرَ عَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ الْعَلَوِیُّ بِالْکُوْفَۃِ وَاسْتَوْلٰی عَلَیْھَا وَاَزَالَ عَنْھَا نَائِبَ الْخَلِیْفَۃِ وَاسْتَقَرَّ بِھَا۔

(کامل ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲۹
(۲۵۶ھ کے واقعات) مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

اسی سال ۲۵۶ھ میں کوفہ کے اندر علی بن زید علوی نے امامت کا دعوٰے کیا۔ اور کوفہ کو اپنے قبضہ میں کیا۔ اس پر خلیفہ المستعین کی طرف سے قائم شدہ نائب کو معزول کر کے خود اس منصب پر بیٹھ گئے۔

لمحہ فکریہ

امام حسن عسکری کے دور امامت میں جن تین افراد نے اپنی امامت کا دعوٰے کیا کتب شیعہ و سنی سے ہم نے اس کا ثبوت پیش کر دیا۔ یہ تین حضرات بھی خاندان رسالت کے چشم و چراغ تھے۔ جس طرح کہ ان کے قبل ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں امامت کا دعوٰی کرنے والے آل رسول کے ہی فرد تھے۔ یہ سب لوگ اپنے اپنے دور میں علم و تقوٰی اور زہد و شجاعت میں مشہور تھے۔ اور لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کی امامت کو تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی زیر کمان مخالفین سے لڑائی لڑی۔ اور جام شہادت نوش

فرمایا۔ شہادت کے بعد لوگوں نے ان کی تعریف و توصیف میں نظم و نثر میں باتیں کہیں۔ اور ائمہ وقت نے ان کی امامت کو باطل اور اپنی امامت کو منصوص من اللہ کہہ کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہ کیا۔ بلکہ ان کے حق میں کلمہ خیر ہی کہتے رہے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ امامت و خلافت کا منصوص من اللہ ہونا اہل تشیع کی خود ساختہ شریعت ہے۔ اس کا عقلاً نقلاً کوئی ثبوت نہیں۔ اگرچہ ان حضرات کی فہرست طویل تھی جنہوں نے بارہ ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا۔ لیکن ہم نے ان میں سے چند احباب کے نام بمعہ ان کے اوصاف اور کامیابیوں کے ذکر کر دیئے۔ تاکہ اس من گھڑت شرط کی قباحت اور بے اصلی کا پول کھل کر سامنے آجائے۔ اور عوام و خواص، سنی شیعہ تمام لوگوں کے سامنے حقیقت اپنی اصل شکل میں نظر آئے۔ اور اگر کسی کے ذہن و وہم میں کوئی اس بارے میں قلق یا اعتراض ہو۔ تو وہ دُور کر کے سیدھی راہ کو اپنایا جائے۔ وہ سیدھی راہ کہ جس میں نہ تو اہل بیت کرام میں سے کسی کی تنقیص نکلے۔ اور نہ کسی غیر مستحق کو مستحق تعریف بنا دیا جائے۔ امید ہے۔ کہ فقیر کی یہ چند معروضات حقیقت کی تلاش کرنے والوں کو بہت مدد دیں گی۔ اور اگر کوئی شخص ان باتوں سے راہِ راست پر آگیا۔ تو میرے لیے دنیا و آخرت میں باعث سعادت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل بیت نبی کی تعظیم و اکرام کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ اور کل بروز حشر ان کے دامنِ رحمت میں چھپنے کی سعادت بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں مدعیانِ امامت اور ان کے فرقوں کا اجمالی خاکہ

گزشتہ اوراق میں ہم نے علیحدہ علیحدہ اُن چند حضرات کا تذکرہ کیا۔ جن کے دور میں کچھ لوگوں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان مدعیانِ امامت کے فضائل و مناقب بھی مذکور ہوئے۔ اس مسئلہ کے آخر میں ایک حوالہ کے ذریعہ ان تمام مدعیانِ امامت کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ اور ان کے ساتھ جس فرقہ کا تعلق اور وجود تھا۔ اس کی نشاندہی بھی آجائے گی۔

انوار نعمانیہ:

وَمَنْ قَالَ اِنَّ الْاِمَامَةَ تَثْبُتُ بِالنَّصِّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهُ اِنَّمَا نَصَّ عَلٰى اِبْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَ هٰؤُلَاءِ الْكَيْسَانِيَّةُ ثُمَّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَهُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَيَرْجِعُ فَيَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ مَاتَ وَانْتَقَلَتْ بَعْدَهُ اِلٰى اِبْنِهِ اَبِيْ

هَاشِمٍ وَافْتَرَقُوْا هٰؤُلَاءِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ
الْإِمَامَةُ بَقِيَتْ فِيْ عَقِبِهٖ وَصِيَّةً بَعْدَ وَصِيَّةٍ
وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ انْتَقَلَتْ إِلٰى غَيْرِهٖ وَاخْتَلَفُوْا
فِيْ ذٰلِكَ الْغَيْرِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ بَيَانُ بْنُ
سَمْعَانَ النَّهْدِيُّ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ
ابْنُ حَرْبٍ الْكِنْدِيُّ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ
ابْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ
وَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ الدِّيْنَ طَاعَةُ
رَجُلٍ وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَقُلْ بِالنَّصِّ عَلٰى مُحَمَّدِ
ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ بِالنَّصِّ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَقَالَ لَا إِمَامَةَ إِلَّا فِي الْأَخَوَيْنِ
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ هٰؤُلَاءِ
اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ أَجْرَى الْإِمَامَةَ فِيْ
أَوْلَادِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ بَعْدَهٗ بِإِقَامَةِ
ابْنِهِ الْحَسَنِ ثُمَّ ابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ ابْنِهٖ مُحَمَّدٍ
ثُمَّ أَخِيْهِ إِبْرَاهِيْمَ الْإِمَامَيْنِ وَقَدْ خَرَجَا
أَيَّامَ الْمَنْصُوْرِ فَقُتِلَا وَمِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ
يَقُوْلُ بِرَجْعَةِ مُحَمَّدٍ الْإِمَامِ وَمِنْهُمْ أَجْرَى
الْوَصِيَّةَ فِيْ أَوْلَادِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
قَالَ بَعْدَهٗ بِوَفَاةِ ابْنِهٖ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ الزَّيْدِيَّةُ بِإِقَامَةِ ابْنِهٖ زَيْدٍ وَ مَذْهَبُهُمْ اَنَّ كُلَّ فَاطِمِيٍّ خَرَجَ وَهُوَ عَالِمٌ زَاهِدٌ شُجَاعٌ سَخِيٌّ كَانَ اِمَامًا وَاجِبَ الْاِتِّبَاعِ وَجَوَّزُوْا رُجُوْعَ الْاِمَامَةِ اِلٰى اَوْلَادِ الْحَسَنِ ثُمَّ مِنْهُمْ مَنْ وَقَفَ وَقَالَ بِالرَّجْعَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ سَاقَ وَقَالَ بِاِقَامَةِ مَنْ هٰذَا حَالُهٗ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَاَمَّا الْاِمَامِيَّةُ فَقَالُوْا بِاِقَامَةِ الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَصًّا عَلَيْهِ ثُمَّ بِاِمَامَةِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَهٗ فِيْ اَوْلَادِهٖ مِنَ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ وَهُوْ خَمْسَةٌ مُحَمَّدٌ وَاِسْمَاعِيْلُ وَعَبْدُ اللّٰهِ وَعَلِيٌّ وَالْاِمَامُ مُوْسَى الْكَاظِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِاِمَامَةِ مُحَمَّدٍ وَهُمُ الْعَمَارِيَّةُ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِاِقَامَةِ اِسْمٰعِيْلَ وَاَنْكَرَ مَوْتَهٗ وَهُمُ الْمُبَارِكِيَّةُ وَمِنْ هٰؤُلَاۤءِ مَنْ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ بِرَجْعَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ سَاقَ الْاِمَامَةَ فِيْ اَوْلَادِهٖ نَصًّا بَعْدَ نَصٍّ اِلٰى هٰذَا الْيَوْمِ وَهُمُ الْاِسْمَاعِيْلِيَّةُ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِاِقَامَةِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَفْلَحِ وَقَالَ بِرَجْعَتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ لِاَنَّهٗ مَاتَ وَلَمْ يُعَقِّبْ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِاِقَامَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَصًّا عَلَيْهِ فَقَالَ وَالِدُهٗ فِيْهِ وَنَصَّ

عَلَيْهِ ثُمَّ هٰؤُلَاءِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ اقْتَصَرَ عَلَيْهِ وَقَالَ بِرَجْعَتِهٖ اِذْ قَالَ لَمْ يَمُتْ هُوَ وَمِنْهُمْ مَنْ تَوَقَّفَ فِيْ مَوْتِهٖ وَهُمُ الْمَمْطُوْرِيَّةُ وَمِنْهُمْ مَنْ قَطَعَ بِمَوْتِهٖ وَسَاقَ الْاِمَامَةَ اِلَى ابْنِهٖ عَلِيِّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمُ الْقَطْعِيَّةُ ثُمَّ هٰؤُلَاءِ اخْتَلَفُوْا فِيْ كُلِّ وَلَدٍ بَعْدَهٗ فَالْاِثْنَا عَشْرِيَّةُ سَاقُوا الْاِمَامَةَ مِنْ عَلِيِّ الرِّضَا اِلَى ابْنِهٖ مُحَمَّدٍ ثُمَّ اِلَى ابْنِهٖ عَلِيٍّ ثُمَّ اِلَى ابْنِهٖ الْحَسَنِ ثُمَّ اِلَى ابْنِهِ الْمَهْدِيِّ وَغَيْرُهُمْ سَاقُوا الْاِمَامَةَ اِلَى الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيِّ ثُمَّ قَالُوْا بِاِمَامَةِ اَخِيْهِ جَعْفَرَ الْكَذَّابِ هٰذَا حَاصِلُ الْاِخْتِلَافِ فِي الْاِمَامَةِ.

(انوار نعمانیہ تالیف نعمت اللہ موسوی
جزائری شیعی جلد ۲ ص ۲۲۲ تا ۲۲۴
نور فی بیان الفرق وادیانہا
مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ امامت نص سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امامت کے مستحق کے متعلق اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ نے بطور نص اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو امامت سپرد کر دی۔ یہ لوگ کیسانیہ کہلاتے ہیں۔ محمد بن حنفیہ کے بعد پھر ان کیسانیوں میں اختلاف رونما ہوا

کچھ تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ محمد بن حنفیہ کا انتقال ہی نہیں ہوا۔ بلکہ وہ واپس آئیں گے۔ اور زمین میں چاروں طرف عدل ہی عدل کر دیں گے۔ کچھ دوسروں نے کہا۔ نہیں۔ بلکہ محمد بن حنفیہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس لیے امامت اُن کے بعد اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپس میں بٹ گئے۔ بعض نے کہا۔ کہ امامت ان کی نسل میں باقی رہے گی۔ اور یہ ایک سے دوسرے کی طرف وصیت کے طریقہ پر منتقل ہو گی۔ اور بعض نے کہا۔ کہ ان سے امامت کسی دوسرے کی طرف (جو ان کی نسل سے نہ ہو گا) منتقل کر دی جائے گی۔ اب وہ دوسرا غیر کون ہے؟ اس کے بارے میں پھر ان کا باہم اختلاف ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ وہ غیر بنان بن سمعان الہدی ہے۔ اور بعض نے کہا وہ غیر علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ اور کچھ لوگوں نے عبداللہ بن حرب الکندی کا نام لیا۔ اور بعض نے کہا وہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہے۔ یہ سب کے سب فرقے یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ دین دراصل کسی ایک آدمی (امام) کی اطاعت کا نام ہے۔ (اس لیے ہر دور میں کوئی نہ کوئی امام ضرور ہو گا۔ تاکہ دین کی شکل باقی رہ سکے۔) اور جو لوگ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے لیے امامت بطور نص کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ امامت بطور نص امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ حسن و حسین دونوں بھائیوں کے سوا کوئی اور امامت کا حقدار نہیں پھر ان لوگوں کا باہم اختلاف ہو گیا۔ (کہ ان کے انتقال کے بعد امامت کس کے لیے ہو گی۔) تو بعض نے اس امامت کا مستحق اور اہل امام حسن کی اولاد کو قرار دیا۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن پھر ان کے بیٹے عبداللہ

پھر ان کے بیٹے محمد پھر ان کے بھائی ابراہیم یہ دونوں وہ امام ہیں کہ جنہوں نے منصور خلیفہ کے زمانہ میں دعوائے امامت کیا اور شہید کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ کہ محمد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور امام کہلائیں گے۔

دوسرا گروہ ان میں سے وہ جو کہ امامت کی وصیت کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے مانتا ہے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ امام حسین کے بعد ان کا بیٹا زین العابدین امام ہے۔ ان کے بعد آنے والے امام میں پھر ان کا اختلاف ہوگیا۔ زیدیہ کہتے ہیں۔ کہ امام زین العابدین کے بعد ان کا بیٹا زید امام تھا اور ان کا مذہب وعقیدہ یہ ہے۔ کہ ہر فاطمی جو عالم، زاہد، بہادر اور سخی ہوگا۔ وہ امام ہوگا۔ اور اس کی اتباع واجب ہوگی۔ اور یہ فرقہ امام حسن کی اولاد کی طرف امامت کے لوٹ جانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ پھر کچھ نے تو توقف کیا۔ اور رجعت کے قائل ہوئے۔ اور بعض نے امامت کو آگے بڑھایا۔ اور ہر زمانہ میں ان اوصاف سے متصف شخص کی امامت کے قائل ہو گئے۔

فرقہ امامیہ یہ کہتا ہے۔ کہ امامت امام محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ کی بطور نص تھی۔ پھر ان کے بعد نص امامت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ امام جعفر کے بعد پھر ان کا اختلاف ہوگیا۔ کہ ان کی اولاد میں سے پانچ وہ کون صاحب ہیں۔ جن کی امامت منصوص علیہ ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں محمد، اسماعیل، عبداللہ، علی، موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہم۔ لیکن بعض نے محمد کی امامت کا قول کیا۔ یہ قائلین عماریہ کہلائے۔ بعض نے اسماعیل کو امام تسلیم کیا۔ اور ان کی موت کا بھی انکار کیا۔ یہ مبارکیہ کہلائے۔ ان میں سے

کچھ نے تو مسئلہ امامت کو یہیں موقوف کر دیا۔ اور ان کی رجعت کے قائل ہوئے اور بعض نے امامت کو آگے بڑھایا اور اسماعیل کی اولاد میں اسے جائز قرار دیا۔ لیکن اس کے لیے نص کا ہونا ان کے نزدیک ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک امامت آج بلکہ قیامت تک جاری رہے گی۔ یہ فرقہ اسماعیلیہ کہلایا۔ بعض نے عبداللہ افطح کی امامت کا قول کیا۔ اور ان کی موت کے بعد ان کی رجعت کے قائل ہوئے۔ کیونکہ وہ فوت ہو گئے تھے۔ لیکن اپنے پیچھے کوئی اولاد (جو وارث امامت ہوتی) نہ چھوڑی تھی۔ کچھ دوسروں نے موسیٰ کی امامت کا قول کیا اور اس کو باعتبار نص ثابت کیا۔ ان کے والد گرامی نے ان کے بارے میں نصاً امام ہونے کا فرمایا تھا۔ پھر ان میں بھی اختلاف رونما ہوا۔ تو بعض نے ان پر امامت کو ختم کر دیا۔ اور ان کی رجعت کے قائل ہوئے کیونکہ یہ ان کے انتقال کے قائل نہیں ہیں۔ بعض نے ان کی موت میں توقف کیا۔ یہ توقف کرنے والے ممطوریہ کہلائے۔ بعض نے ان کی موت پر یقین کر لیا۔ اور امامت ان کے بیٹے علی رضا کی طرف منتقل کر دی۔ یہ فرقہ قطعیہ کہلایا۔ پھر ان لوگوں کا امام علی رضا کی اولاد میں سے ہر ایک کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔

بہرحال اثنا عشریہ امامت کو علی رضا سے ان کے بیٹے محمد پھر ان کے بیٹے علی پھر ان کے بیٹے حسن پھر ان کے بیٹے مہدی کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ اور دوسروں نے امامت کو حسن عسکری کی طرف منتقل کر دیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی جعفر کذاب کی امامت کے قائل ہو گئے۔ مسئلہ امامت میں یہ تھا اختلاف (جو ہم نے مختصر ذکر کر دیا۔

لمحہ فکریہ:

انوار نعمانیہ کی مندرجہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ امامت و خلافت کسی مخصوص شخص کے لیے نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر منصوص ہوتی۔ تو پھر اہل تشیع میں بننے والے فرقے جو مسئلہ امامت کی منصوص بنیاد پر بنے ہیں۔ ہرگز نہ بنتے۔ اور پھر ان تمام فرقوں کے بانی مبانی حضرات بھی اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں۔ اگر منصوص من اللہ والا مسئلہ ہوتا۔ تو دوسروں کو نہ سہی کم از کم گھر والوں کی تو اس کا علم ہوتا۔ یا انہیں اس منصب پر فائز ہونے والے تبلا دیتے۔ کہ دیکھو۔ تم میں سے کوئی شخص امامت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جو کرے گا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے۔

کہ کوئی ایک بلکہ ہر ایک امام کے دور میں کسی نہ کسی فرد اہل بیت نے دعوائے امامت کیا۔ نہ دعویٰ کرنے والے کو منصوص من اللہ کا علم تھا۔ اور نہ جس کے مقابلہ میں دعویٰ کیا گیا۔ اس نے اپنی امامت کے بلاشرکت غیر حق کے لیے اس کو بطور دلیل پیش کیا۔

دوسری قابل توجہ یہ بات ہے۔ کہ امامت کے لیے "منصوص من اللہ" ہونے کی شرط اہل تشیع کے ہاں اصول دین میں سے ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ دین کا کوئی اصل کسی ایسی خبر اور روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو خبر واحد بلکہ خبر مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے کم از کم خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی عام تعریف یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ابتدائے روایت سے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر تعداد میں ہوں۔ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہو۔ اس لیے امامت کے بارے میں اس "دینی اصل" کے لیے ایسی ہی روایت ہونا اشد ضروری ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد اس مسئلہ میں لوگوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے لیے نص ثابت کرتا ہے۔ دوسرا اس کا منکر ہے۔ اور امام حسن و حسین کے لیے نص ثابت

کرتا ہے۔ اسی طرح یہ اختلاف آگے چلتا رہا۔ اور اس طرح اہل تشیع کے کئی ایک فرقے وجود میں آگئے۔ ان آئمہ حضرات کے دور میں بھی یہ اصل "خبر متواتر" کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس لیے اس کا اصول دین میں سے ہونا ہی سمجھا جائے گا۔ کہ یہ افسانہ ہے۔ جو اہل تشیع نے اپنے مخصوص مفاد کی خاطر گھڑا۔ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منصوص ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اسی من گھڑت اصل کی وجہ سے انہوں نے اہل بیت کرام میں سے اپنے اپنے دور کے ممتاز دینی حضرات مثلاً محمد بن حنفیہ، زید بن علی اور نفس زکیہ ایسے لوگوں کو دوزخی ثابت کر دیا۔ چند افراد اہل بیت کے سوا کوئی بھی ان کے فتوے سے نہ بچ سکا۔ اہل بیت کرام کی جس قدر توہین ان نام نہاد محبوں" نے کی۔ کوئی غیر مسلم بھی کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

امام مہدی کی سیرت اور حالات زندگی (از کتب اہل سنت)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف روایات آئی ہیں۔ ان میں سے جو صحیح ترین اور عقل ونقل کے موافق ہے۔ وہ یہ ہے۔ قیامت کے قریب تشریف لانے والے مہدی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ میرے ہم نام ہوں گے۔

ان کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔ ان کے ظہور کے وقت دنیا میں ظلم وناانصافی کا چرچا ہوگا۔ یہ آئیں گے۔ تو ظلم وجور کی جگہ عدل وانصاف سے زمین

کو بھر دیں گے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

الحاوی:

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ بِاُمَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بَلَاءٌ شَدِيْدٌ مِّنْ سُلْطَانِهِمْ حَتّٰى تَضِيْقَ الْاَرْضُ عَنْهُمْ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِيْ فَيَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا۔

(الحاوی للفتاوی للسیوطی جلد دوم
ص ۶۵ / الاثار الواردۃ فی المہدی
مطبوعہ فیصل آباد)

ترجمہ:

امام حاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخری زمانہ (قرب قیامت) میں میری امت پر ان کے حاکموں کی وجہ سے سخت آزمائش اور مصیبت نازل ہوگی۔ یہاں تک کہ زمین ان پر تنگ ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ میری عترت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا۔ وہ زمین میں عدل و انصاف اس طرح قائم کرے گا۔ جس طرح اس سے پہلے اس میں ظلم و جور جاری تھا۔

چالیس سال کی عمر میں امام مہدی کا ظہور ہوگا

الحاوی للفتاوی:

اخرج الحاکم عن عبد اللہ بن الحارث قال یخرج المہدی وھو ابن اربعین سنۃ کانہ رجل من بنی اسرائیل۔

(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۷۳

ترجمہ:

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن حارث سے حدیث ذکر کی۔ فرمایا۔ امام مہدی جب تشریف لائیں گے۔ تو ان کی عمر چالیس سال ہو گی۔ اور وہ یوں نظر آئیں گے۔ گویا بنی اسرائیل کا ایک نوجوان ہے۔

الحاوی للفتاوی:

یخرج المہدی یمدہ اللہ بثلاثۃ الاف من الملئکۃ یضربون وجوہ مخالفھم وادبارھم یبعث وھو مابین الثلاثین الی الاربعین۔

الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۷۳)

ترجمہ:

جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے ان کے مخالفین کے مونہوں اور پشتوں

پر ضربات لگائیں گے۔ امام مہدی کی بعثت کے وقت عمر تیس چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔

امام مہدی ۴۰ سال تک حکومت چلائیں گے

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک حکومت کریں گے؟ روایت میں اس کی تعداد مختلف مذکور ہے۔ سات، نو، انتالیس اور چالیس کا تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن ان میں راجح اور قرین قیاس چالیس سال ہے۔

الحاوی:

اخرج الحاكم عن صباح قال يمكث المهدي فيهم تسعًا وثلاثين سنة. واخرج ايضًا عن ارطاة قال بلغني ان المهدي يعيش اربعين عامًا ثم يموت على فراشه۔

(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص۸۶)

ترجمہ:

امام حاکم نے صباح سے روایت کی۔ فرمایا۔ کہ امام مہدی لوگوں میں انتالیس سال قیام فرمائیں گے۔

اور حاکم نے ہی ارطاۃ سے یہ روایت کی۔ فرمایا۔ بے شک امام مہدی رضی اللہ عنہ چالیس سال زندگی گزاریں گے۔ پھر اپنی موت مر جائیں گے

خلاصہ:

حضرت امام مہدی کا رضی اللہ عنہ کا قرب قیامت تشریف لانا حق ہے۔ بوقت

ظہور ان کی عمر چالیس برس ہوگی۔ اور صحیح روایات کے مطابق چالیس سال تک قیام فرما کر حقیقی موت کے ذریعہ واصل باللہ ہوں گے۔ گویا بوقتِ وصال آپ کی مجموعی عمر اسی برس ہو گی۔ اگرچہ یہ عمر لمبی نظر آتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہر گز ہر گز یہ نہیں ہے۔ کہ امام موصوف جناب امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ جو کہ بقول شیعہ سامرہ کی غار میں اب بھی چھپے بیٹھے ہیں۔ اور اصلی قرآن (جو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔) ذوالفقار حیدری اور صحیفہ فاطمہ ان کے پاس موجود ہے۔

بہر حال جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو یہ زمین جو ان کی تشریف آوری سے قبل ظلم و بربریت کا نمونہ ہوگی۔ عدل و انصاف کی مجسم تصویر بن جائے گی۔

علاوہ ازیں جو روایات ان کی طویل العمری کے بارے میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ قرین قیاس اور ترجیح اسی کو تھی۔ جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

امام مہدی کی سیرت اور حالات زندگی (از کتب شیعہ)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی صاحبِ زمان اور امام قائم ہیں۔ آپ ۱۵ شعبان بروز جمعہ ۲۵۶ھ ہجری بمقام شہر سر من پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد گرامی کا نام امام حسن عسکری ہے۔ اور والدہ کا اسم گرامی نرجس خاتون ہے۔ اپنے والد گرامی کے انتقال کے وقت ان کی عمر پانچ چھ برس کی تھی۔ جب ان کی عمر شریف ۹ برس کی ہوئی۔ تو ۲۶۵ھ میں سرداب نامی غار میں چھپ گئے تھے۔ اور ابھی تک وہیں چھپے بیٹھے ہیں۔ اور مناسب موقع پر باہر نکلیں گے۔"

اہل تشیع نے امام مہدی کی شخصیت کو عجیب و غریب افسانوں کی آماجگاہ بنایا۔ اوپر ذکر شدہ ان کے عقیدے اور ان کی کتب سے جو ہمیں چند موٹی موٹی باتیں (افسانے)

معلوم ہوئیں۔ وہ یہ ہیں۔

افسانہ اول:

امام مہدی کی پیدائش کے متعلق

افسانہ دوم:

امام مہدی کے غائب رہنے کے زمانہ کی تقسیم کے متعلق

افسانہ سوم:

ان کے غیب ہونے کی وجوہات کے متعلق

افسانہ چہارم:

غیبت کبریٰ میں ان کے قیام کی جگہ اور ان کی حکومت کے متعلق

افسانہ پنجم:

امام قائم کے ظہور کی کیفیت اور اس کے بعد کی کارکردگی کے متعلق

یہ پانچ عدد افسانہ جات اور ان کی تفصیل ہم اہل تشیع کی معتبر کتب سے پیش کر رہے ہیں۔

شیعوں کا

افسانۂ اوّل

امامؑ مہدی کی پیدائش اور ابتدائی حالات

حق الیقین:

(کتاب مذکورہ میں امام مہدی کی پیدائش کے بارے میں طویل مضمون درج ہے ہم اس کا صرف خلاصہ درج کر رہے ہیں۔) صحیح ترین قول کے مطابق امام مہدی کی والدہ کا نام "نرجس" تھا۔ جو یشوعا بن قیصر روم کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری "شمعون" کی نسل سے ان کا تعلق تھا۔ نرجس، کا اصل نام "ملیکہ" تھا خواب کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ائمہ اہل بیت ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ اور دوران خواب، ہی ان کو مشرف با سلام کیا۔ اور امام حسن عسکری سے ان کا نکاح بھی کر دیا۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ نے عالم خواب میں ہی ملیکہ کو ایک ترکیب سکھائی۔

وہ یہ کہ فلاں روز اسلامی لشکر کے ساتھ قیصر کی لڑائی ہو گی۔ تم اپنے آپ کو جنگی قیدیوں میں شامل کر لینا۔ اس طرح یہ ملیکہ قیدی ہو کر بغداد آ گئی۔ اور یہاں آ کر اس نے اپنا نام "نرجس" رکھ لیا۔ جو عام طور پر لونڈیوں کا ہوتا ہے۔ امام نقی نے سامرہ سے ایک شخص بشیر بن سلیمان کو بغداد بھیجا تاکہ وہ اس لونڈی کو خرید لائے۔

چنانچہ دو سو اشرفی کے عوض اس نے ملیکہ کو خریدا۔ اور پھر امام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(حق الیقین ص ۱۹۶ / باب پنجم در اثبات وجود امام دوازدہم مطبوعہ حیدریہ ایران)

اصول کافی:

علی بن محمد نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد اور حسن نے کہ علی بن ابراہیم نے ۲۷۹ھ میں بیان کیا کہ مجھ سے ان دونوں نے کہا۔ کہ بیان کیا ہم سے محمد بن علی بن عبدالرحمٰن بن عبدی نے عبد قیس سے اس نے ضوء بن عجلی سے اس نے ایک مرد فارسی سے جس کا اس نے نام بتایا۔ کہ میں سامرہ میں امام حسن عسکری کے دروازہ پر آیا۔ آپ نے بغیر میرے اذن طلب کیے مجھے بلایا۔ جب میں داخل ہوا اور سلام کیا۔ تو فرمایا اے فلاں تیرا کیا حال ہے؟ بیٹھ جا۔ پھر آپ نے میرے خاندان کے مردوں اور عورتوں کا حال پوچھا۔ پھر فرمایا تم کس غرض سے آئے ہو۔ میں نے کہا۔ آپ کی خدمت میں رہنے کے لیے فرمایا۔ اچھا تم اس گھر میں رہو چنانچہ میں حضرت کے نوکروں کے ساتھ رہنے لگا۔ میرا کام یہ تھا۔ کہ سودا سلف بازار سے خرید لاتا تھا۔ اور میں بغیر اذن حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا۔ جب آپ مردانے حصے میں ہوتے تھے۔ ایک دن میں نے گھر کے اندر حرکت سنی حضرت کی آواز آئی ٹھہر جا۔ یہ سن کر میری ہمت نہ ہوئی کہ باہر نکلوں اور نہ اندر آسکوں پھر ایک کنیز نکلی۔ جس کے پاس ایک ڈھکی ہوئی چیز تھی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا اندر آجاؤ میں داخل ہوا آپ نے کنیز کو پکارا اور فرمایا۔

اصول کافی:

اِكْشِفِیْ عَمَّا مَعَكِ فَكَشَفَتْ عَنْ غُلَامٍ اَبْيَضَ حَسَنِ الْوَجْهِ وَكَشَفَتْ عَنْ بَطْنِهٖ فَاِذَا شَعْرٌ نَابِتٌ مِنْ لَبَّتِهٖ اِلٰى سُرَّتِهٖ اَخْضَرُ لَيْسَ بِاَسْوَدَ فَقَالَ هٰذَا صَاحِبُكُمْ ثُمَّ اَمَرَهَا فَحَمَلَتْهُ فَمَا رَاَيْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ حَتّٰى مَضٰى اَبُوْ مُحَمَّدٍ

فَقَالَ ضَوْءُ بْنُ عَلِيٍّ قُلْتُ لِلْفَارِسِيِّ كَمْ كُنْتَ تُقَدِّرُ لَهُ مِنَ السِّنِينَ قَالَ سَنَتَيْنِ قَالَ الْعَبْدِيُّ فَقُلْتُ لِضَوْءٍ كَمْ تُقَدِّرُ لَهُ أَنْتَ قَالَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً قَالَ أَبُو عَلِيٍّ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ وَنَحْنُ نُقَدِّرُ لَهُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ سَنَةً ،

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۵۱۵ کتاب الحجۃ باب مولد الصاحب علیہ السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۴۶۴/کتاب الحجۃ باب ذکر صاحب امر علیہ السلام مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اسے کھول دے۔ اُس نے کھولا تو وہ ایک نہایت خوبصورت صاحبزادے تھے۔ فرمایا کہ ان کے شکم کو بھی کھول دو۔ میں نے دیکھا۔ کہ سینہ سے ناف تک سبز بال تھے۔ کالا کوئی نہ تھا۔ مجھ سے فرمایا۔ یہ تمہارے امام ہیں۔

اس کے بعد کنیز اٹھا کر لے گئی۔ اس کے بعد میں نے امام علیہ السلام کی وفات تک پھر کبھی ان کو نہ دیکھا۔ ضوء بن علی نے ان سے پوچھا۔ تم نے ان کی عمر کا کیا اندازہ لگایا۔ کہا دو سال۔ عبدی نے کہا میں نے ضوء سے پوچھا۔ تمہارا کیا اندازہ ہے۔ کہا چودہ سال اور ابو علی اور ابو عبداللہ نے کہا ہمارا اندازہ اکیس سال ہے۔

اصول کافی:

ولقد ورد علی السلطان واصحابہ فی وقت وفاۃ الحسن
ابن علی ما تعجبت منہ وما ظننت انہ یکون و
ذلک انہ لما اعتل بعث الی ابی ان ابن الرضا
قد اعتل فرکب من ساعتہ فبادر الی دار الخلافۃ
ثم رجع مستعجلا ومعہ خمس من خدم
امیر المؤمنین کلھم من ثقاتہ وخاصتہ فیھم
نحریر فامرھم بالاختلاف الیہ وتعاھدہ
صباحا ومساء فلما کان بعد ذلک بیومین او
ثلاثۃ اخبر انہ قد ضعف فامر المتطبین
بلزوم دارہ وبعث الی قاضی القضاۃ فاحضرہ
مجلسہ وامران یختار من اصحابہ عشرۃ ممن یوثق بہ
فی دینہ وامانتہ وورعہ فاحضرھم فبعث
بھم الی دار الحسن وامرھم بلزومہ لیلا ونھارًا
فلم یزالوا ھنالک حتی توفی علیہ السلام فصارت
سر من رای ضجۃ واحدۃ وبعث السلطان الی دارہ
من فتشھا وفتش حجرھا وختم علی جمیع مافیہا
وطلبوا اثر ولدہ وجاؤا بنساء یعرفن الحمل
فدخلن علی جواریہ ینظرن الیھن فذکر بعضھن
ان ھنالک جاریۃ بھا حبل فجعلت فی حجرہ ووکل
بھا نحریر الخادم واصحابہ ونسوۃ معھم

ثُمَّ اَخَذَ و ابعد ذلك فى تهنيئة و عطلت السوق و ركبت بنو هاشم و القواد و الى سائر الناس الى جنازته فكانت سر من رأى يومئذ شبيهاً بالقيامة فلما فرغوا من تهنيئة بعث السلطان الى ابى عيسى ابن المتوكل فامره بالصلوٰة عليه فلما وضعت الجنازة للصلوٰة عليه دنا ابو عيسى منه فكشف عن وجهه فعرضه على بنى هاشم من العلوية والعباسية والقواد و الكتاب و القضاة و المعدلين و قال هذا الحسن بن على بن محمد بن الرضا مات حتف انفه على فراشه حضره من حضره من خدم امير المؤمنين وثقاته فلان و فلان ومن القضاة فلان و فلان ومن المتطبيين فلان و فلان ثم غطى وجهه و امر بحمله فحمل من وسط داره و دفن فى البيت الذى دفن فيه ابوه فلما دفن اخذ السلطان و الناس فى طلب ولده و كثر التنقيش فى المنازل والدور و توقفوا عن قسمة ميراثه ولم يزل الذين وكلوا بحفظ الجارية التى توهم الحمل لازمين حتى تبين بطلان الحمل عنهن فلما بطل الحمل عنهن قسم ميراثه بين امه و اخيه جعفر و ادعت امه وصيته و ثبت ذلك عند القاضى۔

(۱۔اصول کافی ص ۳۲۵ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)
(۲۔اصول کافی جلد اول ص ۴-۵
کتاب الحجۃ باب مولد ابی محمد الحسن
بن علی علیہ السلام۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک تحقیق خلیفہ معتمد علی اللہ اور اس کے یاروں پر امام حسن کی وفات کے بعد ایک واقعہ وقوع میں آیا۔ کہ جس سے میں نے تعجب کیا مجھے گمان نہ تھا۔ کہ وہ واقع وقوع میں آئے گا۔ وہ یہ کہ جب امام حسن بن علی بیمار ہوئے۔ تو بادشاہ نے میرے باپ عبید اللہ وزیر کو بلا بھیجا کہ ابن رضا (حسن عسکری) بے شک بیمار ہو گئے۔ پس میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر جلدی خلیفہ کے گھر پہنچا۔ اور پھر جلدی واپس آیا اور اس کے ساتھ امیر المومنین معتمد علی اللہ کے پانچ نوکر تھے۔ جو اس کے ثقات وخواص میں سے تھے۔ ان پانچوں میں نحریر بھی تھا۔ میرے باپ نے ان کو حکم دیا کہ حسن عسکری کے گھر کے دروازے پر حاضر رہو۔ اور اس کی خبر رکھو۔ اور اس کا حال دریافت کرتے رہو۔ اور طبیبان حاذق کی ایک جماعت کو بلوا کر حکم دیا کہ حسن عسکری کے پاس آمد ورفت رکھو۔ اور صبح وشام ان کی خبر لیتے رہو۔ جب اس پر دو تین روز گزر گئے۔ تو میرے باپ کو خبر دی گئی۔ کہ حسن کمزور ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے ان طبیبوں کو حکم دیا کہ حسن کے گھر کے دروازے پر حاضر رہو۔ اور قاضی القضاۃ کو بلا بھیجا۔ اور اس

کو اپنی مجلس میں حاضر کر کے حکم دیا کہ تم اپنے یاروں میں سے ایسے دس شخص کا انتخاب کرو۔ جن کی دیانت و امامت اور پرہیزگاری پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ قاضی نے ایسے اشخاص کو حاضر کیا۔ میرے باپ نے قاضی کو ان کے ساتھ حسن عسکری کے گھر کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ رات دن ان کے پاس حاضر رہو۔ وہ وہاں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ حسن عسکری علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور سرمن رائے نالہ و فغاں بن گیا۔ خلیفہ معتمد نے امام موصوف کے گھر میں ایک جماعت کو بھیجا جنہوں نے گھر کی اور حجروں کی تلاشی لی۔ اور جو کچھ گھر میں تھا اس پر مہر لگا دی۔ اور حسن کے لڑکے کے لیے جستجو کی۔ اور وہ عورتیں بلائی گئیں۔ جو حمل کی شناخت کر سکتی تھیں۔ وہ امام کی کنیزوں پر داخل ہوئیں۔ اور انہیں دیکھتی تھیں بعض عورتوں نے ذکر کیا یہاں ایک کنیز ہے۔ جس کو حمل ہے۔ وہ کنیز حجرے میں بند کر دی گئی۔ اور اس پر تحریر خادم اور اس کے ساتھی اور عورتیں مقرر کر دی گئیں۔ بعد ازاں غسل و کفن کی تیاری کی گئی۔ اور بازار بند ہو گئے اور بنو ہاشم یعنی اولاد علی و اولاد عباس اور سرداروں اور محرروں اور قاضیوں اور مسلم العدالت لوگوں کو دکھایا۔ اور کہا۔ کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا ہیں جو اپنی اجل سے اپنے بستر پر مرے ہیں۔ موت کے وقت آپ کے پاس امیرالمومنین کے خدام ثقات میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں اور فلاں اور طبیبانِ حاذق میں سے فلاں اور فلاں حاضر تھے۔ بعد ازاں آپ کا منہ ڈھانپ دیا گیا۔ اور جنازے کے اٹھائے جانے کا حکم دیا۔ پس گھر کے صحن سے اٹھایا گیا۔ اور اس گھر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد مدفون تھے۔ جب دفن ہو چکے تو خلیفہ اور لوگ حسن کے بیٹے کے لیے جستجو کرنے لگے۔ اور کنیزوں کے مکانوں اور لوگوں کے گھروں کی خوب تلاشی لی۔ اور امام کی

میراث کے تقسیم کرنے میں توقف کیا۔ وہ لوگ جن کے سپرد اس کنیز کی نگہبانی تھی۔ جس پر حمل کا وہم تھا۔ برابر حاضر رہے۔ یہاں تک کہ ظاہر ہو گیا۔ کہ حمل نہیں ہے۔ جب امام کی کنیزوں سے حمل کا خیال باطل ہو گیا۔ تو امام کی میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی جعفر میں تقسیم کی گئی۔ اور ان کی ماں نے جعفر کے دصی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

امام مہدی کے بارے میں ہم نے گزشتہ اوراق میں جو حوالہ جات پیش کیے۔ جن میں ان کی پیدائش وغیرہ کا تذکرہ تھا۔

آئیے ذرا ان کو باہم ملا کر دیکھیں۔ تاکہ حقیقت کے کھلنے میں راستہ صاف ہو جائے۔ اور اس افسانہ کا علم ہو جائے۔

"بحر الجواہر" کے حوالہ سے بطور اختصار معلوم ہوا کہ

۱۔ حکیمہ نامی عورت کی لونڈی نرجس اور پھر اس کے ساتھ امام حسن عسکری کی بود و باش۔

۲۔ نرجس نامی اس عورت کے ہاں پیدا ہونے والے "مہدی" کو پرندوں کا اڑا کر لے جانا۔

۳۔ چالیس دن کے بعد واپس لے آنا۔

کون سی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے؟

اصول کافی کی مندرجہ عبارت سے معلوم ہوا کہ

۱۔ "امام مہدی" کی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ ان کا نام م۔ح۔م۔د (محمد) رکھا گیا۔

جب اسے مخفی ہی رکھنا تھا۔ تو نام کی ضرورت کیا تھی۔ اور سن پیدائش کس لیے

زیرِ نظر ضبط کیا گیا:

"فارسی" نامی شخص کی زبانی کہ اس نے امام مہدی کو دیکھا۔ ان کے سینہ سے ناف تک سبز بال تھے۔

ان کی عمر اس وقت دو سال تھی۔

ایک اور بتلانے والے کے نزدیک چودہ برس، اور اکیس سال کی تھی۔

اتنی عمر میں ایک کنیز اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لائی

اندازہ لگائیں۔ ایک ہی بچہ اور اس کی عمر ۲، ۱۴، اور ۲۱ سال ہو سکتی ہے؟ کیا ۱۴ یا ۲۱ سالہ بچہ کپڑے لپیٹ کر لایا جاتا ہے۔

کیا جس کو ظاہر نہ کرنا ہو۔ اور مخفی ہی رہنا ہو۔ وہ ۲۱ سال تک ظاہر کیوں رہا۔ لوگوں کو کیوں دکھایا گیا ——؟

وقت کے خلیفہ معتمد نے حسن عسکری کی وفات کے وقت ہر ممکن تدبیر اختیار کی تاکہ ان کے کسی جانشین کا علم ہو سکے۔ یہاں تک کہ حمل کے شبہ کی صورت میں میراث تقسیم کرنے سے روک دی گئی۔ اور پھر یہ شبہ باطل ٹھہرا۔ اور میراث تقسیم ہوئی۔

حسن عسکری کی والدہ ماجدہ جو ایک اولیہ کاملہ تھیں۔ انہوں نے خلیفۂ وقت کے مقرر کردہ قاضی کے سامنے پیش ہو کر اپنے اس بیان کی تصدیق کے طور پر کچھ دلائل پیش کیے۔ کہ مرنے والے امام حسن عسکری کا وصی ان کا بھائی جعفر ہے۔ قاضی نے دلائل اور شواہد کی بنیاد پر اس کو تسلیم کر لیا۔

کیا ایسی نیک بخت اور تقوے سے مزین عورت یہ نہ جانتی تھی۔ کہ مرنے والے کا ایک بیٹا ہے۔ جو حقیقت میں ان کی جگہ امام اور وصی ہے۔ اور پھر جب خلیفۂ وقت اور اس کے مقرر کردہ آدمیوں نے پوری چھان بین کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ حسن عسکری کی کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ حالانکہ وہ اس کھوج میں تھے۔ کہ کہیں سے کوئی اس بارے میں بات

ہاتھ آئے۔ ہر طرف سے مایوسی اور امام حسن عسکری کی والدہ کے دعوے میں باہم اتفاق تھا۔ تو قاضی نے جناب جعفر کے وصی ہونے کا فیصلہ دے دیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی نہ تو خود ابھی پیدا ہوئے۔ نہ ہی ان کی والدہ اور والد کا کہیں وجود ہوا یا ہے۔ بموجب احادیث قرب قیامت ان کا اپنے والدین کے ہاں تولد ہوگا۔ نہ کہیں وہ غائب ہیں۔ نہ کہیں اس زمانہ میں اُن کا وجود۔ اس لیے امام غائب اور امام زمانہ یا صاحب الزمان کے نام جو اہل تشیع نے امام مہدی کے لیے گھڑ رکھے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ شیخ چلی کی سی کہانیوں کی طرح یہ بھی ایک افسانہ ہے۔ اور دھوکہ دہی بلکہ دھوکہ خوردنی کا ایک عظیم اور بہت بڑا سراب ہے۔ جب پیدا ہی نہیں ہوئے۔ تو غائب کہاں ہو گئے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعوں کا افسانہ دوم

امام غائب کی غیبت اور اس کی اقسام

امام مہدی کو شیعہ لوگ "امام غائب" بھی کہتے ہیں۔ ان کے غائب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ وہ پیدائش کے وقت سے ہی امام مہدی کو یہ خوف لاحق تھا۔ کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ لہذا اس ڈر کے مارے وہ پیدائش کے وقت سے ہی غائب ہیں اس عقیدے کی تفصیل کے مطابق امام مہدی کی غیبت دو حصوں میں بانٹ دی گئی۔ پہلا حصہ وہ ہے۔ جو تقریباً ۷۲ تا ۷۴ سال کا ہے۔ ان چوہتر سالوں میں ابتدائی عمر کے پانچ سال اپنے والد کے ساتھ گزارے۔ اور اس کے بعد انہتر سال تک غائب تو رہے۔ مگر اس غیبت کے دوران امام مہدی اپنے شیعوں کی تمنائیں اور خواہشات پورا کرنے کے بعد ان کی تکالیف اپنے مشیروں کے ذریعہ دور فرماتے رہے۔ گویا مجموعی طور پر یہ غیبت (جو کہ غیبت صغریٰ کہلاتی ہے۔ تہتر یا چوہتر سالوں پر مشتمل ہے۔ اس عرصہ کے گزر جانے کے بعد امام موصوف کی غیبت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ اور خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس کی انتہاء کب ہوگی۔۔ جس طرح جناب امام مہدی کی پیدائش کو ان لوگوں نے رومانی افسانوی جامہ پہنایا۔ اسی طرح

امام موصوف کی غیبت صغریٰ کو عجیب در عجیب روایتوں سے چوں چوں کا مربہ بنا دیا۔ جنہیں خالی الذہن اور غیر متعصب آدمی اگر تلاشِ حق کی خاطر دیکھے پڑھے۔ تو ہماری بات کا سو فیصد یقین کرے گا۔ لیجئے اس افسانہ کی تھوڑی سی تشریح اور وہ بھی ان کی کتابوں سے۔

تذکرۃ الائمہ:

بسند صحیح مروی است کہ امام حسن عسکری آنحضرت را بخواص شیعیان خود می نمود و از آں حضرت مسائل می پرسیدند۔ و آنحضرت صحیح وار جواب می داد و مشکلات ایشاں را حل می نمود تا مدت ہفتاد و سہ سال آنحضرت بشیعیان خود می رسانند و ایں ہفتاد و سہ سال را غیبت صغریٰ می گویند۔ بعد ازاں غیبت کبریٰ آنحضرت است۔ و وکلا و نایبات الوکلاء آنحضرت چہار نفر بودند۔ اول ایشاں عثمان بن سعید عمری است کہ امام حسن اور اوکیل گردانید۔ و بعد از او پسرش وکیل بود محمد بن عثمان چوں وفات محمد بن عثمان نزدیک شد جماعت بسیار از اکابر و شیعہ بر سرش ریختند و گفتند بعد از تو وکیل چہ کس خواہد بود۔ در جواب گفت کہ بعد از من وکیل حسین بن روح نوبختی است چوں وفات حسین نزدیک شد بیان نمود کہ بعد ازاں وکیل علی بن محمد سمری است و چوں علی بن محمد را وفات نزدیک شد علماء و اکابر شیعہ بوے گفتند کہ بکسی وصیت نما در جواب گفت کہ لِلّٰہِ اَمْرٌ ھُوَ بَالِغُہٗ و بکسی وصیت نہ کرد۔ و ایشاں را خبر داد کہ بعد از من وکیل نخواہد بود و آں در سنہ سیصد و نہ ہجری بود کہ وفات یافت و ہر کہ بعد از سمری ادعائے وکالت نمود اکابر شیعہ آں را کافر می دانند۔

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۲۹ا اسامی وکلائے آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ کہ امام حسن عسکری نے امام مہدی کو صرف مخصوص شیعوں کے لیے ظاہر کیا۔ لوگ ان سے سوال پوچھا کرتے۔ اور وہ انہیں مسیحانہ طور پر جوابات دیا کرتے۔ اور ان کی مشکلات حل فرمایا کرتے۔ اور یہ معاملہ بہتر سال تک جاری رہا۔ اس ۷۲ سالہ عرصہ کو "غیبتِ صغریٰ" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کا زمانہ "غیبت کبریٰ" ہے۔ امام مہدی کے اس زمانہ میں چار وکیل تھے۔ جن کی وکالت ثابت تھی ان میں سے پہلا وکیل عثمان بن سعد عمران تھا۔ کہ جس کو امام حسن عسکری نے وکیل مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد بن عثمان وکیل بنا۔ جب محمد بن عثمان کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ تو بڑے بڑے شیعہ اس کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے بعد وکالت کس کی ہوگی؟ کہا میرے بعد حسین بن روح نوبختی وکیل ہوگا۔ جب حسین بن روح کی وفات قریب آگئی۔ تو کہا کہ میرے بعد علی بن محمد سمری وکیل ہوگا۔ جب اس وکیل کا وقتِ مرگ قریب ہوا۔ شیعہ اکابر نے اس سے پوچھا کہ کسی کے حق میں وصیت کر جاؤ۔ جواب دیا۔ امر سبھی اللہ ہی کا ہے وہ اس کو صحیح مقام پر پہنچانے والا ہے یہ کہہ کر وصیت ترک کی۔ اور کہا کہ میرے بعد وکیل نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ ۳۰۹ھ کا تھا جس میں اس کی وفات ہوئی۔ اب جو شخص "سمری" کے بعد وکالت کا دعوٰے کرے گا۔ اکابر شیعہ اس کو کافر سمجھتے ہیں۔

"غیبت صغرٰی" کے زمانہ میں امام مہدی اپنے شیعوں سے تحائف بھی قبول کرتے رہے

چہاردہ معصوم:

امام زمان علاوہ بر نشان دادہ وصرف کردہ وسائل آنہا را بدو مراجعہ نمودہ و نشان سوغات وتحف و ہدایا و صاحب بخشش را از آنہا خواستہ بیان فرماید۔

(چہاردہ معصوم ص ۱۰۷۶ جلد دوم دوران زندگی امام مہدی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(مختلف اطراف سے جب لوگ امام حسن عسکری کی زیارت کو آتے۔ اور سوال و جواب کا معاملہ چاہتے تو آپ ان لوگوں کو امام مہدی کی طرف بھیج دیتے۔ ان کے سوالات کا جواب مہدی عطا کرتے۔ اور سوغات تحفہ جات اور ہدیہ جات ان کے لانے والوں کو بھی امام مہدی کے ہاں روانہ کر دیتے تھے۔

امام مہدی کے ظہور کے متعلق کیے گئے دو وعدوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک بھی پورا نہ کیا

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ الثُّمَالِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ یَا ثَابِتُ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ کَانَ وَقَّتَ ھٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَہٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَ مِائَۃٍ فَحَدَّثْنَا فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَکَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ قَالَ اَبُوْ حَمْزَۃَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِکَ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ کَانَ کَذٰلِکَ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶۸ کتاب الحجۃ
باب کراھیت التوقیت مطبوعہ
تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ: ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے

اے ثابت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امر (ظہور مہدی) کا وقت سنہ ۷۰ھ معین کیا
تھا۔ جب امام حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوئے۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر سخت
ہوگیا۔ پس اسے سنہ ۱۴۰ھ تک۔ تاخیر کر دیا۔ ہم نے تم سے بتا دیا۔ مگر تم نے ہماری
حکایت کو فاش کر دیا۔ اور ہمارے سر کے پردے کو پھاڑ دیا۔ اس کے بعد خدا نے
ہمارے نزدیک کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ خدا مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت
رکھتا ہے۔ (جو چاہتا ہے) اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ ابو حمزہ کا قول ہے
کہ میں نے اس حدیث کی حکایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی۔ انہوں نے
فرمایا۔ کہ بے شک ایسا ہی تھا۔

ظہور مہدی کے متعلق حضرت علی کے مقرر کردہ تمین زمانے بھی غلط نکلے

اصول کافی:

عَنِ الْاَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ اَتَيْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَوَجَدْتُهٗ مُتَفَكِّرًا يَنْكُتُ فِي الْاَرْضِ
فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَالِيْ اَرَاكَ مُتَفَكِّرًا تَنْكُتُ
فِي الْاَرْضِ اَرَغْبَةً مِنْكَ فِيْهَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا
رَغِبْتُ فِيْهَا وَلَا فِي الدُّنْيَا يَوْمًا قَطُّ وَلٰكِنْ فَكَّرْتُ
فِيْ مَوْلُوْدٍ يَكُوْنُ مِنْ ظَهْرِي الْحَادِيْ عَشَرَ مِنْ وُلْدِيْ
هُوَ الْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا
كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا تَكُوْنُ لَهٗ غَيْبَةٌ وَحَيْرَةٌ

يَضِلُّ فِيهَا أَقْوَامٌ وَيَهْتَدِي فِيهَا آخَرُونَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَكَمْ تَكُونُ الْحَيْرَةُ وَالْغَيْبَةُ قَالَ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سِتَّةَ أَشْهُرٍ أَوْ سِتَّ سِنِينَ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۳۸ کتاب الحجۃ
باب فی الغیبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک روز امیر المومنین علیہ السلام کو متفکر دیکھا۔ آپ لکڑی کی نوک سے زمین کرید رہے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو متفکر پا رہا ہوں۔ کیا آپ کے دل میں رغبتِ سلطنت ہے فرمایا نہیں میرے دل میں نہ کسی دن اس کی رغبت پیدا ہوئی ہے اور نہ دنیا کی۔ سوچ رہا ہوں اس مولود کے بارے میں جو فرزند گیارھویں امام کی پشت سے ہوگا اس کا نام مہدی ہوگا جو زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور ہوگی اس کے لیے غیبت اور حیرت۔ اور کچھ لوگ ہدایت پائیں گے۔ اور کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین یہ حیرت اور غیبت کتنے دن رہے گی۔ (تاکہ بعد اس کے مومنین کو اطمینان ہو) فرمایا بعض کو چھ دن بعض کو چھ ماہ اور بعض چھ سال۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول
ص ۴۰۲ مطبوعہ کراچی)

کشف الغمہ:
وَعَنْ صَالِحِ بْنِ مِيثَمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ

السَّلَامُ يَقُولُ لَيْسَ بَيْنَ الْقَائِمِ وَقَتْلِ النَّفْسِ الزَّكِيَّةِ أَكْثَرُ مِنْ خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً۔

(۱۔ کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۴۶۰ فی علامات قیام القائم مطبوعہ تبریز طبع جدید)
(۲۔ بحار الجواہر صفحہ نمبر ۴۶۲ / مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

صالح بن ہیثم کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ نفس زکیہ کی شہادت اور القائم (امام مہدی) کے قیام (ظہور) کے درمیان پندرہ دنوں سے زیادہ کا وقفہ ہو گا۔

لمحہ فکریہ

افسانہ دوم کی رد کے دوران ہم نے اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے مثل کی یہ عبارات از خود ان کے معتقدات کا جواب بھی پیش کر رہی ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا اور حوالہ جات نے معلوم ہوا کہ امام مہدی کی روپوشی صغریٰ کی مدت تہتر یا چوہتر سالوں پر مشتمل تھی اس دوران وہ لوگوں کے سوالات کا جواب بھی دیتے رہے تحائف اور نذرانے بھی قبول فرماتے رہے۔

مدت مقررہ گزرنے کے بعد ان کے چار وکیل یکے بعد دیگرے سائلین اور حاجتمندوں کی ضروریات کے حل کے لیے امام غائب اور ان سائلین تک درمیان وسیلہ بنتے رہے۔ لیکن وہ امام، نظر نہ آئے۔ اور وکالت کا یہ سلسلہ ۳۲۹ھ تک قائم رہا۔ اس کے

بعد وکالت بھی ختم اور امام صاحب مستقل غائب اور اپنے نام لیواؤں سے بالکل روٹھے ہوئے کہیں چھپ گئے۔ اب کسی سوال کا نہ کوئی جواب اور نہ کسی مشکلات میں گھرے شیعہ کی دادرسی اور مشکل کشائی۔ بہتر سال کے بعد ناراضگی میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ابتداءً وکیلوں کو ذریعہ بنایا۔ خود سامنے نہ آئے۔ پھر وکیلوں کو بھی ہٹا دیا اور سلسلہ ہی ختم کر دیا۔ گویا زبانِ حال سے یہ فرما دیا۔ جاؤ شیعو! تم اس قابل نہیں کہ میں یا میرا کوئی وکیل تم سے گفتگو کرے۔ اور پھر انہی کی زبانی کہلوایا۔ جو بھی ان چار وکلاء کے بعد میری وکالت کا دعویٰ کرے۔ اسے پکا کافر سمجھنا۔ کیا خوب منطق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر یہ وعدہ ہے۔ وللآخرة خير لك من الاولىٰ۔ آن کا ہر آنے والا لمحہ پہلے سے بہتر ہوتا ہے۔ لیکن امام غائب کا معاملہ اہل تشیع نے الٹ کر دیا۔ بہتر سال تک خود دادرسی اور زیارت سے مشرف کرتے رہے۔ بعد میں خود سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہو گئے اور درمیان میں وکلاء کو واسطہ بنایا۔ پھر وکلاء کے ذریعہ بھی بات نہ بن سکی۔ اور خود روپوش ہو گئے اب کوئی کسی قسم کی بات چیت اور تعلقات باقی نہیں رہے۔ یعنی جوں جوں زمانہ غیبت بڑھتا جا رہا ہے۔ امام موصوف کی روحانی قوتوں میں اسی قدر کمی آ رہی ہے۔ اور امام غائب اب شیعوں سے بالکل لاتعلق ہو کر چھپ کر بیٹھ گئے۔

اس افسانہ کا دوسرا پہلو یہ کہ امام غائب کی غیبت کے مسئلہ میں پہلے ان حوالہ جات اور تمام اجتہادوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بدنام کرنے کی ترکیب نکالی۔ ان کے متعلق بتلایا۔ وہ زمین کرید رہے تھے۔ اور امام مہدی کے بارے میں گہری سوچ میں تھے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ امام مہدی کی غیبت اور حیرت نے حیرت زدہ کر دیا ہے۔ سائل نے پوچھا۔ امام موصوف کے غائب رہنے کا کتنا عرصہ ہے۔ فرمایا۔ چھ دن، چھ ماہ، چھ سال۔ لیکن یہ تمام مدتیں ایک ایک کر کے گزر گئیں۔ لیکن امام نہ آیا۔ اور نہ کوئی آثار نظر آئے۔ آخری مدت چھ سال اگر چھ صدیوں پر مشتمل ہوتی تو بھی بات نہ بن سکتی۔ پندرھویں صدی جا رہی ہے۔ اور امام تشریف نہیں لائے۔ کیا اس قسم

کی لایعنی باتیں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کیں۔؟ حاشا وکلا! یہ تو خود ان کی لاف زنی ہے
اس کے بعد جب حضرت علیؓ کی بیان کردہ مدت گزرنے اور امام کے ظہور نہ ہونے پر اس دور
کے ٹھگوں نے اپنا پرانا بدلہ لے لیا۔ اور حضرت علی کو خوب بدنام کر دیا۔ اب پانسہ پلٹا۔ اور
دوسرا تیر چلایا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا۔ اور اُن کی زبانی لوگوں کو سنایا کہ امام
مہدی سنہ ۷۰ھ میں جلوہ کریں گے۔ جب یہ سال بھی بیت گیا۔ اور امام بدستور غائب رہا۔ تو پھر
امام باقر کی طرف سے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ بھائیو! ہونا تو ایسے ہی تھا۔ لیکن اس دوران
امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلائی اور شامی کوفی نمک خواروں نے خطوط ڈال کر محبت کا واسطہ دے کر
اپنے ہاں بلا کر سر قلم کر دیا۔ تو اللہ پاک ان سے ناراض ہو گیا۔ جس کی وجہ سے مدت ظہور میں ستر
سال کا اضافہ کر دیا گیا۔ اب ان کی آمد سنہ ۱۴۰ھ میں ہو گی۔ لوگ اس سال منتظر تھے۔ انتظار کی مدت
بھی گزر گئی۔ اور امام باقر کا یہ بہانہ بھی نہ چلا۔ تو ان کی طرف سے دوسرا بہانہ ظالموں نے ڈھونڈ
نکالا۔ وہ یہ کہ امام غائب کے ظہور کا وقت نفس زکیہ (محمد بن عبداللہ المحض) کی شہادت کے بعد
آئے گا۔ چلو مان لیا۔ اب نفس زکیہ کی شہادت بھی ہو چکی۔ یہ سنہ ۱۴۵ھ کا واقعہ تھا۔ مگر امام صاحب
ہیں کہ شیعوں کے کسی ایک وقت مقررہ پر تشریف لانے والے نہیں۔

تیسرا پہلو یہ کہ امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ جس کو "امام غائب"
امام القائم اور امام مہدی کے نام دیئے گئے۔ وہ اپنے والدین کو کئی سے بہت پہلے ظاہر ہونے
والے ثابت کیے جا رہے ہیں۔ امام حسن عسکری سنہ ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ان کے ہاں تولد
فرمانے والا بچہ اگر زیادہ دیر سے بھی آیا۔ تو نفس زکیہ کی شہادت کے وقت آئے گا۔ جو سنہ ۱۴۵ھ میں
رونما ہوئی۔ امام باقر نے فرمایا کہ ان کی تشریف آوری سنہ ۷۰ھ میں متعین تھی۔ یعنی اپنے والد
سے (۲۳۲ -- ۷۰ = ۱۶۲) ایک سو باسٹھ سال قبل تھی۔ لیکن پھر مؤخر ہوئی۔ اور ۷۰ سال
کا مزید عرصہ دیا گیا۔ اب سنہ ۱۴۰ھ میں آئیں گے۔ (۲۳۲ -- ۱۴۰ = ۹۲) یعنی بانوے سال قبل از
ولادت۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ۔

جب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا دوسرا مقررہ وقت بھی گزر گیا۔ اور امام مہدی تشریف نہ لائے۔ تو لوگوں کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے۔ بلکہ جان چھڑاتے ہوئے فرمایا۔ تم شیعہ لوگوں نے ہمارے راز کو فاش کر دیا۔

لہذا اب امام القائم کے زمانۂ ظہور کو اللہ تعالیٰ نے بالکل مخفی کر دیا ہے۔ یہ افسانہ جات اہل التشیع کی معتبر کتاب سے ماخوذ و مرقوم ہیں۔ جو خود امام مہدی کی مصدقہ ہے۔ گویا اس کتاب کے اندر درج شدہ افسانہ جات کو امام القائم کی تصدیق حاصل ہونے کی وجہ سے خود ان کی باتیں قرار دے کر امام مہدی سے بھی فراڈ کیا گیا۔ یہی کتاب ہے۔ کہ جس کے بارے میں یار لوگوں کو خیال ہے۔ کہ قرآن کریم میں تو تحریف و تنقیص موجود ہے۔ لیکن اصول کافی وہ کتاب ہے۔ جس کی امام مہدی نے تصدیق کی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ کتاب کس وقت امام مہدی کے پاس پیش ہوئی۔ اور کہاں لے کر معتف گیا۔ اگر اس کتاب کے تصنیف کرنے والے نے مکمل کرنے کے بعد امام موصوف کی خدمت میں برائے تصدیق پیش کی۔ یا ایک ایک مسئلہ لگاتار پیش کرتا رہا۔ تو پھر ان کے مستقل مخفی رہنے اور رہنے کا کیا مقصد ہوگا۔ جو امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا۔ اگر وہ اب بھی مسائل و عبادات کی تصدیق فرماتے ہیں۔ تو خود یا بذریعہ وکالت۔ اگر خود ہیں۔ تو اس کا پتہ اور اگر بذریعہ وکالت ہے۔ تو وکیل کون ہے؟ اور اس کا مجوز خود کافر ہے۔ ذرا سوچئے کیا ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ کیا مناظر پیش کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور ائمہ اہل بیت کی سچی اور صحیح تعلیمات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

"ظہور مہدی" کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی لایعنی تاویلات

تاویل نمبر (۱)

صافی: مراد ایں جا وعدے علم است بوقت ظہور مہدی موعود پیش ازانکہ ظاہر شود۔

(صافی شرح اصول کافی ص ۷ جزو سوم مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

یعنی ان وعدوں سے مراد یہ ہے۔ کہ امام مہدی موعود کے ظاہر ہونے سے قبل اس کے وقتِ ظہور کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ وقتِ ظہور مہدی یعنی ۷۰ھ اور پھر ۱۴۰ھ کی بعض شیعہ علماء نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ ان عبارت سے مراد ان کے ظہور کا وقت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ظہور کی اطلاع پہلے پہل ۷۰ھ میں دی تھی۔

لیکن بوجہ ناراضگی اس نے اس اطلاع کو مزید ستر سال کے لیے مؤخر کر دیا۔ لیکن شیعہ غلطی کرنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس اطلاع کو بالکل ہی مخفی کر دیا۔ یہ تاویل لاقر دمنی نے کی۔ اور عقل پر پردہ ایسا پڑا کہ اس تاویل کے لیے جو موضوع باندھا وہی اس کی تردید کر رہا ہے۔

صافی:

ایں باب بیان نہی اللہ تعالیٰ است از تعین وقت ظہور مہدی موعود و دریں باب شش حدیث است۔

(الصافی شرح اصول کافی جلد اول
کتاب الحجۃ جزء سوم
حصہ ۲ ص ۲ باب کراہیت التوقیت
مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

یہ باب اس بارے میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امام مہدی موعود کے ظہور کے وقت کا تعین کرنے سے نہی فرمادی ہے۔ اس موضوع کے مطابق اس باب میں چھ عدد احادیث مذکور ہوں گی۔

تردید اس طرح ہو رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ظہور مہدی کے وقت معین سے منع فرمایا۔ نہ کہ امام مہدی کے ظہور کے علم سے۔ جس سے پتہ چلا کہ سنہ ھ جو وقت معین ہوا۔ وہ ظہور مہدی کے علم کا نہ تھا۔ بلکہ ظہور مہدی کا وقت تھا۔ (جو بعد میں غلط ثابت ہوا۔

تاویل دوم:

مذکورہ حدیث کے مترجم ظفر حسن امروہی نے ملا باقر مجلسی کی طرف سے ایک تاویل ذکر کی۔ ملاحظہ ہو۔

الشافی:

علامہ مجلسی نے اس حدیث کے متعلق اپنی کتاب مرآۃ العقول میں جو تحقیق فرمائی ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ نے کتاب الغیبت

میں اور اکمال الدین صدوق میں بھی ایسا ہی ہے۔ راوی نے کہا میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا۔ کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ سنہ ۷۰ھ تک کا زمانہ بلا و مصیبت کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد سکون و اطمینان ہوگا۔ (ہمارے شیعوں کو) ابو حمزہ نے کہا۔ کہ سنہ ۷۰ھ تو گزر چکے۔ اس کے بعد ہم نے اطمینان نہیں دیکھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ثابت! اللہ عزوجل نے ظہور حق کے لیے وقت مقرر کیا تھا۔ اور ائمہ اثنا عشری میں سے کسی امام کے عہد میں باطل پر اس کا غلبہ ظاہر کیا تھا نہ سنہ ۷۰ھ میں بارہویں امام کا ظہور یہ امر امور بدائیہ میں سے ہے۔ اور سنہ ۶۰ھ سے امام حسین علیہ السلام کا تعلق اس طرح ہوگا۔ جبکہ مراد لی جائے کربلا کی چھیڑ چھاڑ کی ابتدا کیوں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے حق کی طلب کا سلسلہ چند سال پہلے شروع کر دیا تھا۔ اور امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کا سنہ ۱۴۰ھ میں ہے۔ میں (علامہ مجلسی) کہتا ہوں۔ کہ تواریخ مشہورہ کے لحاظ سے یہ حساب ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ شہادت امام حسین علیہ السلام سنہ ۶۱ھ میں ہوئی۔ اور امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لے گئے سنہ ۲۰۰ھ ہاں اس صورت میں یہ صحیح ہوگا۔ جبکہ ان سنین کا تعلق ابتدائے تاریخ بعثت سے ہو نہ کہ وقت ہجرت سے۔ خروج حسین کا در حقیقت آغاز ہوا تھا معاویہ کے مرنے سے چند سال پہلے۔ کیونکہ اہل کوفہ نے مراسلت شروع کر دی تھی۔ اسی زمانہ میں دوسرے واقعہ کے متعلق اشارہ ہے۔ خروج زید بن علی کے متعلق جو سنہ ۱۲۲ھ میں ہوا۔ اگر ابتدائے بعثت لیا جائے۔ تو یہ زمانہ ۳۵ سال ہوتا ہے۔ اور یہ زمانہ قریب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ اگر وہ فتح پا لیتے تو یقیناً آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کا وعدہ پورا کرتے۔

اور زیادہ واضح بات یہ ہے۔ کہ حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حکومت بنی امیہ کے ختم ہونے یا ان کے کمزور پڑ جانے اور ابو مسلم خراسانی کے غلبہ کی طرف۔ اس نے چند خط حضرت امام جعفر صادق کو حضرت کی بیعت کرنے کے متعلق لکھے۔ لیکن بمصالح کثیرہ آپ نے قبول نہ کیا یہ سبب ہوا امر امامت میں ان کی طرف رجوع کرنے کا لیکن شیعوں سے چونکہ کتمان امر میں کوتاہی ہوئی۔ اور امام کی پوری پیروی نہ ہو سکی۔ لہذا حکومت کے معاملہ میں تاخیر واقع ہوئی۔ سفاح عباسی کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ اور مرو میں ابو مسلم کا داخلہ اور خلافت کی بیعت لینا ۱۳۰ھ میں تھا۔ اور خروج ابو مسلم خراسانی کی طرف سے ۱۲۸ھ میں تھا۔ اور یہ سب سال موافق ہجرت ہیں۔ اگر ان کو بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لیا جائے تو حدیث میں بیان کردہ سنین سے پوری پوری موافقت ہو جاتی ہے۔ اور اگر سن ہجری نبوی مراد ہوں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ تو یہ اشارہ ہو گا مختار کے ظہور کی طرف کیونکہ ان کا ارادہ استیصال بنی امیہ کا تھا۔ اور حق کو اپنے مرکز کی طرف لوٹانے کا۔ وہ ۶۷ھ میں قتل کیے گئے۔ اور دوسرا امر یعنی ۱۴۰ھ والا تو یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے امر امامت کے ظہور کے متعلق ہو گا۔ اور ان کے شیعوں کے مشرق و مغرب میں پھیل جانے کے متعلق۔ اور ان کے اقارب کی ایک جماعت کا خروج خلفائے عباسیہ پر اس خبر کی صحت کے لیے ایسے امور کے ظہور کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ۷۰ھ کو شہادت حسین سے موافق کرنے کی۔ کیونکہ یہ بیان ہے تقدیرات مکنونہ کا جن کا تعلق لوح محو و اثبات سے ہے۔ اور ان تغیرات سے جو ان میں واقع ہوں۔ اگرچہ ان کی کیفیت و جہت معلوم نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ بیان بطور استعارہ تمثیلیہ ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اگر علم الٰہی میں قتل حسین اس وقت میں نہ ہوتا تو امر فراخی کو ۷۰ھ میں ظاہر کرتا اور

اور اگر اس کے علم میں شیعوں کا اسرار خلاف بیان کرنا نہ ہوتا تو اس کی دو چند مدت میں ظاہر کر دیتا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص۴۵۲ باب ۱۸۱ مطبوعہ کراچی)

الحاصل:

مذکورہ عبارت میں ظفر حسن امروہوی نے حدیث زیر بحث کی تاویل میں جو کچھ ادھر اُدھر کی ہانکی۔ اس سے قاری کو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد باقر نے ۷۰ھ کا جو زمانہ بیان فرمایا۔ وہ ظہور مہدی کا زمانہ نہیں بلکہ اس سے مراد شیعوں کے سکون و اطمینان کا زمانہ ہے۔ اس تاویل کی تین واقعات سے مناسبت بیان کی۔ پہلا امام حسین کے خروج کی تیاری کرنا۔ اگرچہ ہجرت کے اعتبار سے ۶۰ھ بنتا ہے لیکن یہاں سن ہجرت کی بجائے اعلان نبوت کا زمانہ ہے۔ اس اعتبار سے یہ ستر ویں سال کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا زمانہ جو ۱۴۰ھ بیان ہوا۔ اس میں بھی اہل تشیع کو سکون نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ یہ زمانہ امام رضا کی ولی عہدی کا دور تھا۔ لیکن ملا مجلسی نے ان دونوں واقعات کو درست قرار نہیں دیا۔ لیکن مجلسی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام رضا کی بجائے زید بن علی کے خروج کا واقعہ لے لیا جائے۔ تو اس وقت شیعوں کو واقعی اطمینان و سکون تھا۔ لیکن خروج زید بن علی ۱۲۲ھ میں ہوا اس لیے یہاں ہجرت کی بجائے بعثت مراد لیتا ہے اور ۱۲۵ھ کو پوری دہائی کے ذریعہ ۱۴۰ھ سمجھتا ہے۔

ان تاویلات کے بعد مترجم ایک اچھی تاویل پیش کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ۱۴۰ھ کا وقت اس طرف اشارہ کے لیے ہے۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کمزور پڑ جائے گی۔ ابو مسلم خراسانی کا غلبہ ہوگا خراسانی نے امام جعفر کو بیعت کا لکھا تھا۔ لیکن چند مصلحتوں کی بنا پر امام نے خلیفہ بننا پسند نہ کیا۔

اس لیے سفاح عباسی کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی ۔ ۷۰ھ میں سکون اہل تشیع کی ایک تاویل یہ کی گئی کہ یہ زمانہ مختار ثقفی کا زمانہ ہے۔ جو ۶۷ھ میں قتل کر دیا گیا اس قرب کی بنا پر اسے ۷۰ھ کہا گیا۔

ان رکیک اور فاسد تاویلات کی اگر با تفصیل خرابیاں بیان کی جائیں تو صفحات درکار ہیں لیکن چند سطور پیش کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ تاویل کرنے والے نے "اہل تشیع کے امن و سکون"، کو مرکزی بات کے طور پر پیش کیا۔ جس کے گرد مختلف ادوار گھومتے دکھائے امام حسین رضی اللہ عنہ کا زمانہ شہادت اور خروج کیا سکون و اطمینان کا زمانہ تھا۔ آپ نے بخوشی مدینہ اور مکہ کو چھوڑ کر کربلا میں ڈیرا جمایا تھا؟ ۲۰۱ھ کو امام رضا کی ولی عہدی سے سکون شیعہ خود ملا باقر مجلسی کے قول سے برباد ہو گیا۔ اور زید بن علی کے دور پر چسپاں کرنے کی کوشش کی یہی زید بن علی ہیں کہ جنہوں نے امام جعفر کے مقابلہ میں دعوئ امامت کیا۔ اور معتقدات شیعہ کے نزدیک خارج از اسلام ہو گئے۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ امام برحق امام جعفر کو قید بھی کیا۔ جب یہ مسلمان ہی نہیں۔ اور پھر انہیں بے دردی سے قتل کیا گیا۔ کیا یہ دور سکون و اطمینان کا دور کہلا سکتا ہے؟

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ حدیثِ اصول کافی کی جو تاویلات کی گئی ہیں۔ وہ غلط محض ہیں۔ حالانکہ حدیث اہل تشیع کے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ تو صاف ظاہر کہ ان دونوں زمانوں سے (۷۰ھ، ۱۴۰ھ) مراد امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہے۔ ان کے علم اور شیعوں کی خوشی کا دور اور بنی امیہ کے زوال کے آثار وغیرہ تاویلات ہرگز درست نہیں۔

خاص نوٹ:

گزشتہ سطور میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ ان احادیث سے جو ظہور مہدی کے بارے میں ہیں۔ لازم آتا ہے۔ کہ بیٹا اپنے باپ سے بہت عرصہ

پہلے پیدا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا محال ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے رنگ میں پیش کر کے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہا گیا کہ وہ بیٹے کو اس کے باپ سے کئی سال پہلے پیدا کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اس اعتراض یا افتراء کا جواب مرآۃ العقول میں ملا باقر مجلسی نے یوں دیا ہے۔

مرآۃ العقول:

قوله عليه السلام ستة ايام لعله مبنى على وقوع البدء فى هذا الامر.

(مرآۃ العقول جلد ۲ ص ۳۴۲
كتاب الحجة باب فى الغيبة
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا امام مہدی کے ظہور کے متعلق چھ دن کا عرصہ ذکر فرمانا شاید اس کا امامت میں "بداء" کے واقعہ ہونے پر اس کا دارومدار ہو۔

مسئلہ بداء کی تفصیلی بحث دوسرے مقام پر ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ یا حکم صادر فرمادے۔ اور اس کے بعد معلوم ہو جائے کہ مصلحت کسی اور کام میں ہے۔ اس لیے اس پہلے کام کو چھوڑ کر دوسرے کو کرنے کا از سر نو حکم دینا "بداء" کہلاتا ہے۔

"ان معنى قولنا بدا لله تعالى انه ظهر له من الامر ما لم يكن ظاهرا"

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کو "بداء" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پہل اس کو کسی امر کا

بہتر ہونا ظاہر ہوا۔ حالانکہ وہ درحقیقت ایسا نہ تھا اس کو ہم بداء کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث مذکور صحیح ہے (جیسا کہ شیعہ محققین کا دعوای ہے) تو بیٹا اپنے باپ سے برسوں پہلے تشریف لے آئے۔ یہ بھی محال۔ یا اللہ تعالیٰ نے انجام کار سے ناواقف ہونے کی بنا پر غلط اطلاع دی۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے کہنا بھی محال۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور نہ اس کی تاویلات کی کوئی گنجائش تھی۔ جب بنیاد ہی نکمی ہے۔ تو اس پہ تعمیر کا کیا فائدہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیعوں کا

افسانہ سوم

امام غائب کے غائب ہونے کی وجوہات کے متعلق

اہل تشیع کا ایک ٹولہ اثنا عشریہ کا کہنا ہے کہ امام قائم غائب اس لیے ہوا۔ کہ اسے اپنے قتل ہو جانے کا خوف تھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ لِلْغُلَامِ غَيْبَةً قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ قَالَ قُلْتُ وَلِمَ؟ قَالَ يَخَافُ وَاَوْمَا بِيَدِهٖ اِلٰى بَطْنِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا زُرَارَةُ وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ.

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۴۰

کتاب الحجۃ باب الغیبۃ

مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ: زرارۃ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ بیشک

غلام (امام مہدی) کے لیے ظاہر ہونے سے قبل غائب رہنا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ وہ ڈرتا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے امام جعفر نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا زرارۃ۔ وہی منتظر ہے۔

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْ قَالَ سَاَلَنِیْ اَصْحَابُنَا بَعْدَ مَضِیِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ اَسْئَلَ عَنِ الْاِسْمِ وَالْمَکَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ اِنْ دَلَلْتَھُمْ عَلَی الْاِسْمِ اَذَاعُوْہُ وَاِنْ عَرَفُوْا الْمَکَانَ دَلُّوْا عَلَیْہِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۳۲ کتاب الحجۃ باب النہی عن الاسم، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا کہ میں حضرت صاحب الامر سے ان کا نام اور جگہ معلوم کروں۔ جواب آیا۔ کہ تم نام معلوم کرو گے تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ (اور یہ ہمارے خاندان کے لیے مضرت رساں ہوگا) اور اگر مکان کا پتہ چل گیا تو چڑھ دوڑیں گے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل ص ۳۹۵)

اصول کافی:

عن ابن الرباب عن ابی عبد الله قال صاحب هذا الامر لا یسمیه باسمه الاکافر۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۳۳
کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ صاحب الامر کو ان کے نام سے نہ پکارے گا۔ مگر کافر۔

توضیح:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ اتنا خوفناک دور تھا کہ حضرت صاحب الامر کا نام لینا اور ان کو موجود کہنا جان جوکھوں کا معاملہ تھا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول،
ص ۲۹۵ مطبوعہ کراچی)

"اصول کافی" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام مہدی کے غائب ہونے کی وجہ "قتل ہو جانے کا خوف" مذکور ہے۔ اسی لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لینے سے بھی منع کر دیا۔ کیونکہ ایسی صورت میں خاندان اہل بیت مصائب کا شکار ہو جاتا۔ لیکن یہ وجہ خود اہل تشیع کے عقائد کے خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کا عقیدہ یہ ہے۔

اصول کافی:

ان الائمة یعلمون متی یموتون وانهم لا یموتون

اِلَّا بِاخْتِيَارٍ مِنْهُمْ۔

(اصول کافی کے ایک باب کا عنوان)

ترجمہ:

یقیناً حضرات ائمہ کرام اپنی موت کے وقت کو جانتے ہیں۔ اور وہ اپنے اختیار سے ہی مرتے ہیں۔ (اگر یہ نہ چاہیں تو کوئی انہیں مار نہیں سکتا)

ایک اور باب کا عنوان صاحب اصول کافی نے یوں باندھا ہے۔

اصول کافی:

ان الائمۃ یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم شیئ۔

ترجمہ:

بے شک حضرات ائمہ کرام ما کان اور ما یکون کا علم رکھتے ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

تو حضرات ائمہ کرام میں سے امام مہدی بھی ہیں۔ لہٰذا ان کی صفات بھی یہی ہونی چاہیں اب جب کہ ان کو اس بات کا علم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک مجھے زندہ رہنا ہے۔ دجال کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اور اپنے اسلاف کے دشمنوں کا انتقام لینا ہے۔ اور شرق و غرب کا مالک بننا ہے۔ پھر کہیں جا کر میری موت کا وقت آئے گا۔ اور میں اپنی مرضی سے مروں گا۔ جب آپ ان صفات سے متصف ہیں۔ تو پھر موت سے ڈرنا اور اس ڈر کے مارے چھپ جانا اس کا تصور امام مہدی کے بارے میں کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ چلو بقول اہل تشیع ان کے غائب ہونے کی یہی وجہ تھی لیکن اب جبکہ پوری دنیائے اسلام ایران، عراق، شام، حجاز، پاکستان وغیرہ سبھی ان کے حامی اور جانثار ہیں۔ اب وہ کیوں تشریف نہیں لاتے۔ اور اگر ایذائے جسمانی کا خطرہ ہے۔ تو اس سے گھبرانے کی کیا ضرورت

اور اس کی وجہ سے چھپنے کا کیا جواز؟

کیا حضرات انبیائے کرام ستائے نہ گئے۔ انہیں کیا اذیت و مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑا؟ بلکہ ایسی اذیت تو بلندیٔ درجات کا سبب بنتی ہے۔ جو کہ اللہ کے ہر نیک بندے کی دلی تمنا ہوتی ہے۔ کہیں ایسا کہ کرامام مہدی کو بلندیٔ درجات سے محروم رکھنے کی سکیم تو نہیں؟

حضرات قارئین کرام۔ آپ نے امام القائم کے غائب ہونے کی وجہ اور پھر اہل التشیع کے ائمہ کے بارے میں معتقدات بھی ملاحظہ فرمائے۔ کیا ان دونوں میں کوئی مطابقت ہو سکتی ہے؟ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مذکورہ صفاتِ ائمہ محض سرسری فضیلت تھیں۔ نہیں بلکہ یہ صفات اہل تشیع کے ہاں شرائط امامت میں سے ہیں۔

لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یا تو امام مہدی کا خوف کے مارے چھپ جانا ان کی امامت کی نفی کرتا ہے۔ یا وہ صفات ان کے علم میں نہ تھیں۔ لیکن مذکورہ صفات سے ناواقف ہونا بھی امام کی شانِ امامت کو ختم کر دیتا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذالک بحجۃ للہ علی خلقہ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۲۵۸،
کتاب الحجۃ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو امام یہ نہیں جانتا۔ کہ اُسے کن مصائب اور حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ اور یہ کہ وہ کدھر کا رُخ اختیار کرے گا تو ایسا امام لوگوں پر اللہ کی طرف سے حجت نہیں ہے (یعنی وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔

شیعوں کا
افسانہ چہارم

غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام غائب کے مقامِ قیام اور ان کی حکومت کے متعلق

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں امام غائب کے دو دور بیان ہوئے۔ ایک غیبت صغریٰ جو تقریباً [illegible]ھ تک رہی۔ اور دوسری غیبت کبریٰ جو ۳۲۹ھ تک اور اس کے بعد جو کچھ عرصہ کے لیے امام اپنے وکلاء کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے رہے۔ ان چاروں وکلاء کے انتقال کے بعد سے کر آج تک بلکہ قیامت کے قیام سے کچھ عرصہ پہلے تک شیعہ لوگ بڑی شدت سے ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ ابن بطوطہ، (مشہور مؤرخ) نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔

وہ بعدازاں شہر حلہ میں پہنچا۔ جو دریائے فرات کے ساتھ پھیلا ہوا ہے اس شہر کے باشندے سب کے سب اثنا عشری ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے۔ جس کے دروازے پر ریشم کا پردہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور غائب ہو گئے۔ محمد مذکور ان

کے نزدیک امام مہدی منتظر ہیں۔ ان میں سے ایک سو آدمی ہر روز لڑائی کے ہتھیار لگا کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہیں سان کے ساتھ زین اور لگام سے آراستہ ایک گھوڑا ہوتا ہے۔ اور ڈھول اور ترم ہوتے ہیں۔ وہ یوں پکارتے ہیں۔ اے صاحب زمان! ظلم و فساد کثرت سے ہو گیا ہے۔ یہ آپ کے خروج کا وقت ہے۔ تاکہ خدا آپ کے ذریعہ حق و باطل میں فرق کر دے۔ وہ رات تک ٹھہرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی عادت ہے۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار للشیخ الشبلنجی ص ۱۵۲)

ایک طرف قرآن کے ماننے والوں کا یہ عالم ہے۔ جو آپ نے بھی پڑھا اور دوسری طرف مذہب شیعہ کے ہی ایک مجتہد صاحب "ملا باقر مجلسی" لکھتے ہیں۔

شیعوں کے بقول امام مہدی بلادِ مغرب میں آج بھی حکومت کر رہا ہے

تذکرۃ الائمہ:

در کتاب ترجمۃ الناظر مسطور است کہ ام و زمکان حضرت الامام در جزائر مغرب است کہ آنرا طیبہ خوانند۔ و ہر یک از اولاد ذکور آنحضرت طاہر و قاسم در جزیرہ از آں جزائر حاکم اند و موید ایں قول آنکہ در شام شہری ہست حریں نام و امت سید صالح شیعہ از مردم آں ولایت است ایں فقیر را خبر داد کہ با در مکہ بودیم، شخصی را دیدم کہ در بازار منی میگردید و زری در دست میداشت و می خواست

کہ بفروشند وکسی از او ایں زر رانمی خرید بدو گفتم تو را چہ حالت است گفت چند درہم دارم وکسی از من نمی گیرد۔ نمی دانم کہ چہ کنم۔ گفتم بمن بنمائی چوں نگاہ کردم سکہ او ایں بود۔

اَللّٰہُ رَبُّنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا وَالْمَھْدِیُّ اِمَامُنَا۔ پرسیدم کہ زر از کجائی۔ گفتا از بلاد مغرب در میاں دریائے اخضر و مارا پادشاہیست کہ نام او مہدی است وایں سکہ بنام مبارک او است۔ وعمر بسیار دارد و من گفتم کہ کیست ایں مہدی و از کدام طائفہ است انگشت ہلب گذاشت کہ حرف مزن اگر تو شیعہ ای میدانی من از آں درہم اللہ اعلم زیادہ از او گرفتم و درعوض دراہم شامی دادم و چوں بولایت آوردم ہر یک از دوستاں برسم تبرک از من بردند۔

(تذکرۃ الائمہ ملا باقر مجلسی صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۱
ذکر اسامی وکلائے آنحضرت وجماعتی
کہ آنحضرت را دیدہ اند۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

نزہۃ الناظر کتاب میں تحریر ہے۔ کہ ان دنوں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مکان مغربی جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے علیہ کہتے ہیں۔ اور آنحضرت کے بیٹے طاہر اور قاسم ان جزیروں میں سے ایک جزیرہ پر حاکم ہیں۔ اور اس بات کی تائید یوں کہ ملک شام میں حریل نامی ایک شہر ہے۔ سید صالح شیعہ اس کا باشندہ ہے۔ اس نے مجھ فقیر کو بتلایا۔ کہ ہم ایک مرتبہ مکہ میں تھے۔ کہ منی کے بازار میں ایک شخص کو پھرتے دیکھا۔ اور اس کے ہاتھ میں سونا تھا۔

جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ لیکن کوئی بھی وہ لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تمہاری کیا حالت ہے۔ کہنے لگا۔ یہ چند درہم ہیں۔ ان کا خریدار ہی کوئی نہیں ملتا۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ یہ سن کر میں نے اُسے کہا۔ مجھے دکھاؤ۔ جب میں نے ان دراہم کو دیکھا۔ تو ان پر یہ عبارت کندہ تھی۔

"اللہ ہمارا رب ہے"، "محمد ہمارے نبی ہیں۔ اور مہدی ہمارے امام ہیں"۔ میں نے پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہنے لگا۔ میں بلاد مغرب سے تعلق رکھتا ہوں۔ جو دریائے اخضر کے درمیان واقع ہیں۔ ہمارے بادشاہ کا نام مہدی ہے۔ اور یہ سکہ اُن کے مبارک نام سے چلتا ہے۔ ان کی عمر بہت زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ مہدی کون ہیں۔ اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ اس نے انگلی ہونٹوں پر رکھی اور کہا۔ خاموش! اگر تو شیعہ ہے تو جان جائے گا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے اُس سے وہ دس درہم شامی درہموں کے عوض لیے۔ اور جب اپنے ملک واپس پہنچا تو میرے دوستوں میں سے چند ایک نے بطور تبرک وہ درہم مجھ سے لے لیے۔

تذکرۃ الائمہ:

علی بن عزالدین استرآبادی نقل میکند کہ کاشے سید علی دقاق کہ جد و پدر او در کمال علم و ورع و تشیع در ولایت عرب مشہور بودند حکایت کرد کہ پیش ازاں پنج سال با جماعتی در دیار شام بودم ناگاہ کشتی پیدا شد نہ بطریق کشتیہا معہود۔ چوں نزدیک رسید مردمے کہ در آنجا بودند رفتیم بہ پیش و احوال پرسیدیم چناں معلوم شد۔ کہ قریب یکماہ است کہ در دریا راہ گم کردہ اند و با آبادانی نہ رسیدہ اند۔ پس احوال پرسیدہ کہ شما در چہ دین ہستید۔ چوں معلوم کردند کہ بر دین اسلامیم خوشدل شدند اما محزون بودند تا آنکہ تحقیق کردند۔ کہ

بطریق اثنی عشریم۔ بیکبارگی رام شدند۔ وبکنار خشکی آمدند۔ وایشاں را ترغیب کردیم بہ نیکی اعتقاد مردم ایں ولایت و ارزانی و فراوانی نعمت گمان ایشاں یقین شد کہ مخالف درایں ولایت نمی باشد پس بیروں آمدند و نماز ظہر را بجماعت گزاردند و دراہم بسیار بیروں آوردند کہ چیزے بخرند و سکہ آں دراہم بنام مبارک امام مہدی بود۔ ملعون مخالفی درمیان جماعت ما بود با منافق دیگر گفتند ایں جماعتی رافضی اند اگر دراہم را در ولایت شام بدر میآورند ایشاں را ایذائے بلیغ میفرمائید۔ مرداں چوں ایں سخن را شنیدند شب نہ ایستادند و فی الحال در کشتیہائے خود سوار شدند و از ہماں راہ کہ آمدہ بودند مراجعت کردند و سید مشار الیہ فرمود کہ ہنوز نزد پدر رواقربائے من از آں دراہم چہار تکہ باقیست۔

(تذکرۃ الائمہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۲ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن عز الدین استر آبادی نقل کرتا ہے۔ کہ سید علی بن دقاق جس کے آباؤ اجداد علم وتقوی اور شیعیت میں عرب کے اندر مشہور تھے۔ حکایت بیان کرتا ہے کہ آج سے پانچ سال قبل ایک جماعت کے ہمراہ میں ملک شام میں تھا۔ اچانک ہم نے ایک کشتی دیکھی۔ جو عام کشتیوں کی طرح نہ تھی۔ جب نزدیک آئی۔ تو ہم اس میں سوار آدمیوں کے قریب گئے۔ اور ان کے حالات دریافت کیے۔ ایسا معلوم ہوا۔ کہ تقریباً ایک مہینہ سے وہ دریا میں راستہ گم کیے ہوئے ہیں۔ اور اس عرصہ میں کوئی آبادی انہیں نظر نہ آئی۔ ہم نے پوچھا۔ تم کس دین سے تعلق رکھتے ہو۔ جب انہیں ہمارے بارے میں علم ہوا۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ تو بہت خوش ہوئے۔ لیکن کچھ ڈرے سے تھے۔ پھر جب انہیں معلوم

ہوا۔ کہ ہم اثنا عشریہ شیعہ ہیں۔ تو فوراً وہ رام ہو گئے۔ اور خشکی پر آ گئے۔ ہم نے انہیں اپنے علاقہ کے لوگوں کے اچھے عقائد اور مال و دولت کی فراوانی کے متعلق ترغیب دلائی۔ ان کا گمان یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ اس ولایت میں کوئی مخالفت نہیں رہتا۔ لہذا وہ باہر آئے اور نماز ظہر با جماعت ادا کی۔ اور بہت سے درہم باہر نکالے۔ تاکہ کچھ خریدیں۔ اور ان دراہم پر امام مہدی کا مبارک نام لکھا ہوا تھا۔ ایک ملعون ہماری جماعت میں ہمارا مخالف بھی تھا۔ اس نے ایک اور منافق سے کہا۔ یہ رافضی ٹولہ ہے۔ اگر یہ درہم ہم ولایتِ شام لے چلیں۔ تو وہاں کے حکمران ان کو واجبی سزا دیں گے۔ ان لوگوں نے جب یہ بات سنی۔ رات کو ہی کوچ کیا۔ کشتیوں میں سوار ہو کر اسی راستہ سے واپس پلٹ گئے جس سے آئے تھے۔ اور سید علی بن دقاق نے کہا۔ کہ اب بھی میرے والد اور بعض قریبی رشتہ داروں کے پاس ان دراہم میں سے چار ٹکے باقی ہیں۔

بحر الجواھر:

در کتاب نزہتہ الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت صاحب در جزیرہ از جزائر مغرب است کہ آں را علقیہ خوانند و ہر یک از اولاد ذکور آنحضرت کہ طاہر و قاسم و ہاشم و ابراہیم و عبد الرحمٰن سلام اللہ علیہم باشند در جزیرہ از آں جزائر حاکم اندو نام آں جزائر ایں است۔ فاطمہ، مبارکہ، صالحیہ خضریہ، بیضا و یہ نوریہ۔ و مسکن آنحضرت در جزیرہ ایست کہ آں را کاطیہ گویند و زوجہ آنحضرت از دختران ابولیث است۔

(بحر الجواہر ص ۲۵۶)

ترجمہ:

نزہۃ الناظر کتاب میں تحریر ہے۔ کہ ان دنوں امام مہدی مغربی جزیروں میں سے علقیہ نامی جزیرے میں رہائش پذیر ہیں۔ اور ان کے بیٹے، طاہر، قاسم، ہاشم، ابراہیم اور عبدالرحمن ہیں۔ ان جزائر میں سے ایک جزیرہ کے حاکم ہیں۔ جزائر کا نام یہ ہے، ناعمہ، مبارکہ، صالحیہ، خضریہ، بیضادیہ، نوریہ، اور خود امام مہدی کی رہائش جزیرہ کاملیہ کے اندر ہے۔ اور آپ کی زوجہ ابولیث کی بیٹیوں میں سے ایک ہے۔

انوار نعمانیہ:

نُوْرٌ فِيْ بِلَادِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَسَاكِنِ اَوْلَادِهٖ الطَّاهِرِيْنَ حَالَ هٰذِهِ الْغَيْبَةِ الْكُبْرٰى ذَكَرَ الْمَوْلٰى الْفَاضِلُ الْمُلَقَّبُ بِالرِّضَا عَلِيُّ بْنُ فَتْحِ اللّٰهِ الْكَاشَانِيْ۔

...... فَقَالَ اَنَا طَاهِرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُوْسٰى بْنِ جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ......

..... ثُمَّ اَمَرَ لَنَا بِاِقَامَةِ الضِّيَافَةِ فَبَقِيْنَا عَلٰى ذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ وَلَمْ يَبْقَ فِي الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا جَاءَ اِلَيْنَا وَحَادَثَنَا فَلَمَّا انْقَضَتِ الْاَيَّامُ الثَّمَانِيَةُ سَاَلَهُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يَقُوْمُوْا لَنَا بِالضِّيَافَةِ فَفَتَحَ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ

فَكَثُرَتِ الْاَطْعِمَةُ وَالْفَوَاكِهُ وَعَمِلَتْ لَنَا الْوَلَائِمُ وَبَقِيْنَا فِيْ تِلْكَ الْمَدِيْنَةِ سَنَةً كَامِلَةً فَعَلِمْنَا وَتَحَقَّقْنَا اَنَّ تِلْكَ الْمَدِيْنَةَ مَسِيْرَةُ شَهْرَيْنِ بَعْدَهَا مَدِيْنَةٌ اِسْمُهَا الرَّائِقَةُ سُلْطَانُهَا الْقَاسِمُ بْنُ صَاحِبِ الْاَمْرِ مَسِيْرَةُ مُلْكِهَا شَهْرَيْنِ وَهِيَ عَلٰى تِلْكَ الْقَاعِدَةِ وَلَهَا دَخْلٌ عَظِيْمٌ وَبَعْدَهَا مَدِيْنَةٌ اِسْمُهَا الصَّافِيَةُ سُلْطَانُهَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ صَاحِبِ الْاَمْرِ وَبَعْدَهَا مَدِيْنَةٌ اُخْرٰى اِسْمُهَا ظَلُوْمٌ سُلْطَانُهَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ صَاحِبِ الْاَمْرِ مَسِيْرَةُ رُسْتَاقِهَا وَضِيَاعِهَا شَهْرَانِ وَبَعْدَهَا مَدِيْنَةٌ اُخْرٰى اِسْمُهَا عَنَاطِيْسُ سُلْطَانُهَا هَاشِمُ بْنُ صَاحِبِ الْاَمْرِ وَهِيَ اَعْظَمُ دَخْلًا وَمَسِيْرُ مُلْكِهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَيَكُوْنُ مَسِيْرَةُ هٰذِهِ الْمُدُنِ الْخَمْسِ وَالْمَمْلَكَةِ مِقْدَارَ سَنَةٍ لَا يُوْجَدُ فِيْ اَهْلِ تِلْكَ الْخُطَطِ وَالضِّيَاعِ غَيْرُ الْمُؤْمِنِ الشِّيْعِيِّ الْمُوَحِّدِ الْقَائِلِ بِالْبَرَائَةِ وَالْوِلَايَةِ الَّذِيْ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ يَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ سَلَاطِيْنُهُمْ اَوْلَادُ اِمَامِهِمْ يَحْكُمُوْنَ بِالْعَدْلِ وَبِهٖ يَاْمُرُوْنَ وَلَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِثْلُهُمْ وَلَوْ جُمِعَ اَهْلُ الدُّنْيَا لَكَانُوْا اَكْثَرَ عَدَدًا مِنْهُمْ عَلٰى اخْتِلَافِ الْاَدْيَانِ

وَالْمَذَاهِبِ وَلَقَدْ اَقَمْنَا عِنْدَهُمْ سَنَةً كَامِلَةً نَتَرَقَّبُ وُرُوْدَ صَاحِبِ الْاَمْرِ اِلَيْهِمْ لِاَنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّهَا سَنَةُ وُرُوْدِهٖ فَلَمْ يُوَفِّقْنَا اللّٰهُ لِلنَّظْرِ اِلَيْهِ۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۵۸ تا ۶۳ نور فی ذکر بلاد ہ ع مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام مہدی اور ان کے اولاد کے مساکن کی نورانیت کے بارے میں (یہ فصل ہے)

فتح اللہ کاشانی نقل کرتا ہے۔ کہ ایک شیعہ نے اپنے والد کی میت میں سمندر کا سفر کیا۔ جب وہ سرسبز جزیرے پر پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ سے ملاقات ہوگی۔ تو اس شیعہ نے بادشاہ سے عرض کی۔ آپ کا نسب کیا ہے بادشاہ نے کہا۔ میں طاہر بن محمد (امام مہدی) ہوں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ "اور ہر شئی کو ہم نے امام مبین میں محفوظ کر رکھا ہے،، پھر اس بادشاہ نے ہمیں اپنے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کا کہا۔ ہم وہاں آٹھ دن رہے۔ اور اس شہر کے تمام باشندے ایک ایک کر کے ہمارے پاس آئے۔ اور ہم سے بات چیت کی۔ جب آٹھ دن گزر گئے۔ تو ان لوگوں نے بادشاہ سے ہمارے لیے درخواست کی۔ کہ انہیں

ہمارا مہمان بننے کی اجازت دی جائے۔ اجازت ملنے پر انہوں نے ہمارے لیے بہت سے میوہ جات اور خوردنی اشیاء جمع کیں۔ اور ہمارے لیے مہمانی کرتے رہے۔ ہم وہاں ایک سال تک مقیم رہے۔ ہمیں معلوم ہوا۔ اور تحقیق کی۔ تو پتہ چلا کہ یہ شہر دو مہینوں کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے آگے ایک شہر تھا۔ جس کا نام رائقہ تھا۔ اور اس کے بادشاہ کا نام قاسم تھا۔ جو امام مہدی کے صاحبزادے تھے۔ ان کی حکومت بھی دو مہینوں کی مسافت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بھی پہلے شہر کی طرح تھا۔ اور آمدنی اچھی خاصی تھی۔ اس کے بعد ایک اور شہر صافیہ نامی تھا۔ جس کے حکمران کا نام ابراہیم بن امام مہدی تھا۔ اس کے بعد ایک اور شہر ظلوم نامی تھا۔ اور اس کے حکمران کا نام عبدالرحمٰن بن امام مہدی تھا۔ اس کے مضافات سمیت اس کی آبادی بھی دو مہینوں کی مسافت تک تھی۔ اس کے بعد ایک اور شہر تھا جس کا نام حناطیس تھا۔ اس کے بادشاہ کا نام ہاشم بن امام مہدی تھا۔ اس کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ اور اس کی لمبائی چوڑائی چار ماہ کی مسافت کے برابر تھی۔ تو ان تمام پانچ شہروں (علاقہ جات) کی مجموعی لمبائی چوڑائی، ایک سال کی مسافت کے برابر تھی۔ ان تمام علاقہ جات اور زادیوں میں صرف شیعہ مومن موحد رہتے تھے۔ جو تبرٰی بازی اور ولایت کے معتقد تھے نماز پڑھتے زکوٰۃ ادا کرتے اور نیکی کا حکم دیتے برائی سے منع کرتے تھے۔ ان پانچوں ممالک کے حکمران امام غائب القائم (امام مہدی) کی اولاد ہیں۔ اور وہ عدل و انصاف سے حکومت کر رہے ہیں۔ روئے زمین پر ان کی کوئی مثل نہیں۔ اگر پوری دنیا کے لوگ جمع کر دیئے جائیں۔ تو دین و مذہب کے اختلافات کے باوجود سب لوگوں سے زیادہ ہیں۔ ہم ان کے ہاں ایک سال

مکمل ٹھہرے۔ اور دوران قیام امام مہدی کے ظہور اور تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ کیونکہ ان آبادیوں کے باشندوں کا یہ خیال تھا۔ کہ اس سال امام مہدی تشریف لانے والے ہیں۔ لیکن امام القائم کی زیارت سے ہم بے توفیقے رہے۔

احتجاج طبرسی:

وَهُوَ الَّذِیْ تُطْوٰی لَهُ الْاَرْضُ وَ یُذَلُّ لَهٗ كُلُّ صَعْبٍ یَجْتَمِعُ اِلَیْهِ مِنْ اَصْحَابِهٖ عِدَّةُ اَهْلِ بَدْرٍ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَقَاصِی الْاَرْضِ وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فَاِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هٰذِهِ الْعِدَّةُ مِنْ اَهْلِ الْاِخْلَاصِ اَظْهَرَ اللّٰهُ اَمْرَهٗ فَاِذَا اَكْمَلَ لَهُ الْعَقْدُ وَهُوَ عَشَرَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ خَرَجَ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا یَزَالُ یَقْتُلُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْضٰی عَزَّ وَجَلَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۵۰/
ذکر اجوبتہ علیہ السلام علی اسئلۃ یحیٰی مطبوعہ
نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

امام مہدی کی وہ شخصیت ہے۔ کہ ساری زمین ان کی خاطر لپیٹ کر رکھ دی جائے گی۔ اور ہر مشکل ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے گی۔ ان کے ارد گرد

اہل بدر کی تعداد میں تین سو تیرہ ساتھی جمع ہو جائیں گے۔ یہ حضرات تمام روئے زمین سے جمع ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے وہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا بے شک اللہ ہر شئی پر قادر ہے،، پھر جب اتنی تعداد میں مخلص لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا امر ظاہر فرمائے گا۔ پھر جب تعداد دس ہزار مکمل ہو جائے گی۔ تو اللہ کے حکم سے وہ تشریف لے آئیں گے۔ اور پھر اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو جائے۔

مذکورہ روایات کا خلاصہ:

ملا باقر مجلسی نے چند ایسے واقعات ذکر کیے۔ جن سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ امام مہدی اس وقت مغربی جزائر میں سے ایک جزیرہ میں حکومت کر رہے ہیں۔ وہاں ان کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ وہ سکہ ملا باقر مجلسی نے خریدا۔ امام غائب کے علاوہ ان کی اولاد نرینہ بھی وہاں جزیرہ میں حکمرانی کر رہی ہے۔ ان صاحبزادگان اور ان کے زیر تصرف جزائر کے نام اور ان کا رقبہ وغیرہ سبھی بیان کیا گیا۔

لمحۂ فکریہ:

امام مہدی (امام غائب) جبکہ اس دنیا میں حکومت کر رہے ہیں۔ اور لوگوں نے ان کے ممالک دیکھے۔ اور ان کا سکہ بھی خریدا۔ ایک سال بھر کی مسافت کے برابر لمبی چوڑی حکومت والا جزیرہ مغربی جزائر میں کہاں ہے؟ دنیا کا جغرافیہ اتنے بڑے ملک سے نا آشنا ہے۔ صرف انہی کتابوں میں ان کا نام اور حدود و رقبہ کا پتہ چلتا ہے۔ اگر یہ امر واقعی ہے۔ تو پھر امام مہدی امام غائب کیونکر کہلائے۔ ان کی حکومت برسوں سے

ئے سے چل رہی ہے۔ ان کے نام کا سکہ جاری ہے۔ ہزاروں لاکھوں مربع میل پر ان کی اور ان کے فرزندوں کی حکومت ہے۔ اس کے باوجود یہ غائب ہیں۔ اور اپنے قتل کے خوف سے چھپے ہوئے ہیں۔ اتنی بڑی حکومت کا حاکم اور پھر قتل کا خوف؟ دیکھئے موجودہ دور میں ایک شیعہ رہنما آیت اللہ خمینی جو ایران کا مذہبی رہنما ہے۔ اس نے پوری دنیا کو للکارا ہے۔ کیا اہل تشیع کا امام غائب موجودہ رہنما خمینی سے بھی گیا گزرا ہے؟ پھر اس کے لیے فرضی واقعات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ابن بطوطہ کے بقول دریائے فرات کے کنارے ایک مسجد میں وہاں کے باشندے روزانہ امام غائب کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ اسی طرح جزیرہ میں ایک سال بسر کرنے والے انتظار کر کے تھک گئے۔ لیکن امام غائب نہ آئے۔ ایک طرف ان کی حکومت کے چرچے اور افسانے گھڑے جا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کی آمد کے لیے فریادیں کی جا رہی ہیں۔ انتظار ہو رہا ہے لیکن بے سود۔ گھوڑا سجا کر، ڈھول تھام کر، اسلحہ سے مسلح ہو کر، ان کی حمایت کرنے والے بصد گریہ وزاری بلاتے ہیں۔ لیکن امام مہدی پر قتل کا خوف ایسا طاری ہے۔ کہ وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ خود اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ جب امام مہدی کے چاہنے والے مخلصین کی تعداد ۳۱۲ ہو گئی۔ تو ان کے ظہور کا اعلان ہو گا۔ اور جب ایک ہزار ہو جائیں گے۔ تو وہ تشریف لے آئیں گے۔ چونکہ ابھی تک وہ نہ تشریف لائے نہ آن کی تشریف آوری کا کوئی اعلان ہو۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابھی تک پوری زمین پر ان کے نام لیواؤں میں ۳۱۲ بھی مخلص نہیں ملتے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں شیعہ جو امام غائب کو اپنا بارھواں امام تسلیم کرتے ہیں۔ وہ ان کے بارے میں مخلص نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ امام مہدی کہیں ان سے ہی خوف نہ کھاتے ہوں۔ کہ اگر اس وقت وہ تشریف لے آئیں۔ تو یہی غیر مخلص اور نام نہاد محبت کے دعویدار انہیں قتل کر دیں گے۔ تو بات کسی حد تک درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ائمہ کا قتل ان کا پرانا شیوہ ہے۔ اور اسی لیے امام جعفر صادق نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ منافقوں کی تمام ملامتیں

ہمارے شیعوں میں موجود ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۵۴ ذکر ابو الخطاب) اور امام رضا کا ارشاد ہے کہ ایک ہزار شیعوں میں سے ایک بھی مخلص نظر نہیں آتا۔ بلکہ تحقیق کی جائے تو تمام مرتد نکلیں (بحوالہ مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۷ طبع قدیم) اور اگر یہ تمام موجود شیعہ مخلص ہیں۔ تو امام مہدی کے خروج کی مقررہ تعداد کب　　پوری ہوگی۔ اب تو انہیں تشریف لے آنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ امام مہدی کے بارے میں اسباب و وجوہ غیبت جو آپ نے کتب شیعہ سے ملاحظہ کیے۔ وہ سراسر گپیں اور لغو باتیں ہیں۔ اگر کوئی منصف شیعہ بھی ان عبارات کو حق کی تلاش کے سلسلہ میں پڑھے۔ تو سمجھ جائے گا۔ کہ ائمہ اہل بیت کے کلام میں اس قسم کا تناقض اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کی چالبازیاں اور مکاریاں ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے افسانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعوں کا

افسانہ پنجم

امام غائب کے ظہور کی کیفیت اور اس کے بعد کی کارکردگی کے متعلق

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی جب تشریف لائیں گے۔ تو بالکل ننگے ہوں گے۔ سورج کی ٹکیہ کے سامنے تشریف فرما ہوں گے۔ اور سب سے پہلے ان کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ یہ کوئی تہمت نہیں جو ہم شیعہ لوگوں پر لگا رہے ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے۔ اور ان کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حق الیقین:

نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکہ و اول کسیکہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد ازاں علی (ع) و شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا (ع) روایت کردہ اند کہ از علامات ظہور حضرت قائم (ع) آنست کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد و منادی ندا خواہد کرد کہ

ایں امیر المومنین است برگشتہ است کہ ظالماں را ہلاک کند۔

(حق الیقین تصنیف ملا باقر مجلسی ص۲۱۹
باب پنجم در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی روایت کرتا ہے۔ کہ جب قائم آل محمد (امام مہدی) تشریف لائیں گے۔ تو فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ان کی مدد کرے گا۔ اور سب سے پہلے ان کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ ان کے بعد حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ۔ اور شیخ طوسی و نعمانی نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ امام مہدی کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہوگی کہ وہ ننگے جسم سورج کی ٹکیہ کے سامنے تشریف لائیں گے اور ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ کہ یہ امیر المومنین ہیں۔ اور اس لیے تشریف لائے ہیں۔ تاکہ ظلم کرنے والوں کو ہلاک کریں۔

روایت مذکورہ بالا سے بالتصریح معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی کے متعلق ننگے جسم تشریف لانا اہل تشیع کو بدنام کرنے کے لیے ہم نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ خود ان کی کتب میں مسطور ہے اس روایت کا آخری حصہ کہ جس میں امام موصوف کی رجعت کا مقصد بیان کیا گیا۔ یعنی وہ ظالموں کو سزا دیں گے۔ تو آئیے ان سے پوچھیں کہ "ظالموں" سے مراد کون لوگ ہیں۔ اور ان کی سزا کی کیفیت کیا ہوگی۔؟

امام مہدی خروج کے بعد ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور سیدہ عائشہ صدیقہ کو کوڑے لگائیں گے

حق الیقین:

و در رجعت ایشاں را بر دشمنانِ ایشاں غالب خواہم کرد کہ انتقام خود را از ایشاں بکشند پس تاویل آیات چنیں است و می خواہیم کہ منت گزاریم بر آنہا کہ ایشاں را ضعیف گردانیدہ اند در زمین کہ اہل بیت رسالت اند و بگردانیم ایشاں را امامان و بگردانیم ایشاں را وارثان زمین کہ پادشاہی روئے زمین برائے ایشاں مسلم گردد و تمکن و اقتدار بدہیم ایشاں را در زمین کہ باطل را برانداز ند و حق را ظاہر گردانند و بنمائیم بفرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر و لشکر ہائے ایشاں، و ایں ہا اند کہ غصب حق آل محمد کردند منہم یعنی از آل محمد آنچہ حذر میکردند از کشتن و عذاب،

(حق الیقین ص ۲۱۶، باب پنجم در بیان اثبات رجعت، مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ان (امام مہدی) کے تشریف لانے کے بعد ہم انہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا کریں گے۔ تاکہ ان سے بدلے لے سکیں۔ لہذا آیات کی تاویل اسی

طرح سے ۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ان اہل بیت پر احسان کریں۔ جن کو زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا۔ اور ہم ان کو امام بنائیں۔ اور زمین کا وارث بنائیں۔ کیونکہ تمام زمین کی بادشاہی انہی کے لیے مسلم ہے۔ اور انہیں اقتدار اور زمین پر قدرت عطاء کریں۔ تاکہ باطل کو بھگا کر حق کو ظاہر کریں۔ اور فرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کو بتلائیں۔ کہ تم وہ لوگ ہو۔ جنہوں نے آل محمد کے حقوق غصب کیے۔ اور انہیں قتل و سزا کے خوف سے ڈراتے رہے۔

حق الیقین:

از امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا برا و حد بزند و انتقام فاطمہ را بکشد۔

(حق الیقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات رجعت مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہمارے قائم (امام مہدی) ظاہر ہوں گے۔ تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر (زنا کی) حد جاری کریں اور حضرت فاطمہ کا ان سے انتقام لیں۔

ملا باقر مجلسی کی دونوں عبارتوں سے اہل تشیع کا عقیدہ جو سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امام غائب جب ظاہر ہوں گے۔ تو معاذ اللہ اپنی روحانی والدہ کو زنا کی سزا کوڑوں کے ذریعہ دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال یعنی ابوبکر و عمر کو سزا دیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ ان کا من گھڑت اور کافرانہ عقیدہ ہے۔ ان لوگوں نے خواہ مخواہ امام مہدی کے بارے میں افسانے گھڑ رکھے ہیں۔ اور یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جب امام تشریف لائیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو ضرور کوڑے لگائیں گے۔ جو اماموں

کے لیے غیب دان ہونے کا دعوای کرتے ہوں گے۔ اور موت وحیات ان کے قبضہ میں مانتے ہوں گے۔ ذرا پہچانیے یہ عقیدہ کن لوگوں کا ہے؟ آئیے رجال کشی کی عبارت دیکھیں۔

رجال کشی:

فَقَالَ یَا مُصَادِفُ اِنَّ عِیْسٰی لَوْ سَکَتَ عَمَّا قَالَتِ النَّصَارٰی فِیْهِ لَکَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّصِمَّ سَمْعَهٗ وَ یُعْمِیَ بَصَرَهٗ وَ لَوْ سَکَتُّ عَمَّا قَالَ فِیَّ اَبُو الْخَطَّابِ لَکَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّصِمَّ سَمْعِیْ وَ یُعْمِیَ بَصَرِیْ۔۔۔۔۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) اِنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ قَالَ وَ مَا یَقُوْلُوْنَ؟ قُلْتُ یَقُوْلُوْنَ تَعْلَمُ قَطْرَ الْمَطَرِ وَ عَدَدَ النُّجُوْمِ وَ وَرَقَ الشَّجَرِ وَ وَزْنَ مَا فِی الْبَحْرِ وَ عَدَدَ التُّرَابِ فَرَفَعَ یَدَهٗ اِلَی السَّمَآءِ وَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا یَعْلَمُ هٰذَا اِلَّا اللّٰهُ ۔۔۔۔ مِنَ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ (ع) یَقُوْلُ لَوْ قَامَ قَائِمُنَا بَدَاَ بِکَذَّابِی الشِّیْعَةِ فَقَتَلَهُمْ۔

(رجال کشی تصنیف ابو عمرو محمد بن عمر الکشی ص ۲۵۳ تذکرہ ابو الخطاب مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق نے مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ کیا۔ اگر عیسیٰ اس پر خاموشی اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا تھا۔ کہ ان کے کان بہرے کر دیتا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دیتا۔ اور اگر میں بھی ابوالخطاب کی باتوں کو سن کر خاموش ہو جاتا تو بھی اللہ کو حق پہنچتا تھا۔ کہ میرے کان بہرے کر دیتا۔ اور میری آنکھیں اندھی کر دیتا۔ ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر سے عرض کی۔ کہ شیعہ لوگ آپ کے بارے میں کچھ کہتے ہیں۔ پوچھا کیا کہتے ہیں۔ عرض کیا وہ کہتے ہیں۔ کہ آپ بارش کے قطروں کی تعداد، ستاروں کی گنتی، درختوں کے پتوں کی تعداد، سمندر اور دریا میں موجود اشیاء کا وزن اور مٹی کے ذروں کی تعداد جانتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور دو مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا .... مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا آپ نے فرمایا۔ اگر ہمارے قائم (امام مہدی) تشریف لے آئیں۔ تو آپ بجو اسی اور جھوٹے شیعوں سے جہاد کا آغاز فرمائیں گے۔ اور انہیں قتل کر کے دم لیں گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی کا اول تو رجعت فرمانے کا عقیدہ ہی سرے سے غلط ہے۔ اور دوسرا جب وہ تشریف لائیں گے۔ تو امت کے شریر ترین لوگوں اور بدعقیدہ شیعوں کو تہہ تیغ کریں گے۔ نہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کو سزا دیں گے۔

خلاصہ:

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بقول شیعہ امامت منصوص من اللہ ہوتی، تو ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کے دعویٰ دار بوجہ منصوص نہ ہونے کے جہنمی اور روسیاہ ہوئے۔ حالانکہ زید بن علی اور نفس زکیہ وغیرہ کو تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا ہے فرشتے بروز قیامت ان کا استقبال کریں گے۔ اسی طرح دیگر مدعیانِ امامت جو آلِ بیت کے افراد تھے۔ ان کو من گھڑت شرط کی بنا پر کافر اور جہنمی قرار دے کر "اہل بیت سے محبت" کا حق ادا کیا جا رہا ہے؟ درحقیقت یہ ان حضرات کی توہین اور بہت بڑی گستاخی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل دوم

امامت اور خلافت کے کسی خاص کے لیے منصوص ہونے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکار

فرات کوفی:

حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِیْ مُعَنْعَنًا عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَمَا تَاْوِیْلُ قَوْلِهٖ (لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَرَصَ اَنْ یَّكُوْنَ الْاَمْرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) مِنْ بَعْدِهٖ فَاَبَی اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ وَكَیْفَ لَا یَكُوْنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ وَقَدْ فَوَّضَ اِلَیْہِ فَمَا حَلَّ کَانَ حَلَالًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَا حَرَّمَ کَانَ حَرَامًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ (تفسیر فرات کوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف ص ۱۹)

ترجمہ:

جعفر بن فزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے لیس لک من الامر شئ آیت پڑھی۔ سن کر امام موصوف نے فرمایا۔ ہاں۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں قربان! پھر اس آیت کی کیا تاویل (معنی) ہو گی۔ فرمایا۔ بات یہ ہے "کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا کی۔ کہ آپ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اختیار مل جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر اختیار نہ تھا۔ حالانکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفویض فرما دیا تھا۔ پھر جو آپ نے حلال کر دیا۔ وہ تاقیامت حلال رہے گا۔ اور جس کو حرام ٹھہرایا تاقیامت حرام ہی رہے گا۔

حضرت علی کے لیے خلافت منصوص ہونے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

تفسیر قمی:

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَۃَ مِنْ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَہٗ

اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔

(تفسیر قمی سورۃ تحریم زیر آیت، واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا۔)

ترجمہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلافت کی ولایت ابوبکر صدیق کے لیے ہے۔ اور ان کے بعد تمہارے والد کے لیے پوچھنے لگیں۔ یہ آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا۔ اس اللہ نے جو علیم و خبیر ہے مجھے اطلاع دی ہے۔

ارشاد شیخ مفید:

فَنَهَضُوْا وَبَقِيَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ يَكُنْ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّا نُغْلَبُ عَلَيْهِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَاَصْمَتَ فَنَهَضَ الْقَوْمُ يَبْكُوْنَ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ۔

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ط۹۹ باب فی طلب رسول اللہ بدواۃ و کتف)

(۲۔ اعلام الوریٰ للطبرسی ص۱۴۲ بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ:

(بوقتِ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرات صحابہ کرام میں قلم دوات لانے کا اختلاف بڑھ گیا۔) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا۔) وہ تمام اٹھ کھڑے ہوئے۔ صرف حضرت عباس فضل بن عباس علی بن ابی طالب اور مخصوص اہل بیت کے افراد باقی بیٹھے رہے۔ حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر یہ امر (خلافت و امامت) آپ کے بعد مستقل طور پر ہم میں ہی رہنا ہے۔ تو آپ اس بارے میں خوشخبری سنا دیجئے۔ اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے۔ کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے۔ تو پھر ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میرے بعد بے بس کر دیئے جاؤ گے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ موجود لوگ اٹھے۔ اور روتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ کیونکہ وہ (اپنے لیے مستقل طور پر امامت و خلافت کے بارے میں) حضور سے نا امید ہو گئے۔

لمحۂ فکریہ:

مقام غور ہے۔ کہ اگر ائمہ حضرات کے لیے امامت و خلافت منصوص من اللہ تھی۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ کے لیے اس منصب کے حصول کی دعا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔؟ اگر وہم گزرے کہ آپ نے تو منصوص من اللہ کی توثیق کے لیے دعا مانگی۔ تو بھی اس کا جواب یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول نہ کی۔ اور اسی طرف امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ناطق ہے۔

علاوہ ازیں اگر ایسا ہی تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد ابو بکر اور ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلیفہ بننے کی پیش گوئی کیوں فرمائی؟ پھر حضرت عباس

نے اس منصب کے لیے اپنے خاندان میں منصوص طور پر رہنے کی التجا کی۔ جو منظور نہ ہوئی اور حاضرین مایوس ہو کر روتے ہوئے نکل کھڑے نہ ہوتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امامت و خلافت کا "منصوص" ہونا محض شیعی اختراع ہے۔ نہ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور نہ ہی ارشادات نبویہ وارشاداتِ ائمہ اس کے مؤید ہیں۔

حضرات ائمہ اہل بیت نے اپنی امامت کے منصوص ہونے کا خود بھی انکار کیا ہے

اگر کوئی اور خلیفہ بن جائے تو میں سب سے زیادہ مطیع ہوں گا قول علی

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اس منصب کے لیے مجبور نہ کرو۔ تم کسی اور کو امام و خلیفہ بنا لو۔ میں بھی تمہاری طرح اس کے ماتحت رہنا پسند کروں گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

دَعُوْنِیْ وَالْتَمِسُوْا غَیْرِیْ ۔۔۔ وَاِنْ تَرَکْتُمُوْنِیْ

فَاَنَا کَاَحَدِکُمْ وَلَعَلِّیْ اَسْمَعُکُمْ وَاَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْہُ اَمْرَکُمْ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۹۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بیعت کی پیش کش کی تو آپ نے انہیں فرمایا۔) تم مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو اور میرے سوا کسی دوسرے کو اس منصب کے لیے تلاش کرو......... اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے (اور خلیفہ نہ بننے کی میری بات مان لو گے۔) تو پھر میں بھی تم میں سے ایک ہی ہوں گا اور امید ہے۔ کہ شائد خلیفۂ وقت کے احکام میں تم سے زیادہ دل جمعی سے سنوں۔ اور اس پر تم سے بڑھ کر عمل پیرا ہوں۔ میرا تمہارے لیے وزیر بننا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر (خلیفہ وامام) بنوں۔

میرے گلے میں کسی کی بیعت کا طوق پڑ چکا ہے۔ قول علی

نہج البلاغہ:

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ لَہٗ وَالْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْہُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰہِ قَضَآءَہٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰہِ اَمْرَہٗ اَتَرَانِیْ اَکْذِبُ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَہٗ فَلَا اَکُوْنُ اَوَّلُ مَنْ کَذَبَ عَلَیْہِ فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَ اِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۳۷ ص ۸۱ مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:

ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق نہ لے لوں اور ہر مضبوط میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق وصول نہ کر پاؤں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوئے۔ اور اللہ ہی کو ہم نے اس کا امر سپرد کر دیا کیا تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں گا۔ خدا کی قسم! میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ جس نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔ لہٰذا میں آپ پر جھوٹ باندھنے میں پہل نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے معاملہ (امر خلافت و امامت) میں خوب غور و فکر کیا۔ (تو مجھے یہی نتیجہ نظر آیا) کہ میرا اطاعت کرنا اچانک میری بیعت سے آگے بڑھ گیا۔ یعنی خلیفہ کوئی دوسرا بن جائے اور میں اس کی اطاعت کروں۔ یہ بات راجح نظر آئی) اور یہ بھی مجھے اچانک دکھائی دیا۔ کہ میری گردن میں کسی دوسرے (خلیفہ و امام) کی بیعت کا پختہ عہد لٹکا ہوا ہے۔

نہج البلاغہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کو اپنے لیے منصوص نہ سمجھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے لکھا۔ کہ جب لوگ ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو مل کر خلیفہ بنائیں۔ تو تم ان کی خلافت کو تسلیم

کرتے ہو۔ لیکن مجھے جب لوگوں نے خلیفہ بنایا تو تمہیں اعتراض ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے لیے خلافت بلافصل اور اس کے منصوص ہونے کے ہرگز ہرگز قائل نہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے تئیں خلیفہ بلافصل اور منصوص سمجھتے۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی۔ وہ اس طرح کہ میں ابوبکر صدیق کی بیعت نہ کروں۔ کیونکہ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے میثاق لیا ہوا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ یہ میثاق و عہد کیا واقعی تھا۔ یا ایک سنی سنائی بات ہے۔ تو اس کا ثبوت حاضر ہے۔

ابن میثم:

فَقَوْلُهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِيْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ اَيْ طَاعَتِيْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِيْلَ اِلَى الْاِمْتِنَاعِ مِنْهَا وَقَوْلُهُ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ اَيْ مِيْثَاقُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَهْدُهٗ اِلَيَّ بِعَدَمِ الْمُشَاقَّةِ وَقِيْلَ الْمِيْثَاقُ مَا لَزِمَهٗ مِنْ بَيْعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَ اِيْقَاعِهَا اَيْ فَاِذَا مِيْثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِيْ فَلَمْ يُمْكِنِّيِ الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهٗ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم۔ جلد دوم
ص ۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میں نے غور و فکر کیا تو ایک اچانک مجھے طاعت کرنا بیعت لینے پر سبقت کرتا نظر آیا،، اس کا مطلب یہ ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لڑائی نہ کرنے میں جس کا آپ نے حکم دیا
یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قوم سے بیعت لیتا پھروں۔ لہذا اب
مجھے اس کے خلاف کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اور حضرت
علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا "میری گردن میں غیر کا میثاق ہے" اس کا
مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق اور آپ کا یہ عہد لینا کہ تم
نے میرے بعد دنگا فساد نہیں کرنا میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں
اور کہا گیا ہے۔ کہ اس میثاق سے مراد وہ میثاق ہے۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی بیعت کر لینے کا تھا۔ تو معنی یہ ہو گا۔ کہ قوم نے جب ابوبکر صدیق کے خلیفہ
ہونے پر ان کی بیعت کر لی۔ اب مجھ پر بھی ایسا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ میں
یہ عہد کر چکا ہوں۔ کہ قوم کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لہذا اب میرے لیے
اس کے بعد مخالفت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

"ابن میثم" نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تشریح میں صاف صاف لکھ دیا کہ
حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور اُن کی بیعت سے
ہرگز پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ یعنی خلافتِ ابوبکر اور بیعت ابوبکر یہ دونوں باتیں پختہ عہد
کے ساتھ حضرت علی المرتضےٰ اپنے اوپر لازم کر رہے ہیں۔ اگر خلافت حضرت علی المرتضیٰ
کے لیے منصوص ہوتی۔ تو پھر اس سے دستبرداری اللہ کی نافرمانی نہ ہوگی؟ تو معلوم ہوا کہ
حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اپنے لیے خلافت کو منصوص نہ سمجھتے تھے۔

حضرات حسنین کریمین نے اپنے لیے خلافت کے منصوص ہونے کا انکار کیا۔

رجال کشی:

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنَّ مُعَاوِیَۃَ کَتَبَ اِلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْہِمَا اَنْ اَقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَیْنُ وَاَصْحَابُ عَلِیٍّ فَخَرَجَ مَعَہُمْ قَیْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ الْاَنْصَارِیُّ وَقَدِمُوا الشَّامَ فَاَذِنَ لَہُمْ مُعَاوِیَۃُ وَاَعَدَّ لَہُمُ الْخُطَبَاءَ فَقَالَ یَا حَسَنُ قُمْ فَبَایِعْ فَقَامَ فَبَایَعَ فَالْتَفَتَ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْظُرُ مَا یَاْمُرُہٗ فَقَالَ یَا قَیْسُ اِنَّہٗ اِمَامِیْ یَعْنِی الْحَسَنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(رجال کشی ص ۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر قیس بن سعد)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ امیر معاویہ نے امام حسن کی طرف رقعہ بھیجا کہ تم حسین اور اصحاب علی میرے ہاں آ جاؤ ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے۔ یہ سب شام پہنچے۔ اور امیر معاویہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ ا[illegible]ن کے لیے خطیب مقرر فرمائے۔ پھر کہا اے حسن! اٹھو اور امیر معاویہ کی بیعت

کرد۔ یہ اٹھے اور بیعت کی۔ تو میں نے امام حسین کی طرف دیکھا۔ کہ وہ مجھے (قیس) کیا حکم دیتے ہو۔ تو امام حسین نے فرمایا قیس! امام حسن میرے امام ہیں۔ (انہوں نے جو کچھ کیا میں اس پر راضی ہوں۔ لہٰذا تم بھی امیر معاویہ کی بیعت کر لو۔)

تلخیص الشافی:

فَكَيْفَ يُقَالُ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ رُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ ابْنِ سَعْدٍ اِخْتَارُوْا مِنِّيْ اِمَّا الرُّجُوْعُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ اَنْ اَضَعَ يَدِيْ عَلٰى يَدِ يَزِيْدٍ فَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ يَرٰى فِيَّ رَأْيَهٗ وَاِمَّا اَنْ تُسَيِّرُوْا بِيْ اِلٰى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكُوْنَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِهٖ لِيْ مَالَهٗ وَعَلَيَّ مَا عَلَيْهِ۔

(تلخیص الشافی تصنیف ابوجعفر طوسی جلد ۴ ص ۱۸۶ فصل فی ذکر الحسن و الحسین مطبوعہ قم ایران، طبع جدید)

ترجمہ:

کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ تحقیق مروی ہے۔ کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تمہیں دو باتوں کا اختیار ہے یا تو مجھے واپس اُس جگہ جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا پھر میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں

آخر وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔ میرے بارے میں وہ خود بہتر سوچ لے گا۔
یا تم مجھے مسلمانوں کے کسی بارڈر کی طرف بھیج دو۔ تاکہ میں ان میں شامل ہو
جاؤں۔ اور پھر ان کے نفع و نقصان میں میں بھی ان کے برابر کا شریک ہو
جاؤں۔

لمحۂ فکریہ:

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ کی خلافت و امامت پر ان کے ہاتھ بیعت کی۔ اور امام حسین تو یزید کی بیعت کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ لیکن ابن زیاد نے ایسا نہ ہونے دیا۔ بہر حال یہ آمادگی اور وہ بیعت کر لینا دونوں اس امر کی دلیل ہیں۔ کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے لیے امامت و خلافت کو منصوص نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر منصوص من اللہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی امامت و خلافت کو پایۂ تکمیل تک خود پہنچاتا چاہے حالات کیسے ہی بگڑ کیوں نہ جاتے۔ کیونکہ یہ اس کی عطا کی ہوئی ذمہ داری تھی۔ اور نہ ہی امام حسن و حسین کسی غلط آدمی کو بیعت کی پیش کش کرتے اور نہ ہی کسی غیر منصوص کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ یہ سب کچھ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ امامت و خلافت کسی مخصوص شخص کے لیے منصوص نہیں ہوتی۔

امام زین العابدین نے بھی امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے انکار کیا

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک گوشہ نشین اور یاد خدا میں زندگی بسر کرنے والی شخصیت تھے۔ ان کے بارے میں اہل تشیع کا اگرچہ یہ عقیدہ ہے کہ آپ امام

تھے۔ اور خلیفہ بھی تھے لیکن اس کے باوجود تاریخ گواہ ہے۔ کہ آپ نے نہ خلافت کی۔ نہ اللہ کی مدود کو نافذ کیا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں کسی کے امام برحق ہونے کے لیے بنیادی شرائط میں سے ہیں۔ بلکہ آپ نے تو خلافت ظاہری کے قبول نہ کرنے کی نذر مان رکھی تھی۔
ثبوت ملاحظہ ہو۔

خدا کی قسم جیتے جی خلافت کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ امام زین العابدین رضؓ

تاریخ ائمہ:

حسین نے حضرت سے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت نے فرمایا میں علی بن الحسین ہوں۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حصین بن نمیر ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت اس کو پہچان گئے کہ یہ کربلا میں لشکر یزید کے ساتھ تھا اور بڑے بڑے ظلم کیے تھے۔ مگر حضرت نے ان باتوں کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور اس سے پوچھا اب میں جاؤں؟ اس نے کہا نہیں یزید مر گیا اور دنیا بے خلیفہ کے ہو گئی ہے۔ لوگ ایسے شخص کی تلاش میں ہیں جس کی بیعت کریں۔ آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلیے۔

تاکہ پوری دنیا کو آپ کا تابع کر دوں۔ کیونکہ اس وقت روئے زمین پر آپ کے سوائے کوئی امام برحق نہیں ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں

نے خدائے عزوجل سے نذر کی ہے۔ کہ ظاہری بادشاہت قبول نہیں کروں گا۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنا اونٹ بڑھایا اور حصین بن نمیر کے خیمہ کے دروازے پر دہ کل سامان اتار کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۹۴ چوتھا باب،
حالات امام زین العابدین۔
مطبوعہ لاہور)

شیعوں نے امام زین العابدین کو یزید کا غلام بتا دیا

روضہ کافی:

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اَرَءَیْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَکَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ بَلٰی فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَکَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُکْرَہٌ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِکْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ اَوْلٰی لَکَ حَقَنْتَ دَمَکَ وَلَمْ یَنْقُصْکَ ذٰلِکَ

مِنْ شَرَفِكَ ۔

(۱۔ الروضہ من الکافی جلد ۸ ص ۲۳۵
حدیث یزید لعنہ اللہ مع
علی بن الحسین الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۶۷۸
زندگی امام سجاد و مصائب واحزان
آنحضرت ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

یزید دوران خلافت حج کی غرض سے جب مدینہ منورہ پہنچا ۔ تو ایک قریشی کو بلوا کر اس سے اپنی فضیلت کا اقرار کروانا چاہا ۔ لیکن اس نے انکار کر دیا ۔ جس پر اُسے قتل کروا دیا ۔) پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلوایا ۔ اور انہیں بھی وہی کچھ کہا ۔ جو قریشی نوجوان کو کہا تھا ۔ زین العابدین نے یزید کو جواب دیا کہ اگر میں تیری فضیلت کا اقرار نہ کروں تو کیا مجھے بھی قریشی کی طرح قتل کروا دے گا ؟ یزید بولا ۔ ہاں ۔ تو امام زین العابدین نے کہا ۔ اچھا میں تمہاری خواہش کا اقرار کرتا ہوں ۔ میں مجبور غلام ہوں ۔ اگر چاہے تو مجھے رکھ لے ۔ اور چاہے تو بیچ ڈال ۔ یہ سن کر یزید نے کہا ۔ تو نے بہت اچھا کیا اپنا خون بھی بچا لیا اور تمہاری بزرگی پر بھی کوئی حرف نہیں آیا ۔

لمحۂ فکریہ:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی فضیلت کا اقرار کیا ۔ تو یہ یعنہٖ اس کی

خلافت و امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کو اپنے حق میں منصوص من اللہ یا منصوص من الرسول سمجھتے۔ تو پھر یزید جیسے شخص کی فضیلت کا اقرار کیوں کرتے ؟ اگر رگِ شیعیت پھڑکے۔ اور اس بیعت و اقرار کو تقیہ پر محمول کیا جائے۔ اور مجبوری اور ڈرپوکی کی ایک تصویر سمجھی جائے۔ تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ کتب شیعہ اس بات کی بھرپور تائید و توثیق کرتی ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں آنے والے تمام امام جس طرح علم و فضل میں تمام لوگوں پر سبقت لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح شجاعت و جوانمردی میں بھی ان کی کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا ڈرنا کیسا ؟

اصول کافی:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نحن فی الامر والفہم والحلال والحرام نجری مجری واحد۔

(اصول کافی جلد اول ص ۲۷۵ کتاب الحجہ باب فی ان الائمۃ فی العلم والشجاعۃ والطاعۃ سواء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم (یعنی ائمہ اہل بیت) علم اور شجاعت میں برابر ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ ہم حکومت دانائی اور حلال و حرام کے معاملہ میں ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ہر امام کا بہادر ہونا ضروری

ہے۔ تو پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ،، ڈر کے مارے ،، بیعت کرنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ بالفرض ایسا ہوا۔ تو بھی امامت و خلافت کے منصوص ہونے کی عمارت دھڑام سے زمین پر گر پڑے گی۔

کیونکہ ان قائلین سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ جب اللہ اور اس کا رسول ایک شخص کو امام و خلیفہ مقرر کریں۔ تو اس کا اس تقرری سے ہٹ جانا دو اعتبارات سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو ہٹنے والے کو اللہ اور اس کے رسول کے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اس کا دفاع نہ کر سکے۔ یا اس کے منصوص ہونے کی تردید ہوگی۔ ان دونوں اعتبارات میں سے دوسرے اعتبار کے شواہد موجود ہیں۔ وہ یہ کہ امام زین العابدین نے نذر مان رکھی ہے۔ کہ میں خلافت و امامت ظاہری قبول نہ کروں گا۔ حالانکہ اس نذر پر کوئی خوف و رعب طاری نہ تھا۔ اب فیصلہ کیجئے۔ کہ امام زین العابدین تو خلافت و امامت ظاہری نہ کرنے کی نذر مان رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تا عمر آپ خلیفہ اور امام نہیں بنیں گے۔ اور شیعہ آپ کو ظاہری خلیفہ و امام ماننے پر مصر ہیں۔ جس کا مطلب یہ کہ آپ نے اپنی نذر پوری نہ کی۔ اب کس کی بات مانی جائے؟

ادھر امام زین العابدین قولاً اور فعلاً امامت کی تردید فرما رہے ہیں۔ قولاً اس طرح کہ میں نے نذر مان لی ہے۔ کہ امامت قبول نہیں کروں گا۔ اور فعلاً اس طرح کہ یزید کی بیعت قبول کر رہے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ خود امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نزدیک امامت و خلافت میں ،، منصوص من اللہ ،، کا تصور ہونا ناقابل قبول ہے۔ آپ نے ساری زندگی نہ امامت کی اور نہ خلافت سنبھالی۔

"دنیائے شیعیت کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شیعہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ثابت کر دکھائے کہ آپ نے خلافت کا دعویٰ کیا یا خلیفہ وقت کے خلاف اور اپنے حق میں خروج کیا۔ یا انہوں نے کچھ عرصہ مسند خلافت پر جلوہ فرمایا تو اس ثبوت کو ہم پہنچانے والے کو ہم بیس ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حقیقت سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے سے انکار

اصول کافی:

قال له ابو عبد الله علیه السلام انی لم انازعك ولم اجیئ لاتقدم علیك فی الذی انت فیه۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶۲ کتاب الحجة ما یفصل به بین دعوی المحق الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زید بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہارے ساتھ نہ تو جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ مقابلہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی تمہارے کام (امامت و خلافت) میں پیش قدمی کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت امام جعفر نے عبداللہ المحض کی بیعت کرنا چاہی

مقاتل الطالبین:

ثُمَّ خَرَجْنَا جَمِيعًا حَتّٰى أَتَيْنَا عَبْدَ اللّٰهِ فَدُعِيَ إِلٰى بَيْعَةِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ إِنَّكَ شَيْخٌ وَإِنْ شِئْتَ بَايَعْتُكَ وَأَمَّا ابْنُكَ فَوَاللّٰهِ لَا أُبَايِعُهُ وَأَدَعُكَ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج ص ۲۵۶ تذکرہ محمد بن عبداللہ بن الحسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کی بیعت کے لیے جمع ہونے والے لوگ کہتے ہیں کہ) پھر ہم ان کے والد کے پاس اکٹھے ہو کر گئے۔ وہاں انہیں محمد بن عبداللہ کی بیعت کی دعوت دی گئی۔ یہ سن کر امام جعفر صادق نے کہا آپ (عبداللہ) بزرگ آدمی ہیں۔ اگر آپ اپنی بیعت کروانا چاہیں۔ تو میں تیار ہوں۔ لیکن تمہارا بیٹا (محمد) تو خدا کی قسم! میں اس کی بیعت نہ کروں گا۔

اور تمہیں الوداع کہہ دوں گا۔

حضرت امام جعفر نے اپنی بیعت لینے سے انکار کر دیا

مرأة العقول:

وَ الْاَظْهَرُ عَلٰى هٰذَا اَنْ تَكُوْنَ اِشَارَةً اِلٰى اِنْقِرَاضِ دَوْلَةِ بَنِيْ اُمَيَّةَ اَوْ ضُعْفِهِمْ وَاسْتِيْلَاءِ اَبِيْ مُسْلِمٍ عَلٰى خُرَاسَانَ وَ قَدْ كَتَبَ اِلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتُبًا يُرِيْدُ الْبَيْعَةَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمْ يَقْبَلْ لِمَصَالِحِ كَثِيْرَةٍ۔

(مرأة العقول تصنیف ملا باقر مجلسی شیعی جلد ۴ ص ۱۸۱، کتاب الحجۃ باب کراھیۃ التوقیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام مہدی کے ظہور سے مراد حق کے ظہور کا زمانہ ہے۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے جو کہ امام جعفر کا زمانہ بنتا ہے۔) اس تاویل کے مطابق اس کا ظاہر تر اشارہ یہ ہو گا۔ کہ بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے کو ہے۔ یا وہ کمزور پڑنے والی ہے۔ یا جڑ سے اکھڑنے والی ہے۔ اور ابو مسلم کے خراسان پر قبضہ کی طرف اشارہ ہے۔ ابو مسلم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بہت سے رقعہ جات

لکھے جن میں ان سے بیعت کا اظہار کیا گیا تھا۔ تو امام موصوف نے بہت سی مصلحتوں کے پیش نظر اس کی بیعت نہ لی (یعنی اپنے لیے امامت و خلافت کو قبول نہ کیا۔)

امام جعفر کا اپنے امام منصوص من اللہ ہونے سے صاف انکار

بصائر الدرجات:

عَنْ سُلَيْمَانَ خَالِدٍ قَالَ بَيْنَا مَعَ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ ثَقِيْفَةٍ لَهُ اِسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ اُنَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اِنَّ اُنَاسًا يَاْتُوْنَنَا يَزْعُمُوْنَ اَنَّ فِيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِمَامٌ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ فَقَالَ مَا اَعْرِفُ ذٰلِكَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ قَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ اَنْتَ هُوَ قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اِنَّهُمْ اَصْحَابُ خَلْوَةٍ وَاَصْحَابُ وَرَعٍ. وَهُمْ يَزْعُمُوْنَ اِنَّكَ اَنْتَ هُوَ قَالَ هُمْ اَعْلَمُ وَمَا قَالُوْا قَالَ فَلَمَّا رَاَوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ اَغْضَبُوْهُ

فَخَرَجُوْا۔

(بصائر الدرجات الکبرٰی فی فضائل
آل محمد تصنیف ابوجعفر محمد بن حسن
فروخ شیعی ص ۱۹۵ تا ۹۶ اجزو رابع
باب ما عند الائمہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سلیمان خالد سے روایت ہے۔ کہ ہم امام جعفر صادق کے ہمراہ ان کے باغ میں تھے۔ تو کوفہ کے کچھ لوگوں نے ان سے ملاقات کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی۔ حاضر ہو کر کہنے لگے۔ اے ابوعبداللہ! کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم اہل بیت میں ایک امام ہیں۔ جن کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے۔ امام جعفر نے فرمایا۔ میں اپنے اہل بیت میں ایسا کوئی آدمی نہیں پاتا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے ابوعبداللہ! لوگوں کا آپ کے متعلق خیال ہے۔ فرمایا۔ میں نے تو انہیں ایسا کہنے کو نہیں کہا۔ انہوں نے پھر عرض کیا۔ ابوعبداللہ! وہ لوگ صاحب مشورہ، تنہائی پسند اور صاحب تقوای ہیں۔ ان کا خیال آپ کے متعلق ہے۔ فرمایا۔ وہ اپنے قول کو زیادہ جاننے والے ہیں؟ (یا میں اپنے متعلق زیادہ جانتا ہوں) جب ان کو فیوں نے دیکھا کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو کی وجہ سے غصہ میں آ گئے ہیں تو وہ وہاں سے چل دیئے۔

اصل واصول شیعہ:

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں

تھک چکی تھیں اضمحلال پیدا ہوگیا تھا۔ علانیہ ظلم وستم کے مواقع جاتے رہے تھے بنا برایں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف وخطرے کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ وتلقین میں رات دن ایک کر دیے۔ ہاں تبلیغ وتلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوگیا اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر واشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں کرتے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشا، وہ میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا کہ "حدثنی جعفر ابن محمد"، یعنی یہ روایت مجھ سے حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔

(۱۔ اصل الشیعہ واصولہا (عربی) تصنیف محمد حسین آل کاشف الغطاء ص ۱۲۱، مطبوعہ مصر قاہرہ
(۲۔ اصل واصول الشیعہ (اردو ترجمہ) مترجم ابن حسن نجفی ص ۵۱ تا ۵۲ مطبوعہ لاہور)

خلافت مجھے راس آتی ہی نہیں (امام جعفر رضی اللہ عنہ)

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ جَعْفَرُ وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَيْسَتْ لِيْ وَلَا لَهُمَا وَاِنَّهَا لِصَاحِبِ الْقَبَاءِ الْاَصْفَرِ۔

(ناسخ التواریخ امام حسن مجتبیٰ
جلد دوم۔ (مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جب نفس زکیہ کی بیعت کا کہا گیا) تو انہوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم! امامت و خلافت نہ مجھے زیبا ہے۔ اور نہ ان دونوں (نفس زکیہ اور ان کے والد ماجد) کو۔ یہ حق ہے تو زرد قباء والے کا ہے (منصور عباسی خلیفہ کا۔)

لمحۂ فکریہ:

مندرجہ بالا عبارات بانگ دہل کہہ رہی ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف "منصوص" خلیفہ و امام ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ مذہب شیعہ کی اصح الکتب (اصول کافی) سے واضح ہو گیا۔ کہ امام جعفر نے اپنے خاندان میں سے اپنے چچا کو کہا۔ کہ امامت و خلافت جس کے آپ دعویدار ہیں۔ میں اس کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ آپ کا فرمان۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ ہی خلیفہ و امام تھے۔ اب ان لوگوں کی بات پر یقین کیا جائے۔ یا امام موصوف کی بات پر۔ پھر امام موصوف نے حضرت محمد بن عبد نفس زکیہ کو فرمایا۔ کہ تمہاری بیعت نہیں کروں گا لیکن تمہارے والد کی بیعت کر سکتا ہوں۔ کیا

"منصوص"، امامت وخلافت سے دستبرداری ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں امام جعفرؓ نے جب دیکھا کہ تمام ہاشمی اور مطلبی لوگوں نے نفس زکیہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے۔ تو فرمایا کہ امامت وخلافت نہ میرے لیے اور نہ نفس زکیہ کے لیے بلکہ ابو جعفر منصور دوانقی کا حق ہے پھر یہی شخص خلیفہ بھی مقرر ہوا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلافت اور امامت سے انکار اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں منصوص نہیں ہوتیں۔

ایک زمانہ ایسا بھی آیا۔ کہ جب تشیع اپنی جوانی کی بہاریں دکھلا رہا تھا۔ اور اس پر پورا جوبن تھا۔ تقیہ کا نام ونشان مٹ گیا تھا۔ اور ہر طرف مذہب جعفریہ کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے۔ حتی کہ کوفہ کی ایک مسجد میں چار ہزار مولوی ذاکر اور مجتہد بیک وقت درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ایسے دور میں کوفیوں کے ایک گروہ سے گفتگو کرتے ہوئے بہت سے بھلے مانسوں کی طرف سے امام جعفر کے امام ہونے کے خیال کو خود امام نے ٹھکرا دیا۔ اور اپنی خلافت وامامت کا انکار کر دیا۔ اور الٹا انہیں عام رسا تولیں برس پڑے۔ بیچاروں کو بھاگنا پڑا۔ اور جان چھڑانی پڑی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی دلیل اس امر کی ہو سکتی ہے۔ کہ خلافت وامامت "منصوص من اللہ" نہیں ہوتے۔

اس کے باوجود اہل تشیع امام جعفر کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اور ان کے مقابل امامت کا دعوی کرنے والے کو اسلام سے خارج کرتے رہیں۔ اور جہنمی قرار دے کر روسیاہ ثابت کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی اہل بیت سے انتہا درجہ کی دشمنی ہے۔ اور حسد وبغض ہے۔

میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ تمام شیعہ ایک حدیث مرفوع اس معاملہ پر پیش کر دیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی۔ یا اس کا دعوی کیا۔ یا اس کے لیے خروج کیا۔

تو اس ثبوت پیش کرنے والے کو مبلغ دس ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔ اور اگر کوئی ثبوت نہ بن سکے۔ اور نہ ہی بن سکے گا۔ تو پھر آؤ حق کو قبول کرنے کی ہمت کرو۔ اور ضد سے ڈرو۔ اور اس آگ سے ڈرو جس میں نفس زکیہ محمد بن عبداللہ اور دیگر حضرات اہل بیت کو ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی
وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین

امام موسیٰ کاظم اور حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہما نے بھی امامت و خلافت کے منصوص ہونے کا انکار کیا

امام موسیٰ کاظم نے دولت عباسیہ کے دائمی قیام کی دعا کی اور حکومت کے مخالفین کو ڈانٹا

اصول کافی:

ثُمَّ اكْتُبْ إِلَيَّ بِخَبَرِ ذَالِكَ وَأَنَا مُتَقَدِّمٌ
إِلَيْكَ أُحَذِّرُكَ بِمَعْصِيَةِ الْخَلِيفَةِ
وَأَحُثُّكَ عَلَىٰ بِرِّهِ وَطَاعَتِهِ وَأَنْ
تَطْلُبَ لِنَفْسِكَ أَمَانًا قَبْلَ أَنْ تَأْخُذَكَ
الْأَظْفَارُ وَيَلْزَمَكَ الْخِنَاقُ مِنْ كُلِّ
مَكَانٍ فَتَرُوحَ إِلَى النَّفَسِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
فَتَرُوحَ إِلَى النَّفَسِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَلَا تَجِدُهُ
حَتَّىٰ يَمُنَّ اللَّهُ عَلَيْكَ بِمَنِّهِ وَفَضْلِهِ وَرِقَّةِ
الْخَلِيفَةِ أَبْقَاهُ اللَّهُ فَيُؤْمِنُكَ وَيَرْحَمُكَ
وَيَحْفَظُ فِيكَ أَرْحَامَ رَسُولِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ
عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ

اَلْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶۷،
کتاب الحجۃ باب ما یفصل
بہ بین دعوی المحق الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام موسیٰ کاظم نے یہ خط حسین بن علی کو اس وقت لکھا جب حسین نے خروج کیا) پھر امر مذکورہ کے بارہ میں لکھتا ہوں۔ میں تم کو خلیفہ کی مخالفت سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور تم کو رغبت دلاتا ہوں۔ اس کی نیکی حاصل کرنے اور اس کی اطاعت کی طرف اور اس سے امان چاہو قبل اس کے کہ تم اس کے پنجہ میں پھنسو۔ اور ہر طرف سے تمہاری گردن میں رسی بندھے۔ اور ہر طرف سے اپنے لیے راحت طلب کرو اور کوئی کوشش نہ کرو۔ یہاں تک کہ خدا تم پر احسان کرے۔ اور خلیفہ کو تم پر مہربان کر دے۔ خدا اس کو باقی رکھے تاکہ تم کو امان دے۔ اور رسول کے رشتہ داروں کی حفاظت کرے۔ سلام ہو طالب ہدایت پر۔ وحی کہتی ہے۔ عذاب اس کے لیے ہے۔ جس نے تکذیب کی اور روگردانی کی۔

(کتاب الشافی حصہ دوم ترجمہ اصول
کافی ص ۸۴۴، مطبوعہ کراچی۔)

حکومت کی طلب مت کرو یہ امر تباہ کن ہے

امام حسن عسکری

چہاردہ معصوم:

کلمات امام حسن عسکری باآنکہ از منبع علوم غیبی سرچشمہ گرفتہ تھا سبی ہم با زندگانی او داشتہ واز شہرت طلبی و مخاطرات اجتماعی سخن گفتہ میفرمائند۔ ایاك والاذاعة وطلب الرياسة فانهما يدعون الى الهلكة۔

(چہاردہ معصوم ص ۵۶۶، کلمات حضرت عسکری (ع) مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسن عسکری کے کلمات باوجود اس کے کہ علوم غیبیہ کے چشمہ سے نکلتے تھے ان کی زندگی کے ساتھ بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ نے شہرت طلبی اور اجتماعی مخاطرات (حکومت) کے متعلق ارشاد فرمایا۔ لوگو! شہرت طلبی اور ریاست طلبی (حکومت) سے ہر ممکن بچو۔ کیونکہ یہ (دونوں) تباہی و بربادی کا بلاوا ہیں۔

لمحہ فکریہ:

امام موسیٰ کاظم اور امام حسن عسکری کے ارشادات آپ نے ملاحظہ کیے۔ امام موسیٰ کاظم

اپنے چچازاد بھائی حسین بن علی کو تنبیہ کر رہے ہیں۔ کہ خلیفۂ وقت (جو عباسی تھا) کی مخالفت نہ کرو۔ حتیٰ کہ آپ نے اِس خلیفہ کے لیے دوام کی دعا مانگی۔ اس سے ہر عقل و خرد کا مالک یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ اگر موسیٰ کاظم اپنے تئیں منصوص من اللہ امام و خلیفہ سمجھتے تھے۔ تو پھر اپنے مدِ مقابل غیر منصوص کی خلافت کی مخالفت سے کیوں ڈرا رہے ہیں۔ اور اس کے حق میں اللہ سے دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں؟ کیا امام و خلیفہ کسی کافر کی اطاعت کرنے اور اس کے حق میں دعاءِ خیر کرنے سے خود امامت و خلافت پر قائم رہ سکے گا؟ موسیٰ کاظم کے اس قول کے جواب میں اہل تشیع "تقیہ" کا سہارا لیں۔ تو پھر بھی ڈر کے مارے "نہی عن المنکر" پر تو عمل نہ ہوا۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین کو یہ وصیت تھی۔

نہج البلاغہ:

لا تترکوا الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فیولّی علیکم شرارکم ثم تدعون فلا یستجاب لکم۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۷ ص ۴۲۲، چھوٹا سائز)

ترجمہ:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہرگز ترک نہ کرنا۔ ورنہ تم پر شریر لوگ مسلط کر دیے جائیں گے۔ پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔

اگر امام موسیٰ کاظم اس خلیفۂ عباسی کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ تو پھر امامت و خلافت کے لیے "منصوص" ہونے کی شرط کدھر گئی؟ اور اگر غاصب سمجھتے تھے۔ تو اس کی اطاعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کیوں کی؟ تو معلوم ہوا۔ کہ امامت و خلافت کے لیے "منصوص من اللہ" ہونا امام موسیٰ کاظم کے نزدیک ہرگز نہ تھا۔

اسی طرح امام حسن عسکری نے ظاہری خلافت کو اچھا نہ سمجھا۔ اور اپنے احباب کو اس

سے دُور رہنے کی تلقین و تنبیہ کی۔ اور اسے ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ قرار دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر امامت و خلافت "منصوص من اللہ" ہوتی۔ تو امام حسن عسکری اس کی ترغیب دیتے۔ اور لوگوں کو اس کے فوائد بتا کر اس کی اطاعت کی طرف بُلاتے۔ تو جب

امام زین العابدین نے پوری زندگی خلافت نہ کرنے کی نذر مانی۔ اور اس کو پورا کیا۔

امام جعفر صادق نے اپنے متعلق خلافت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بھلے مانسوں سے منہ پھیر لیا۔ اور لاعلمی کا اظہار کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کر لینے کا اظہار فرمایا۔

امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کر لی۔

امام موسیٰ کاظم نے عباسی خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

امام حسن عسکری نے اس (خلافت و امامت) مصیبت سے ساتھیوں کو دُور رہنے کی تلقین کی۔

امام حسن و حسین نے امیر معاویہ کے بُلاوے پر ان کی بیعت کر لی۔

اور

حضرت علی المرتضیٰ نے امامت و خلافت کی بجائے محض وزارت لینا پسند کیا۔

تو امامت و خلافت کے "منصوص من اللہ" ہونے کی شرط کدھر گئی۔ اور ان اکابر ائمہ کے بارے میں شرط لگانے والے کیا کہیں گے؟

امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے کی شرط اگر تسلیم کر لی جائے۔ تو اس کی نص جس امام و خلیفہ کے لیے ہو۔ اس سے نہ تو کوئی دوسرا یہ منصب چھین سکتا ہے اور نہ خود صاحب منصب کسی کے حق میں دستبردار ہو سکتا ہے۔ دیکھئے اہل تشیع جب حضرت آدم۔ ہارون

اور داؤد علیہم السلام کی خلافت کو منصوص من اللہ کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ تو کیا ان حضرات میں سے کسی نے بھی کسی دوسرے کے لیے دست برداری کی ہے۔ یا کسی اور کے لیے اس منصب کو ثابت کر کے اس کی بیعت کی ہے۔ اگر کوئی شیعہ یہ بات ثابت کر دے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کی نبوت غصب ہو گئی۔ تو تیس ہزار روپیہ نقد انعام لے۔

یہ چیلنج اس لیے کر رہا ہوں۔ کہ یہ لوگ ائمہ اور خلفاء کرام کی امامت و خلافت کو بھی منصوص من اللہ کی شرط سے مشروط کرنے کے لیے حضرات انبیائے کرام (خصوصاً آدم، داؤد اور ہارون علیہم السلام کا سہارا لیتے ہیں۔ بھلے مانس یہ تو بتلائیں۔ کہ یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ بن کر تشریف لائے۔ یعنی وہ خلیفہ اللہ تھے۔ لیکن ہماری گفت گو خلیفۃ الرسول میں ہو رہی ہے۔ خلیفۃ اللہ تو منصوص من اللہ ہیں ہی خلیفۃ الرسول کے لیے کوئی نص قرآنی پیش کرو۔ اور یہ بھی ان شیعوں کو بتلانا چاہیئے۔ کہ جب ہمارے رب نے ہمارے قرآن میں انبیائے کرام کی خلافت نام لے کر ذکر فرمائی۔ لیکن اسی قرآن، اسی رب نے ہمارے پیغمبر کے خلفاء کا نام تک ذکر نہ کیا۔ علاوہ ازیں ان (حضرات انبیائے کرام) کی خلافت قائم و دائم ہی کسی کے حق میں دستبرداری کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ تو پھر حضرات ائمہ اہل بیت کی امامت سے دستبرداری اور اس کا غصب ہو جانا کیونکر تسلیم؟ حالانکہ شیعہ لوگ امامت کو نبوت سے افضل گردانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کی تفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ تو افضل میں غصب اور دستبرداری بلکہ محاذ آرائی ہو۔ تو مفضول میں یہ باتیں بطریق اولیٰ پائی جانی چاہئیں۔ لیکن ایک مرفوع متصل متواتر حدیث غصب نبوت کے بارے میں پیش کر دیں۔ یا خلیفہ منصوص من اللہ (حضرات انبیائے کرام) کی خلافت سے نفرت اور دوسروں کے لیے فضا سازگار کرنے کی کوئی ایک ایسی دلیل پیش کر دیں۔ تو تیس ہزار کا نقد انعام پائیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی الخ

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دلیل سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ اصولِ خلافت سے امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے کی تردید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت و امامت کے موضوع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی۔

مہاجرین و انصار جس کی بیعت کر لیں وہی امام برحق ہوتا ہے

نہج البلاغہ:

اِنَّہٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْھُمْ عَلَیْہِ فَلَمْ یَکُنْ لِلشَّاھِدِ اَنْ یَّخْتَارَ، وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ، وَاِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ، فَاِنِ اجْتَمَعُوْا

عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًی۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۶ ص ۳۶۶ مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک میری بیعت ان لوگوں نے کی جنہوں نے صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی کی بیعت کی تھی۔ اور اسی چیز پر بیعت کی جس پر ان سے کی تھی لہٰذا حاضر اور موجود کو اس کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں۔ (بلکہ ضرور قبول کرنا ہو گی) اور نہ غائب کو اس کے رد کرنے کا جواز بے شک مشورہ لینے اور دینے کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔ سو اگر وہ کسی آدمی کو متفق ہو کر منصب امامت پر فائز کر دیں۔ تو ان کے ایسا کرنے میں یقیناً اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو گی

مذکورہ خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رہنما اصول عطا فرمائے۔ ایک یہ اصل کہ خلافت و امامت کے منصب کے لیے مسلمانوں کی اکثریت کا فیصلہ قابل قبول ہوتا ہے۔ جیسا کہ دور صحابہ کرام میں مہاجرین و انصار کے پاس یہ حق تھا۔ اسی حق کو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی امامت و خلافت کی دلیل بنا کر پیش کیا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امامت و خلافت کو منصوص من اللہ سمجھتے تو مہاجرین و انصار کی متفقہ بیعت کا حوالہ نہ دیتے کوئی قرآنی آیت تلاوت فرماتے۔ یا کسی حدیث نبوی کو بطور دلیل پیش کرتے مسلمانوں کی اکثریت کا کسی کو امام چن لینا۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودگی کا مظہر ہے جب اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہے۔ تو پھر ایسا طریقہ غلط کیونکر ہو سکتا ہے؟

دوسری بات اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوئی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کو برحق خلیفہ مانتے تھے۔ اس لیے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی جس کا تفصیلی ذکر تحفہ جعفریہ جلد اول میں دیکھیں اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان تین خلفاء کو (معاذ اللہ) غاصب سمجھتے (جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں) تو ان کی خلافت و امامت کے طریقہ کو بطور دلیل پیش نہ کرتے۔ ورنہ خود حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ غاصب قرار پائیں گے۔ لہٰذا اس دلیل کو پیش کر کے آپ نے یہ بھی سمجھا دیا۔ کہ دیکھو! میں ان تین کے بعد خلیفہ ہوں۔ یعنی چوتھا خلیفہ ہوں۔ "خلافت بلافصل" کی واضح تردید فرما رہے ہیں

واقعہ صفین:

ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَاَنْقَذَ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ وَالْعَشِّ بِهٖ مِنَ الْهَلَكَةِ وَجَمَعَ بِهٖ بَعْدَ الْفُرْقَةِ ثُمَّ قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ اَدّٰى مَا عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ عُمَرَ وَاَحْسَنَ السِّيْرَةَ وَعَدَلَا فِي الْاُمَّةِ وَقَدْ وَجَدْنَا عَلَيْهِمَا اَنْ تَوَلَّيَا الْاَمْرَ دُوْنَنَا وَنَحْنُ اٰلُ رَسُوْلٍ وَاَحَقُّ بِالْاَمْرِ فَغَفَرْنَا ذٰلِكَ لَهُمَا۔

(واقعہ صفین ص ۱۴۹)

ترجمہ:

اس کے بعد حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تو آپ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت سے بچایا۔ اور گروہوں میں بٹ جانے کے بعد آپ کو بھیج کر انہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے اٹھا لیا۔ آپ نے اپنی تمام ذمہ داریاں بخوبی نباہ دی تھیں۔ آپ کے

بعد لوگوں نے ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا۔ پھر ابوبکر نے حضرت عمر کو خلافت عطا کی۔ یہ دونوں سیرت کے اعتبار سے بہترین آدمی تھے۔ اور امامت میں ان دونوں نے عدل وانصاف سے کام لیا۔ ہم نے ان کی صرف یہ افسوسناک بات دیکھی۔ کہ یہ دونوں ہماری موجودگی میں نظامِ حکومت کی باگ دوڑ سنبھال بیٹھے۔ حالانکہ ہم رسول اللہ کی آل ہیں۔ اور اس منصب کے زیادہ حق دار تھے۔ تو ہم نے ان کی یہ لغزش بھی معاف کر دی۔ (کیونکہ ایک خلیفہ و امام کو جو کرنا چاہیئے ان دونوں نے وہی کچھ کیا ہے)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان اقوال سے معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ کے لیے منصوص من اللہ کی شرط ہرگز نہیں۔ بلکہ شرط بالکل باطل اور لغو محض ہے۔ ہاں آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے خلیفہ و امام کے لیے قرآن و حدیث کے مطابق عدل وانصاف سے حکومت کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ کو اگر شیخین کے خلیفہ بننے میں معمولی سی ناراضگی تھی بھی تو عدل وانصاف سے حکومت کرنے کی وجہ سے وہ معاف کر دی لیکن یاد رہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ اس منصب خلافت کے لیے منصوص من اللہ میں ہوں۔ تم کیوں اس پر متمکن ہو گئے؟ بلکہ آپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ سے کیا۔ وان تولیا الامر دوننا، یعنی ہم سے خلیفہ بنتے وقت تم نے مشورہ نہ کیا۔ حالانکہ خلافت اجتماعی مشورہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر ان سے شیخین مشورہ لے لیتے تو وجہ ناراضگی بھی ختم ہو جاتی۔ جو بعد میں ختم ہو گئی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا۔ اگر معتقداتِ اہل تشیع کو دیکھا جائے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کو نہ ان کی خلافت تسلیم کرنا چاہیئے تھی۔ نہ ان کی بیعت کرنی چاہیئے تھی۔ اور نہ ہی ان کی معافی کا اعلان کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ جب منصوص من اللہ خلیفہ ٹھہرے۔ تو ان کے مقابلہ میں ہی ان کے ہوتے ہوئے

شیخین سے خلافت کا دعویٰ نہیں بلکہ بالفعل خلافت کی۔ تو اس کی وجہ سے وہ (معاذ اللہ) جہنمی اور کافر بن گئے۔ ایک جہنمی اور کافر (جو کفر پر ہی مر گیا تب ہی جہنمی ہوا) کے لیے تو اللہ کے ہاں بھی مغفرت نہیں۔ حضرت علی المرتضٰے ایسے کو بخشنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟ جب کہ تاریخ گواہ ہے۔ کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے خلافت سے دستبرداری نہیں کی اور اسی منصب پر متمکن ہوتے ہوئے دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ کہ امامت و خلافت "منصوص من اللہ" ہوتی ہے یہ اہل تشیع کی ہو گھر بنائی ہوئی "شرط" ہے۔ نہ قرآن میں اس کا ثبوت، نہ احادیث میں اس کا وجود اور نہ حضرات ائمہ کے اقوال اس کے مؤید۔ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقت تک رسائی عطا فرمائے۔ اور اُسے سمجھنے کی توفیق اور قبول کرنے کی ہمت عطا کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل چہارم

مسئلہ "بدا" سے امامت وخلافت کے منصوص ہونے کی تردید

"منصوص من اللہ" کی شرط امامت اور خلافت کے لیے ! بیچارے اثنا عشریوں نے اختراع تو کر لی لیکن یہ ان کے گلے ہی پڑ گئی۔ اور ایسی پڑی۔ کہ اس سے جان چھڑانے کے لیے انہیں حضراتِ ائمہ اہل بیت کو استعمال کرنا پڑا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے معتقدین اور محبین کو فرمایا۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے میرے بعد منصب امامت وخلافت کے لیے میرے بیٹے اسماعیل کا نام تجویز فرمایا ہے۔ یعنی اسماعیل بطور "امام منصوص من اللہ" ہے۔ لیکن خدا کا کرنا کہ اسماعیل نامی یہ فرزند امام جعفر صادق کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا۔ اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کہ بقول امام اسماعیل کو ایک دن کی امامت بھی نصیب نہ ہوئی۔ یہ کیسی منصوص من اللہ امامت تھی؟ اس کا کیا جواب بن پڑتا۔ کہہ دیتے ایسا امام جعفر نے نہیں کہا تھا۔ لیکن کہہ کر جو مکر جائے وہ "مومن" کس کام کا؟ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ جو امام جعفر کی طرف منسوب کر کے پھیلائی گئی خود بری الذمہ تھے۔ اب جواب دے تو گھر والا ہی دے۔ اس لیے جو

ان "مومنوں"، کو امام نقی کا سہارا لینا پڑا اگرچہ زندہ ہوتے ہوئے ان کے حضور یہ بات ہوتی تو منہ پر مارتے۔ لیکن پیٹھ پیچھے تو لوگ خدا کو بھی معاف نہیں کرتے (معاذ اللہ معاذ اللہ)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ چونکہ امام ہیں۔ ان کی بات ان کی تھوڑی اللہ کی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس اعلان میں کچھ اللہ تعالیٰ پر حرف آتا تھا۔ اس لیے امام نقی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کا "بداء"، کہا گیا۔ اور وہ بھی ایسا کہ جیسا "بداء" کبھی آگے بھی نہیں ہوا۔

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ الْجَعْفَرِیْ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰی اِبْنُهٗ اَبُوْجَعْفَرَ وَ اِنِّیْ لَاُفَکِّرُ فِیْ نَفْسِیْ اُرِیْدُ اَنْ اَقُوْلَ کَاَنَّهُمَا اَعْنِیْ اَبَا جَعْفَرَ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ کَاَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی وَ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ اِنَّ قِصَّتَهُمَا کَقِصَّتِهِمَا اِذْ کَانَ اَبُوْ مُحَمَّدِ الْمُرَجّٰی بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرَ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ یَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا اللهِ فِیْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرَ مَا لَمْ یَکُنْ یُعْرَفُ لَهٗ کَمَا بَدَا لَهٗ فِیْ مُوْسٰی بَعْدَ مَضِیِّ اِسْمٰعِیْلَ مَا کَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَ هُوَ کَمَا حَدَّثَتْکَ نَفْسُکَ وَ اِنْ کَرِهَ

اَلْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ اِبْنِیْ الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِیْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ وَمَعَهٗ اٰلَةُ الْاِمَامَةِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۲۷ کتاب الحجۃ، باب الاشارۃ و النص علی ابی محمد الخ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن محمد نے اسحاق بن محمد سے روایت کی۔ اور اسحاق نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی کہ کہا ابو ہاشم نے کہ میں ابو الحسن (امام نقی) علیہ السلام کے پاس تھا جب کہ ان کا بیٹا ابو جعفر وفات پا چکا تھا اور میں اپنے جی میں فکر کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کہہ دوں کہ گویا یہ دونوں یعنی ابو جعفر اور ابو محمد (امام حسن عسکری) اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو بیٹوں ابو الحسن موسیٰ (کاظم) اور اسماعیل کی مانند ہیں۔ اور ان دونوں کی حکایت ان دونوں کی حکایت کی مانند ہے۔ کیونکہ ابو محمد (حسن عسکری) ابو جعفر کے بعد امام بنائے گئے۔ پس پیشتر اس کے کہ میں بولوں۔ امام ابو الحسن (علی نقی) علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہاں اے ابو ہاشم اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں بدا واقع ہوا۔ اور وہ امر ظاہر ہوا۔ کہ جس سے اس کا حال کھل گیا۔ اور یہ امر یونہی ہے۔ جس طرح تیرے دل میں گزرا اگرچہ اہل باطل برا مانیں۔ اور ابو محمد حسن عسکری میرا بیٹا میرے بعد میرا قائم مقام ہے

اور اس کے پاس مایحتاج الیہ کا علم ہے۔ اور اس کے پاس سامانِ امامت ہے۔

"بداء" اور اس کی تعریف

تحفہ اثنا عشریہ:

يُقَالُ بَدَا لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْيٌ مُخَالِفٌ لِلرَّأْيِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الَّذِي حَقَّقَهُ الشَّيْخُ فِي الْعُدَّةِ وَأَبُو الْفَتْحِ الْكَرَاجِكِيُّ فِي كَنْزِ الْعَوَائِدِ وَالَّذِي حَقَّقَهُ الْمُرْتَضٰى فِي الذَّرِيْعَةِ. وَيُشْعِرُ بِهِ كَلَامُ الطَّبْرَسِيِّ هُوَ اَنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا بَدَا لَهُ تَعَالٰى اَنَّهُ ظَهَرَ لَهُ مِنَ الْاَمْرِ مَا لَمْ يَكُنْ ظَاهِرًا۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۴۵)

ترجمہ:

جب کسی شخص کو اپنی پہلی رائے کے مخالف کوئی نئی رائے ظاہر ہو تو اسے اس کا "بداء" کہتے ہیں۔ اور یہی معنی شیخ نے عدۃ الاصول میں، ابوالفتح نے کنز الفوائد میں ذکر کیے۔ اور کتاب الذریعۃ میں مرتضٰی کی تحقیق اور طبرسی کا کلام اس طرف اشارہ کرتا ہے "اللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا" کا معنی یہ ہے۔ کہ اس کا کوئی ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے ظاہر نہ تھا۔

نوٹ:

صاحب تحفہ "اثنا عشریہ علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے یہ

عربی عبارت ایک شیعہ کتاب "اعلام الہدیٰ فی تحقیق البداء" سے نقل فرمائی ہے فی الحال راقم الحروف کے پاس یہ کتاب نہیں لیکن شاہ صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے حرف بحرف نقل کر دی۔

چھاردہ معصوم:

بداء در لغت معنی تجدد و ظہور رائے تازہ ایست و اصطلاحاً در وی سہ معنی است۔

۱۔ بدای در علم۔ و آں چنیں است کہ برائے شخصی خلاف آنچہ می دانستہ ظاہر شود۔

۲۔ بدای در ارادہ۔ و آں بدیں طریق است کہ بر خلاف ارادہ سابق ارادہ دیگرے کہ حق است ظاہر شود۔

۳۔ بدای در امر۔ و آں بدیں معنی است کہ شخص اوّلاً بچیزی امر نماید پس بر خلاف آں امر کند۔

(چہاردہ معصوم جلد دوم ص ۸۹۱
بداء در نظر امامیہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

لغت میں بداء کا معنی تجدد اور نئی رائے کا ظاہر ہونا ہے۔ اور اصطلاحاً اس کے تین معنی (استعمال) ہیں۔

۱۔ علم میں بداء۔ یہ اس طرح کہ ایک آدمی کو اپنے علم اور اپنی دانست کے خلاف ظاہر ہو جائے۔

۲۔ ارادہ میں بداء۔ یہ اس طرح کہ پہلے ایک ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس کے خلاف نیا ارادہ کر لیا۔ جو کہ حق ہو۔

۲۔ حکم میں بداء۔ کوئی شخص کسی کام کا حکم دیتا ہے۔ لیکن پھر اس کے خلاف نیا حکم دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ "بداء" کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ایک پہلے رائے قائم کی تھی۔ پہلے ایک علم تھا پہلے ایک ارادہ تھا یا پہلے کسی کام کے کرنا کا حکم دیا۔ لیکن یہ سب غلط نکلے۔ ان کے بعد نئی اور درست رائے ظاہر ہوئی، نیا اور صحیح علم آیا، نیا اور سچا ارادہ کیا اور نیا اور حق و صداقت کا حکم دیا۔

گویا "بداء" میں غلطی سے صحت اور جہالت سے علم کی طرف انتقال بہر حال موجود ہے۔ اور یہ بدا کی صورتیں اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ انسان کی مذکورہ حالتوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اور انجام کار سے جہالت ٹپک رہی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے "بداء" مانا جائے۔ تو وہاں بھی اس کا مفہوم موجود ہو گا۔ اور دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ماننا پڑے گا۔ کہ وہ غلطی پر تھا۔ پھر صحت نظر آئی۔ اس نے غلط ارادہ کیا پھر اس کی صداقت ظاہر ہونے پر نیا ارادہ کر لیا۔ اس نے غلط حکم دے دیا۔ لیکن حکم کی صحت ظاہر ہونے پر پہلا واپس لے لیا اور نیا حکم دے دیا۔

(العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

وقوع "بداء" پر احادیث از کتب شیعہ

اصول کافی:

عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ وَ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْ

عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا عُظِّمَ اللّٰہُ بِمِثْلِ الْبَدَاْءِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۱۴۶ کتاب التوحید باب البداء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر اور امام جعفر میں سے کسی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی کسی اور چیز کے ساتھ ایسی عبادت نہیں کی گئی جو "بداء" کے ساتھ کی گئی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی "بداء" کے ساتھ تعظیم کرنا بے مثل تعظیم ہے۔

اصول کافی:

عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الرَّیَّانِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا یَقُوْلُ مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِیْمِ الْخَمْرِ وَاَنْ یُّقِرَّ لِلّٰہِ بِالْبَدَاْءِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۸ کتاب التوحید باب البداء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو دو باتوں کا ضرور حکم دیا۔ ایک شراب کی حرمت کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق "بداء" کے اقرار کا۔

اصول کافی :

بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنِ ابْنِ جَمْهُوْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَحْبُوْبٍ عَنِ ابْنِ رِئَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَجَّاجِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يُبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَلَيْهِ بَهَاءُ الْمُلُوْكِ وَسِيْمَاءُ الْاَنْبِيَاءِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ قَالَ بِالْبَدَاءِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۷ کتاب الحجۃ، باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ عبد المطلب کو تنہا ایک امت اٹھایا جائے گا۔ جس پر بادشاہوں کا سا جلال اور پیغمبروں کے سے نشان ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہی پہلے شخص ہیں۔ جو "بداء" کے قائل ہوئے۔

نوٹ:

اصول کافی کے شارح ملا قزوینی نے الصافی میں "بداء" کا معنی پشیمانی کیا اور پشیمانی کا وقوع اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کام کر کے فارغ ہو جائے۔ اور پھر اُسے اپنے کیے ہوئے کام کی غلطی کا علم ہو جائے۔ جو پہلے نہ تھا۔ لہٰذا اس معنی کی نسبت، اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا نہایت بے دینی اور بہت بڑی جرأت ہو گی چونکہ اہل تشیع

کے عقائد میں "بداء" داخل ہے۔ تو اس جرأت کی ابتداء کس نے کی؟ اصول کافی میں اس کا بانی جناب عبد المطلب کو قرار دیا گیا۔

بہر حال بات یہ ہو رہی تھی۔ کہ جب امام جعفر صادق نے اپنے بیٹے اسماعیل کے لیے امامت "بطور نص بیان فرمائی۔ اور ان کا بیٹا ان کی زندگی میں ہی چل بسا۔ تو لوگوں نے تعجب کیا۔ کہ کیسا "منصوص امام" تھا۔ کہ ایک دن بھی امامت کرنا نصیب نہ ہوئی تو یار لوگوں نے اس کو "اللہ کی بداء" کہا۔ اور یہ بداء بھی اپنی نوعیت کا واحد بداء تھا۔

مسئلہ امامت میں دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو "بداء" ہوا معاذاللہ

امام علی نقی نے اعلان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد میرے بیٹے ابو جعفر کو امام مقرر کر دیا ہے۔ لیکن جب ابو جعفر امام علی نقی کی زندگی میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ تو لوگوں میں پریشانی دیکھنے میں آئی کہ جب امامت "منصوص من اللہ" تھی۔ تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے امامت کا اعلان کیوں کیا۔ جس کی زندگی میں امامت کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اور جب وقت آیا۔ تو یہ "منصوص من اللہ" دنیا چھوڑ چکے تھے۔ اس اضطراب اور پریشانی کا جواب اہل تشیع نے امام علی نقی کی زبانی یہ دیا۔ کہ امام علی نقی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے ابو جعفر کے امام بنانے میں "بداء" ہو گیا تھا دراصل اس نے ابو جعفر کی بجائے حسن عسکری کا اعلان کرنا تھا۔ لیکن اعلان ہو گیا۔ اور جس کے بارے میں اعلان کیا گیا۔ انہیں وقتِ امامت ملا ہی نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کو پشیمانی اور ندامت ہوئی۔ اور پھر سے نیا اعلان ہو گیا۔ کہ امامت اب ابو جعفر کی بجائے حسن عسکری کی ہو گی۔

سننے والا کہہ سکتا تھا۔ کہ یا امام! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ بھول گیا

اور غلط اعلان کردیا کبھی ایسا ہوا بھی ہے۔ تو اس اٹھنے والے اعتراض کو بھی امام علی نقی نے دُور فرماتے ہوئے کہا۔ دیکھو! یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے "بدار" کا عقیدہ عبدالمطلب کی ایجاد ہے۔ اور اس کا بالفعل مظاہرہ اس سے قبل بھی ہو چکا ہے۔ وہ اس طرح کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ تم اپنے بیٹے اسماعیل کے بارے میں اعلان کردو۔ کہ تمہارے بعد مسندِ امامت پر وہ بیٹھے گا لیکن یہ لڑکا تو اپنے والد امام جعفر کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا۔ مسندِ امامت پر بیٹھنا نصیب ہی نہ ہوا تو اس موقعہ پر امام جعفر نے بھی اپنے چاہنے والوں کی پریشانی کا حل یہ تبلایا تھا۔ دوستو! میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں امامت کے اعلان میں اللہ تعالیٰ کو "بدار" ہو گیا تھا لیکن دونوں قسم کے "بدار" میں ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اور بے عیب ذات کو بھی کم بختوں نے اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا۔ امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے نے کیا کیا گل کھلائے فرضی طور پر امام کی طرف ان کے بیٹے کے لیے نص گھڑی۔ جب وہ پوری نہ ہوئی۔ اور بات بنتی نظر نہ آئی۔ تو اس غلط اور من گھڑت شرط کے جوابات حضرات ائمہ کی طرف سے دینے شروع کر دیے۔ اور جب انہوں نے خود ساختہ جوابوں کے حضرات ائمہ کو بے بس کر دیا۔ تو اندھوں کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجھی، اللہ تعالیٰ کی بے عیب ذات کو "بدار" کے چکر میں لا ڈالا۔ اور پھر خرگوش کی سی ایسی چھلانگ لگائی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے "بدار" کا ماننا اتنا اہم قرار دے دیا۔ کہ اس جیسی عظمت اس جیسی عبادت کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی یعنی "بدار" کا اقرار اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کا سب سے عظیم اور اعلیٰ طریقہ ہے۔ اور "بدار" کا اقرار عبادت ہونے کے اعتبار سے اپنی مثل نہیں رکھتا۔ حاشا اللہ۔ والعیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا۔

ایک وضاحت:

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ہم اہل سنت بھی ان پاکیزہ شخصیات کے ساتھ لفظ امام کا اطلاق کرتے ہیں۔ مثلاً امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام مہدی۔ تو اس لفظ سے مغالطہ نہ کھائیں۔ کہ اس سے مراد ہمارے نزدیک وہی ہے۔ جو اہل تشیع کے نزدیک ہے۔ بلکہ ہم ان حضرات کی روحانی امامت کے قائل ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کے ناطے سے روحانیت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان کی امامت کے لیے قرآن کریم میں یا احادیث نبویہ میں یا خود ان حضرات کے ارشادات میں کوئی نص موجود ہے۔ تو ہم کھلے بندوں اعلان کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں تک اعلان کرتے ہیں کہ "منصوص من اللہ" کہنے والو! تم میں کوئی ایک دلیل پیش کردو۔ کہ امام وخلیفہ کی امامت وخلافت کے لیے نص کا ہونا شرط ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کہیں اس قرآن میں ہو جو ان کے امام القائم کے پاس غار میں موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل پنجم

امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے سے خود شیعوں کا انکار

حلیۃ الابرار :

عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) حِيْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ كَانَ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَالَ لَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ قُلْتُ فَكَيْفَ صَارَ فِيْ غَيْرِكُمْ قَالَ اِنَّكَ قَدْ سَئَلْتَ فَافْهَمِ الْجَوَابَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا عَلِمَ اَنْ يُفْسَدَ فِى الْاَرْضِ وَتُنْكَحَ الْفُرُوْجُ الْحَرَامُ وَيُحْكَمَ بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَرَادَ اَنْ يَلِيَ ذٰلِكَ غَيْرُنَا۔

(حلیۃ الابرار جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۲
باب التاسع والعشرون
مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف کے بعد "امر ولایت" کس کا حق تھا۔ فرمایا۔ ہم اہل بیت کا۔ میں نے پوچھا تو پھر دوسروں میں کیونکر منتقل ہو گیا۔ کہنے لگے۔ اچھا اگر تم پوچھ ہی بیٹھے ہو۔ تو جواب سنو۔ اللہ رب العزت نے جب دیکھا۔ کہ زمین میں فساد ہی فساد ہو جائے گا۔ اور حرام شرمگاہوں میں وطی شروع ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ جات دیئے جائیں گے۔ تو اس نے "امر ولایت" کو دوسروں کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اہل تشیع کی اس تاویل سے بات صاف ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اللہ نے اپنے ازلی ابدی علم کی بنا پر اہل بیت کو خلافت و امامت نہ دی۔ کیونکہ ان کے لیے مناسب نہ تھی۔ جب اللہ نے ہی ایسا کیا۔ تو منصوص من اللہ شرط کدھر گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم کی بنا پر بخوبی جانتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابو بکر، پھر عمر بن الخطاب پھر عثمان غنی اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خلیفہ ہوں گے۔ لہٰذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے لیے "خلافت بلافصل" کا منصوص من اللہ ہونا بالکل باطل اور بے اصل ٹھہرا۔

خلافت بلافصل کا ذکر ہم نے اس لیے کیا۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال شریف کے بعد تاقیامت بارہ اماموں کے لیے امامت وخلافت منصوص من اللہ ہوئی۔ جب اس عقیدہ کی بنا پر پہلے امام حضرت علی المرتضٰے ہیں۔ توان کی خلافت منصوص من اللہ ہوئی۔ اوران کے مقابلہ میں خلیفہ بننے والے (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی) غاصب ہوئے۔ اب مذکورہ بالا عبارت میں جب خود شیعہ تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰی ازل سے ہی جانتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی کا خلیفہ بننا مناسب نہ ہوگا اس لیے اس منصب کے مناسب جو ہے اس کو خلیفہ بنایا گیا۔ تواس سے ثابت ہوا۔ کہ امامت وخلافت کے "منصوص من اللہ" کی شرط من گھڑت اور بے اصل ہے۔

فصل سوئم

شیعوں کے نزدیک امامت کی شرط دوم یعنی "امام وخلیفہ کے لیے معصوم ہونے کی تردید

گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک امام کے لیے منصوص من اللہ خلیفہ ہونا بھی ضروری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ امامت وخلافت کے مستحق شخص کے لیے ان کے نزدیک معصوم ہونا ضروری ہے۔اسی شرط کی بنا پر ان لوگوں نے خلافت صدیقی، فاروقی اور عثمانی کے معاملہ میں اہل سنت کو ہدف تنقید بنایا: وہ اس طرح کر ان تینوں حضرات کے قبل از اسلام زمانہ میں گناہ کا وقوع امر لابدی ہے۔ لہذا جب ان کی عصمت متحقق نہیں۔ تو ان کی خلافت درست نہیں۔

لیکن جس طرح "منصوص من اللہ" کی شرط کا کوئی ثبوت ان کے ہاں نہیں۔ بلکہ حضرات ائمہ اہل بیت کے تردیدی اقوال موجود ہیں۔ اسی طرح شرطِ عصمت بھی ہے۔ جلیل القدر ائمہ اہل بیت مثلاً حضرت علی المرتضٰے حضرت امام زین العابدین

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے اقوال اس بارے میں واضح ہیں۔ کہ ان حضرات نے اپنی عصمت کو درست قرار نہیں دیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

مجھے خطاء سے معصوم مت سمجھو، حضرت علی رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ:

وَلَا تَظُنُّوْا بِیْ اِسْتِثْقَالًا فِیْ حَقٍّ قِیْلَ لِیْ وَلَا اِلْتِمَاسَ اِعْظَامٍ لِنَفْسِیْ فَاِنَّهٗ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ اَوِ الْعَدْلَ اَنْ یُّعْرَضَ عَلَیْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا اَثْقَلَ عَلَیْهِ فَلَا تَكُفُّوْا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ وَلَا اٰمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِیْ اِلَّا اَنْ یَّكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنِّیْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۶ ص ۳۳۵
خطبہا بصفین، مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

تم میری نسبت یہ گمان نہ کرو کہ جو حق مجھ سے کہا جائے۔ وہ مجھ پر ناگوار گزرتا ہے۔ اور نہ یہ گمان کرو میں اپنی ذات کے لیے القاب عظمت کا خواہاں ہوں کیونکہ جو شخص اس بات کو ناگوار سمجھتا ہے۔ کہ اس سے حق کہا جائے۔ یا اس پر عدل پیش کیا جائے۔ اس پر حق و عدل پر عمل کرنا اس

سے بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اس لیے تم حق کہنے یا عدل سے مشورہ دیتے رہو کیونکہ میں بذاتِ خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں۔ مگر یہ کہ خدا مجھے ایسے فعل کی توفیق عطا فرمائے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔

شیطان نے میری باگ ڈور سنبھال رکھی ہے حضرت امام زین العابدین

صحیفہ کاملہ:

قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِيْ فِيْ سُوْءِ الظَّنِّ وَضُعْفِ الْيَقِيْنِ فَاَنَا اَشْكُوْا سُوْءَ مُجَاوَرَتِهٖ لِيْ وَطَاعَةِ نَفْسِيْ لَهٗ وَاَسْتَعْصِمُكَ مِنْ مَلَكَتِهٖ وَاَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ فِيْ صَرْفِ كَيْدِهٖ عَنِّيْ۔

(صحیفہ کاملہ سجادیہ تصنیف علی نقی، فیض الاسلام۔ ص ۲۲۴، الدعا الثانی والثلاثون، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

تحقیق شیطان نے بدظنی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ ڈور سنبھال لی ہے۔ اور میں اس کی بُری سنگت سے شکایت کرتا ہوں۔ اور اپنے

نفس کو اس کی اطاعت کرنے کی بھی شکایت کرتا ہوں۔ اور میں اس کے تسلط سے تیرا امن تھامتا ہوں۔ اور اس کے مکر و فریب کے دور کرنے میں تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔

صحیفہ کاملہ:

فَاِذَا كَانَ عُمْرِی مَرْتَعًا لِلشَّيْطَانِ فَاقْبِضْنِیْ اِلَيْكَ قَبْلَ اَنْ يَّسْبِقَ مَقْتُكَ اِلَیَّ اَوْ يَسْتَحْكِمَ غَضَبُكَ عَلَیَّ۔ (صحیفہ کاملہ ص ۱۲۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب میری عمر شیطان کی چراگاہ بن جائے۔ تو مجھے اپنی طرف بلا لینا۔ (موت عطا کر دینا) قبل اس کے تیری ناراضگی مجھے آپکڑے۔ یا تیرا غضب مجھ پر مضبوط گرفت کرے۔

ہمیں معصوم سمجھنے والوں پر خدا کی لعنت انہوں نے جھوٹ ہماری طرف منسوب کر دیا

رجال کشی:

فو الله ما نحن الا عبید الذی خلقنا و اصطفانا ما نقدر علی ضر و لا نفع ان رحمنا فبرحمته وان عذبنا

فبذنوبنا واللہ مالنا علی اللہ من حجۃ ولا معنا من اللہ براءۃ وانا لمیتون ومقبورون ومنشرون ومبعوثون وموقوفون ومسئولون ویلھم مالھم لعنھم اللہ لقد آذوا اللہ واذوا رسولہ (ص) فی قبرہ وامیر المؤمنین وفاطمۃ والحسن والحسین وعلی بن الحسین ومحمد بن علی (ع)

(رجال کشی ص ۱۹۶ تذکرہ مغیرہ بن سعید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

خدا کی قسم! ہم اس اللہ کے ادنی بندے ہیں۔ جس نے ہمیں پیدا کیا اور پسند فرمایا۔ ہم نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ اگر ہم پر رحم ہوتا ہے۔ تو اس کی رحمت سے اور اگر تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے گناہوں کی وجہ سے۔ خدا کی قسم! اللہ پر ہمیں کوئی حجت نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی بچاؤ کا سرٹیفیکیٹ ہے۔ ہم بھی مرنے والے، قبروں میں جانے والے، دوبارہ اٹھائے جانے والے، قیامت کے میدان میں اکٹھے ہونے والے، خدا کے سامنے کھڑے ہونے والے اور اعمال کے بارے میں سوال کیے جانے والے ہیں۔ بربادی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ائمہ اہل بیت پر بہتان تراشی کی۔ ان پر خدا کی لعنت ہے بے شک ایسے لوگوں نے اللہ تعالی کو ناراض کیا۔ اس کے رسول کریم کو قبر میں دکھ پہنچایا اور حضرت علی المرتضٰی حسنین کریمین، فاطمۃ الزہرا، علی بن حسین اور محمد بن علی کو

دکھ پہنچایا۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے حضرات ائمہ اہل بیت کرام کے اقوال وارشادات سے ہم نے ثابت کردکھایا۔ کہ خلیفہ وامام کے لیے "عصمت"، کا ہونا کوئی شرط نہیں۔ امام جعفر اپنے بارے میں عصمت کے قائل کو زیادتی کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔ اور ایسا شخص ان کے نزدیک ملعون ہے۔ اور پورے خاندانِ اہل بیت کو ناراض کرنے والا اور تکلیف پہنچانے والا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ارشاد میں امام کی ضرورت کے ساتھ اس کے اوصاف کے بارے میں فرمایا۔

نہج البلاغۃ:

وَاِنَّہٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۰ ص ۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

لوگوں کے لیے امام ہونا لازمی ہے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر۔

آخری بات:

حضرت علی المرتضیٰ کا درج بالا قول مسئلہ امامت وخلافت میں شرط عصمت میں دوٹوک فیصلہ کررہا ہے۔ کہ اچھا برا دونوں قسم کے امام وامیر بن سکتے ہیں۔ ان کے لیے عصمت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اس کے ساتھ امام زین العابدین

اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی گزر چکے۔ موجودہ قرآن کو تو یہ لوگ ویسے ہی محرف اور نامکمل سمجھتے ہیں۔ آجا کر ان کے پاس روایات واحادیث ائمہ ہی تھیں۔ جو ان کے ہاں قرآن سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا کم از کم اس کے برابر ہیں ہم نے ان سے ایسے شواہد پیش کر دیئے۔ جو ایک منصف اور حق کی تلاش رکھنے والے کے لیے اس معاملہ میں مکمل راہنمائی کرتے ہیں۔ اور دو ٹوک انداز میں یہ بتلا رہے ہیں۔ کہ امامت و خلافت کے لیے عصمت کا بطور شرط ہونا اہل تشیع کی اختراع ہے۔ ان کی خود ساختہ شرط ہے نہ اس کی کوئی حقیقت اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت اور دلیل پائی جاتی ہے۔ اسی لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان پر لعنت بھیجی۔ انہیں اللہ کی پھٹکار کا سزاوار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنادیا
عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جانشین محقق اسلام علامہ قاری محمد طیب نقشبندی مدظلہ العالی
☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار وافتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔
☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔
☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری' بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔
☆ اس قدر دلنشیں انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں
☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب دوم

اہل سنت پر امامت یزید سے متعلقہ اعتراضات

اعتراض اول

"یزید" اہل سنت وجماعت کا امام ہے

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے "کہ میرے بعد بارہ خلفاء خاندانِ قریش میں سے ہوں گے،، اس ارشاد نبوی کا مصداق ائمہ اثنا عشرہ رضی اللہ عنہم ہیں یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امام مہدی موعود تک بارہ امام ہیں لیکن اہل سنت وجماعت نے اس ارشاد نبوی کا مصداق اپنے طور پر یوں متعین کیا۔ کہ ان بارہ ائمہ میں انہوں نے "یزید بن معاویہ" کو بھی امام و خلیفہ مانا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ الخلفاء،، میں یوں ذکر فرمایا ہے

تاریخ الخلفاء:-

وَإِيضَاحُ ذٰلِكَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْاِجْتِمَاعِ انْقِيَادُهُمْ لِبَيْعَتِهِ وَالَّذِي وَقَعَ أَنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا عَلَى أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيٍّ إِلَى أَنْ وَقَعَ أَمْرُ الْحَكَمَيْنِ فِي صِفِّيْنَ فَيُسَمَّى مُعَاوِيَةُ يَوْمَئِذٍ بِالْخِلَافَةِ ثُمَّ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى مُعَاوِيَةَ عِنْدَ صُلْحِ الْحَسَنِ ثُمَّ اجْتَمَعُوا عَلَى وَلَدِهِ يَزِيدَ وَلَمْ يَنْتَظِمْ لِلْحُسَيْنِ أَمْرٌ بَلْ قُتِلَ قَبْلَ ذٰلِكَ

ثُمَّ لَمَّا مَاتَ يَزِيْدُ وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ اِلٰى اَنْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِ الزُّبَيْرِ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَوْلَادِهِ الْاَرْبَعَةِ الْوَلِيْدِ ثُمَّ سُلَيْمَانَ ثُمَّ يَزِيْدَ ثُمَّ هِشَامٍ وَتَخَلَّلَ بَيْنَ سُلَيْمَانَ وَيَزِيْدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَهٰؤُلَاءِ سَبْعَةٌ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالثَّانِيْ عَشَرَ هُوَ الْوَلِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عَمُّهٗ هِشَامٌ۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۱ فصل مدۃ الخلافۃ فی الاسلام مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے" کی وضاحت اور تفصیل کچھ یوں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں جو "اجماعِ امت" کا ذکر فرمایا۔ تو اس سے مراد ان خلفاء کی بیعت پر امت کی آمادگی ہے۔ اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق واقع ہوا۔ وہ یہ کہ لوگوں نے سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع کیا۔ پھر ان کے بعد علی الترتیب حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عوام نے اطاعت کی۔ اور ان کی بیعت کی۔ پھر جب جنگ صفین میں ثالث مقرر کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس وقت خلافت کے نام سے نامزد کیا گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کی (امر خلافت میں) صلح ہو گئی۔ (اور امام موصوف نے خلافت سے دستبرداری فرمالی) تو لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت کر لی۔ پھر ان کے بیٹے یزید پر عوام کا اتفاقِ اطاعت ہوا۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں معاملہ پر اجتماع نہ ہوا تھا۔ کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

پھر اس کے بعد جب یزید مر گیا۔ تو اختلاف پیدا ہو گیا اور لوگ پھر سے عبدالملک بن مروان پر متفق ہو گئے یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر کے شہید ہونے کے بعد کی بات ہے۔ پھر اسی عبدالملک بن مروان کے چاروں بیٹوں پر لوگوں کا اتفاق رہا۔ یعنی ولید، سلیمان، یزید اور ہشام سلیمان اور یزید کے درمیان حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور خلافت ہے۔ تو اس طرح خلفاء راشدین کے بعد یہ سات اشخاص یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر ممکن ہوئے۔ اور بارہواں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک" تھا کہ جس پر لوگوں نے اس وقت اتفاق کیا۔ جب اس کا چچا ہشام فوت ہو گیا۔

طریقۂ استدلال :۔

علامہ جلال الدین السیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ارشادِ نبوی کی اس تفصیل و توضیح سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ اماموں کے متعلق پیش گوئی میں ایک امام "یزید" بھی ہے۔ اور علامہ السیوطی سنیوں کے نہایت معتبر اور مستند عالم محقق ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت "یزید" کو امام اور خلیفہ مانتے ہیں۔ لہذا جو ایسے شخص کو خلیفہ و امام مانتا ہو۔ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا

روحانی رشتہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہے۔ جس کے گرد میدان کربلا کا واقعہ گھومتا ہے۔ جس میں خانوادۂ اہل بیت پر ظلم وستم ڈھائے گئے۔ تو معلوم ہوا۔ یہ لوگ "محبِ رسول" نہیں۔ بلکہ "محبِ یزید" ہیں۔ اور یہ مسلّم امر ہے۔ کہ دنیا میں جس کی جس سے محبت ہو گی۔ بروزِ حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔

لہٰذا ان سنیوں کو کل قیامت میں یزید کی معیت حاصل ہو گی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قریب تک نہ آنے دیں گے۔ اور آپ کی اہل بیت کا بھی ان سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

آگاہی :-

جو طعن ابھی ذکر کیا گیا۔ ہم اس کے متعلق وضاحت سے گفتگو کریں گے۔ لیکن سرِ دست اتنی گزارش ضرور کر دیتے ہیں۔ کہ یہ طعن مکر و فریب کا ایک ایسا پلندہ ہے۔ کہ اسے پڑھ سن کر بعض بھولے بھالے سُنی حضرات بھی اس شک و وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کہ علامہ جلال الدین السیوطی ایسے محقق شخص نے یزید کو بھی ان بارہ خلفاء میں سے ایک لکھا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی۔ ادھر شیعہ حضرات اس طعن کو اس قدر بھیانک انداز میں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ اس طعن کے ذریعہ "یزید" کا سہارا لے کر سنیوں کو قابلِ ملامت گردانیں۔ اور پھر اسی تیر سے دوسرا شکار یہ کریں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق امام السیوطی کے ذکر کردہ حضرات نہیں۔ کیونکہ ان میں یزید بھی آتا ہے۔ بلکہ ان سے مراد وہی بارہ امام ہیں۔ جن کے شیعہ قائل ہیں۔ اس لیے وہ کوشش کر کے یہ ثابت کرنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ کہ امامت و خلافت کے حق دار صرف ائمہ اہلبیت ہی ہیں۔ اور وہ بارہ ائمہ ہیں۔ جن کی پیش گوئی حضور ختمی مرتبت نے فرمائی تھی۔ لیکن اس ضمن میں وہ جل دینے اور دھوکہ فریب سے کام لے کر یہ باور کرانا چاہتے

ہیں۔ کہ حضرات خلفاء ثلاثہ (صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی) کی خلافت معہود نہ تھی۔ بلکہ باطل تھی۔ اور حضور کے ارشاد میں مذکورہ بارہ ائمہ میں سے یہ نہ تھے۔

بنا بریں ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس طعن کا تفصیل کے ساتھ رد لکھیں۔ تاکہ حق و باطل یوں معلوم ہو جائیں۔ جیسا سورج کی روشنی۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے۔ کہ ہمارے وہ بھائی (سنی) جو اس عبارت اور طعن سے کچھ ڈگمگانے لگتے ہیں۔ ان کی دادرسی ہو سکے۔ اور بدعقیدگی کے دلدل میں گرنے سے ان کو بچایا جا سکے۔ اور طعن کرنے والے اور ان کے حامی اگر حق و انصاف کے طالب ہوں۔ تو انہیں صحیح راستہ مل جائے۔ باقی توفیقِ ہدایت اللہ واحد کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

جوابِ اوّل :- بارہ امام اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے۔

شیعہ لوگوں نے حدیث مذکور کو جس بنا پر طعن کی بنیاد قرار دیا۔ ان کا ایسا کرنا ہی از اوّل تا آخر غلط اور سراسر باطل ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ حدیث مذکور تو ان بارہ ائمہ کے متعلق تھی جنہیں شیعہ مانتے ہیں۔ لیکن سنیوں نے اس کا مصداق کچھ اور لوگوں کو بنا لیا ہے اور ان میں سے یزید بھی ایک ایسا شخص ہے۔ جو امام و خلیفہ ہے؟"

تو آئیے ذرا نظر انصاف سے دیکھیں۔ کہ کتب شیعہ نے جو امامت و خلافت کا معیار بیان کیا۔ کیا اس معیار کے مطابق اور تمام ائمہ اہل بیت کے مطابق ان کے مقرر کردہ بارہ کے بارہ ائمہ پورے اترتے ہیں۔ وہ شرائط جو ان کی کتب میں مذکورہ ہیں۔ ان کے مطابق تمام ائمہ اہلبیت حدیث مذکور کے مصداق ہرگز نہیں بن سکتے۔ بلکہ صرف تین حضرات ہی ہیں۔ جو ان شرائط کے حامل ہیں۔ کتب شیعہ میں مذکورہ شرائط امامت و خلافت ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر آپ خود ان شرائط کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے تین

کو چھوڑ باقی پر منطبق کریں۔ تو خود بخود بات واضح ہو جائے گی۔

عین الحیوٰۃ :۔ شیعوں کے اصولِ خلافت یعنی بارہ اماموں کی امامت کا رد میں

تنویر اول در بیان آں کہ ہیچ عصرے خالی از امام نمی باشد و آں امام از جانبِ خدا می باید منصوب باشد۔

"بدانکہ امامت عبارت است از اولی بتصرف و صاحبِ اختیار بودن در دین و دنیا امت بجانشینی حضرتِ رسول (ص) و در ضمن دلائل بر وجود نبی ظاہر شد کہ صلاحِ ناس و ہدایت ایشاں و رفع نزاع و جدال از ایشاں بدوں نبی و رئیسی میسر نمی شود۔ چنانچہ حضرت امام رضا (ع) در علل فضل بن شاذان فرمودہ است کہ چوں خداوندِ عالمیان مردم را بامرے چند تکلیف فرمودہ و اندازہ چند از برائے اوامر و نواہی خود مقرر ساخت و امر فرمود کہ ایشاں از حدود تعدی نکنند کہ موجبِ فساد ایشاں است پس ناچار است کہ بر ایشاں امینے بگمارد کہ مانع ایشاں گردد از تعدی کردن و ارتکابِ محرمات نمودن زیرا اگر چنیں شخصے نباشد ہیچکس لذت و منفعت خود را از برائے مفسدہ کہ بدیگرے عائد گردد ترک نخواہد کرد۔ چنانچہ ظاہر است از نفوسِ طبائع مردم۔ لہٰذا خدا قیمے و امامے برائے ایشاں مقرر فرمود کہ ایشاں را منع نماید از فساد و حدود و احکامِ الٰہی را در میان ایشاں جاری سازد۔ چنانچہ ظاہر است کہ ہیچ فرقہ از فرق و ملتے از ملل تعیش و بقائے ایشاں بدوں سرکردہ و رئیسے نبودہ۔ چوں جائز باشد کہ حکیم علیم ایں خلق را خالی گذارد از امامے کہ مصلح احوال ایشاں باشد و با دشمنانِ ایشاں محاربہ نماید۔ و غنائم و صدقات را درمیانِ ایشاں بعدالت قسمت نماید۔ و اقامہ جمعہ و جماعت

درمیانِ ایشاں بنمائید۔ ودفع شرِ ظالم از مظلوم بکند ایضاً اگر امامے درمیانِ مردم بناشد کہ حافظِ دین پیغمبر باشد ملت مندرس شود و دین برطرف شود و احکام الٰہی متغیر و متبدل گردد،،

(عین الحیٰوۃ مصنفہ ملّا باقر مجلسی ص۶۹ تنویر اول مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ پہلی تنویر اس بارہ میں ہے۔ کہ کوئی دور امام سے خالی نہیں ہوتا۔ اور وہ امام اللہ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ امامت کا مطلب ہے رسول کی جانشینی میں امت مسلمہ کے دینی اور دنیاوی امور کے متعلق سب سے زیادہ لائق تصرف اور صاحب اختیار ہونا۔ اور نبی کے وجود کے ضروری ہونے کے دلائل میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ لوگوں کی اصلاح وہدایت اور ان کے مابین جھگڑے اور فساد ختم کرنا وغیرہ امور کسی ناظم اور رئیس کے بغیر ناممکن ہیں۔ چنانچہ امام رضا نے فضل بن شاذان کے علل میں فرمایا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو چند چیزوں کا مکلف بنایا اور کچھ اوامر ونواہی مقرر کیے۔ اور کچھ حدود مقرر کیں۔ کہ ان سے تجاوز ہرگز نہ کرنا ورنہ تمہیں نقصان ہوگا۔ تو پھر ضروری تھا کہ ان پر ایک امین مقرر کیا جائے جو انہیں ظلم وستم کرنے اور حرام کاموں کے ارتکاب سے روکے۔ اگر ایسا شخص نہ ہو۔ تو ہر شخص مقصد برآری کے لیے دوسرے کا نقصان کرنے سے باز نہ آئے۔ جیسا کہ انسان کی فطرت سے یہ بات ظاہر ہے! لہٰذا اللہ نے ان پر ناظم اور امام قائم کیا۔ جو انہیں فساد اور تعدی از حدود سے روکے۔ احکام الٰہی ان میں جاری کرے۔ چنانچہ یہ ظاہر ہے۔ کہ کوئی فرقہ اور کوئی گروہ ایک سرکردہ سربراہ کے بغیر

نہیں ہوتا۔ تو یہ کیسے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خلق کو ایسے امام سے خالی رکھے جس کا یہ کام ہے کہ ان کے احوال کی اصلاح کرے۔ ان کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ مال غنیمت اور دیگر صدقات ان میں انصاف کے ساتھ تقسیم کرے جمعہ اور جماعت کا اہتمام رکھے اور مظلوم سے ظالم کی شر دور کرے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان امام نہ ہو تو دین پیغمبر اور اس کی امت مٹ جائے۔ اور احکام الٰہی تبدیل ہو کر رہ جائیں۔ الخ

(ترجمہ عین الحیوٰۃ مصنفہ ملا باقر مجلسی صفحہ ۶۹
تنویر اول مطبوعہ تہران)

حدیقۃ الشیعہ:۔

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ نبوت کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد اللہ پر لازم ہے۔ کہ ایک امام قائم کرے جو خود بھی پیغمبر ہی کی مثل ہو۔ جو لوگوں کی رہنمائی کرے۔ ان تک احکام الٰہی پہنچائے اور شریعت کی حفاظت کرے۔ تو معلوم ہو گیا کہ ایسا شخص ضروری ہے کہ صفت عصمت و طہارت سے متصف ہو۔

(حدیقۃ الشیعہ مصنفہ احمد بن محمد المعروف
مقدس اردبیلی صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ تہران ذکر لزوم
عصمت امام)

خمس وصول کرنا امامِ وقت کی ذمہ داری ہے۔

اصل الشیعہ واصولہا:-

وَيُقَسَّمُ سِتَّةَ اَقْسَامٍ ثَلَاثَةٌ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَ هٰذِهِ السِّهَامُ يَجِبُ رَفْعُهَا اِلَى الْاِمَامِ اِنْ كَانَ ظَاهِرًا وَ اِلٰى نَائِبِهٖ وَهُوَ الْمُجْتَهِدُ الْعَادِلُ اِنْ كَانَ غَائِبًا يَدْفَعُ اِلٰى نَائِبِهٖ فِىْ حِفْظِ الشَّرِيْعَةِ وَسِدَانَةِ الْمِلَّةِ وَيَصْرِفُهٗ عَلٰى مُهِمَّاتِ الدِّيْنِ وَمُسَاعَدَةِ الضُّعَفَآءِ وَ الْمَسَاكِيْنَ۔ (اصل الشیعہ واصولہا ص۱۸۵ مطبوعہ مصر مصنفہ محمد حسین آل کاشف الغطاء)

ترجمہ:- مال غنیمت کو چھ حصوں میں بانٹا جائے گا۔ ان میں سے تین حصے اللہ۔ اس کے رسول اور ذوالقربیٰ کے ہوں گے۔ اور یہ تینوں حصے امام کے حوالے کرنا واجب ہیں بشرطیکہ وہ ظاہر موجود ہو۔ اور غائب ہونے کی صورت میں اس کے نائب یعنی مجتہد عادل کو دیا جائے گا۔ تاکہ وہ نائب ان تینوں حصوں کی رقم کو شریعت کی حفاظت اور ملت کی مضبوطی پر صرف کرے۔ اور اہم دینی ضروریات بھی اسی سے پوری کرے۔ نیز ضعیف و مسکین لوگوں کی امداد بھی اسی سے کرے۔ (اب چونکہ شیعوں کا امام روپوش ہے۔ لہٰذا مذکورہ تین حصے ان کے مجتہدین اور مولویوں کو دینا واجب ٹھہرا۔)

دنیا سے شر و فساد اور ظلم و ستم مٹانا امام کا فرض ہے۔

حدیقۃ الشیعہ:-

چوں عالم قصر طوائف امم و محل نزاع و فساد بنی آدم است باید ہمیشہ یکے از حجتہائے خدا دریں عالم باشد و ایشاں پیغمبراں و اوصیائے ایشاں اند پس باید کہ بعد از حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم یکے از ائمہ طاہرین علیہ السلام موجود باشد در زمین یا ظاہر و مشہور یا غائب و مستور تا حفظ کتابِ خدا و سنتِ مصطفےٰ نماید و بندگانِ خدا را حسن معاش و معاد بر نہج صواب و سداد کہ آں را شریعت نام است تعلیم نماید و از ظلم و فسق و فساد باز دارد زیرا نکہ ایں امر عظیم کہ ریاست عامہ است از کسے می آید کہ بصفت عصمت متصف باشد۔

(حدیقۃ الشیعہ ص۲۷ مصنفہ مقدس
اردبیلی فصل دوازدہم مطبوعہ تہران)

ترجمہ: جبکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ دنیا مختلف امتوں اور لوگوں کی رہائش گاہ ہے۔ اور اولادِ آدم کے باہم جھگڑوں اور اختلافات کی جگہ ہے۔ تو پھر ایسے میں اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے ایک حجت اس کائنات میں ضروری ہونی چاہیئے۔ انبیائے کرام اور ان کے وصی ہی وہ شخصیات ہیں۔ جو اللہ کی حجتیں ہیں۔ لہذا یہ بھی لازمی ہے۔ کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ائمہ طاہرین میں سے کوئی ایک ضرور موجود ہو۔ چاہے وہ ظاہر اور لوگوں کے سامنے موجود ہو چاہے

غائب اور نظروں سے اوجھل ہو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن) کی حفاظت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نگہداشت کرے۔ اور اللہ کی مخلوق اور اس کے بندوں کی معاشی زندگی اور اخروی زندگی ایک درست اور بہتر طریقہ سے انہیں سکھائے۔ جس طریقہ کو شریعت کہتے ہیں۔ باہم ظلم وستم اور فسق وفساد سے لوگوں کو بچائے۔ چونکہ یہ ریاست عامہ کا ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس لیے اتنا بڑا کام اُسی شخصیت سے متوقع ہو سکتا ہے۔ جو صفتِ عصمت کے ساتھ متصف ہو۔

امام کے لیے بہادر ہونا بھی لازمی ہے تاکہ فریضہ جہاد کی ادائیگی کر اسکے۔

عین الحیوٰۃ :۔

و باید کہ کمالِ رائے و شجاعت داشتہ باشد تا از عہدۂ مجاہدہ با اعدائے دین بتواند آمد۔

(عین الحیوٰۃ (ملا باقر مجلسی ص۸۴ تنویر ششم۔ تہران)

ترجمہ: اور امام کے لیے ضروری ہے۔ کہ بہادری اور شجاعت میں کامل ہو۔ تاکہ دین کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی اور جہاد کر سکے۔ (اور اس ذمہ داری سے جی نہ چرائے۔

❖ ❖ ❖

❖

حدود کا قیام، زکوٰۃ و عشر و جزیہ کی وصولی اور نظام اسلامی کا قیام امام کی ذمہ داری ہے

کشف الغمہ:-

لَا بُدَّ قَائِمٌ بِأُمُوْرِ النَّاسِ وَمَصَالِحِهِمْ هَادٍ لَهُمْ اِلٰی طُرُقِ الْخَيْرَاتِ مُهْتَمٌّ بِاِقَامَةِ الْحُدُوْدِ وَاِسْتِيْفَاءِ الْاَمْوَالِ وَتَفْرِيْقِهَا فِيْ وُجُوْهِهَا حَافِظٌ لِنِظَامِ الْعَالَمِ اِلٰی غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَصَالِحِ ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۵۶
فی عدد الائمہ)

ترجمہ: (سید ہاشم شیعی مصنف کشف الغمہ ضرورتِ امامت کے عقلی دلائل کے ضمن میں لکھتا ہے) ایک ایسا شخص تو ضرور ہونا چاہیے۔ جو کہ لوگوں کے باہم امور کا نگران اور ان کی بھلائیوں کے قائم کرنے والا ہو۔ اور عوام کو خیر و برکت کے طریقوں کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حدود کا اہتمام کرتا ہو۔ اور شریعت کے قوانین کے مطابق مال کی وصولی کر کے صحیح مصارف پر انہیں خرچ کرتا ہو۔ نظام دنیوی کا نگران ہو۔ ان کے علاوہ دیگر مصلحتیں اور بھلائی کے کام اس کے زیر نگرانی ہوں۔

اسلامی ملک کی سرحدوں کی ذمہ داری بھی امام پر عائد ہوتی ہے۔

اصول کافی :-

اِنَّ الْاِمَامَةَ زِمَامُ الدِّيْنِ وَ نِظَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ صَلَاحُ الدُّنْيَا وَ عِزُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْاِمَامَةَ اُسُّ الْاِسْلَامِ النَّامِيُّ وَ فَرْعُهُ السَّامِيُّ، بِالْاِمَامِ تَمَامُ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّيَامِ وَ الْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَتَوْفِيْرِ الْفَيْئِ وَالصَّدَقَاتِ وَ اِمْضَاءِ الْحُدُوْدِ وَ الْاَحْكَامِ وَ مَنْعِ الثُّغُوْرِ وَ الْاَطْرَافِ ۔

(اصول کافی جلد اول ص۲۰۰ کتاب الحجة
باب نادر جامع فی فضل الامام
وصفاتہ۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔ امامت دین کی باگ دوڑ، مسلمانوں کا نظام، دنیا کی بہتری اور ایمان والوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت ہی پھلنے پھولنے والے اسلام کی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ اسی امامت کی بدولت نماز، زکوٰۃ روزے، حج اور جہاد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور مال غنیمت کی وصولی و تقسیم

وصولیِ صدقات، حدود کا نفاذ، احکامات الٰہیہ کا اجراء اور ملک کے قلعوں و سرحدات کی حفاظت بھی فرائض امامت میں ہی داخل ہیں۔

ان چند ذکر کردہ عبارات سے شیعہ لوگوں کے امام کی درج ذیل ذمہ داریاں اور شرائط ثابت ہوئیں

۱۔ اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہے۔ کہ امام مقرر فرمائے۔ تاکہ وہ دنیا سے شر و فساد کی بیخ کنی کرے۔ (عین الحیٰوۃ)

۲۔ انسانوں کی باہم ایک دوسرے پر زیادتی کا خاتمہ کرے۔

(عین الحیوٰۃ)

۳۔ اسلام اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کرنے والے سے جنگ کرے۔

(عین الحیوٰۃ، اصول کافی)

۴۔ امام کے لیے اپنے دور کا سب سے بڑا بہادر ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے جس مقصد کے لیے مقرر فرمایا۔ اس کے تحفظ کا اہل ہو۔ اور مخالفین کا سر نیچا کر سکے۔ (عین الحیٰوۃ)

۵۔ خمس وصول کرے۔ اور اگر خود موجود نہ ہو۔ تو اس کا نائب اس فریضہ کو سرانجام دے۔ (اصل الشیعہ)

۶۔ زانی، شرابی، قاذف، ڈاکو اور چور پر وہ حدود جاری کرے۔ جو اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمائیں۔ تاکہ نظامِ قیام حدود سے فتنہ و فساد مٹ جائے۔ اور امن و آشتی کا دور دورہ ہو۔

(کشف الغمہ، اصول کافی)

۷۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں (ذمیوں) سے خراج وصول کرے۔ اور مالِ غنیمت کی وصولی کا اہتمام کرے۔ تاکہ ان مدات سے وصول شدہ خرچ سے ملکی معیشت درست رہے۔ اور غربت و تنگدستی کا سدِ باب ہو جائے۔ اور خوشحالی کا دور رہے۔ (کشف الغمہ)

۸۔ ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی بجاآوری کی ذمہ داری اٹھائے۔ (اصول کافی)

۹۔ سرحدوں کی مکمل حفاظت اور مملکتِ اسلامیہ کی چاروں اطراف کی کڑی نگرانی کرے۔ تاکہ کسی غیر مسلم ملک اور اس کے صاحبانِ اختیار کے حملہ سے رعایا بالکل محفوظ رہے۔ (اصول کافی)

۱۰۔ نظامِ عالم کا نگران و نگہبان امام ہوتا ہے۔ یعنی روئے زمین پر لبسنے والے تمام مسلمانوں اور ان کے مفادات کا تحفظ امام کے ذمہ ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی جگہ شورش اور غیر مسلموں کی شرارت سر اٹھائے۔ تو اس کی سرکوبی امام کے ذمہ ہوتی ہے۔

شیعوں کے نزدیک امام کے غائب رہنے کا فلسفہ اور ایک ضروری وضاحت

اوپر لکھے گئے وہ مقاصد اور ذمہ داریاں ہیں۔ جن کا حق دار بلکہ پورا کرنے کا ذمہ دار شیعہ لوگوں کے نزدیک صرف اور صرف امام ہوتا ہے۔ اہل تشیع کے مذہب میں انہی عظیم تر مقاصد اور بقائے نسل انسانی کے عظیم امور کے سرانجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بارہ ائمہ کو مقرر فرمایا۔ جن کی ابتداء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے

ہوئی۔ اور امام غائب (امام مہدی) تک آئی۔

مذکورہ ذمہ داریاں کسی ایک زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھیں۔ بلکہ "حدیقۃ الشیعہ"، کی عبارت کے مطابق ان ذمہ داریوں کا اہل ہر دور اور ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ہونا چاہیئے اس لیے کہ فساد و نزاع کا خاتمہ، مجرموں پر نفاذِ حدود، صدقات وزکوٰۃ وخراج کی وصولی اور اقامت صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ ایسے امور ہیں۔ جن کی انجام دہی کے لیے ہر دور میں کسی منتظم کی ضرورت لازمی ہے۔ اور تا قیامت ضرورت رہے گی۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک چونکہ امامت صرف بارہ اشخاص کے لیے ہی تھی۔ اس لیے تیرھویں کی گنجائش نہ رہی۔ لہٰذا جب تک نسل انسانی باقی ہے۔ اس وقت تک ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی نہ کسی طریقہ سے امامت کا منصب بھی باقی رکھنا تھا۔ اور وہ بھی صرف بارہ حضرات میں۔ تو گیارہ ائمہ کی وفات کے بعد بارھویں امام کو "امام غائب"، قرار دیا گیا۔ تاکہ قیامت تک اس کی امامت بھی رہے۔ اور تیرھویں کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ ذرا ان کی اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" کا ملاحظہ فرمایئے۔

حدیقۃ الشیعہ:۔

"البتہ امام دوازدہم را باید کہ عمر دراز باشید تا بقائے او با تمادئ زمانِ تکلیف باشد وچہ ممکن نیست کہ دین قائم بماند تا بروز قیامت بوجود دوازدہ کس مگر بتقدیر مذکور"

(حدیقۃ الشیعہ ص ۴۷۳)

لہٰذا یہ امر یقینی ہے۔ کہ بارھویں امام کی عمر اتنی لمبی ہونی چاہیئے۔ جب تک زمانۂ تکلیف (یعنی احکام الٰہی پر عمل کرنے والے موجود ہوں) ہو۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ مذکورہ وجہ کے بغیر بارہ ائمہ کے ذریعہ قیامت تک دین کا قائم رہنا ناممکن

ہے۔ کیونکہ تیرھواں آ نہیں سکتا۔ اور گیارہ اگر اپنی بقا ہو گئے۔ لہذا بارھویں امام کا زمانہ تا قیامِ قیامت ہے۔ اس لیے اس کی عمر بھی اتنی ہی ہونی چاہیئے۔ چونکہ اتنی طویل عمر نہ اس سے قبل کسی کی ہوئی۔ اور نہ کوئی اتنا طویل عرصہ لوگوں میں رہا۔ لہذا اس طویل العمری کے حصول کا صرف یہی طریقہ ہے۔ کہ اُسے ”غائب“ کر دیا جائے۔ اور اس کی آمد کی امیدیں باندھی جائیں۔ اس طویل دور میں باہم نزاع و فساد، ظلم و ستم سرحدوں کی حفاظت خمس و زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی اور دیگر امور چاہے کتنے ہی بگڑ جائیں۔ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون ہو رہا ہو۔ اغیار دندناتے پھریں۔ لیکن امام چونکہ غائب ہے۔ لہذا اس کی آزادی ہے۔ بلکہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی اپنا قانون تبدیل کرنا پڑا۔

وغیر ذالک من الخرافات الواھیۃ والمزعومات الفاسدۃ اعاذنا اللہ تعالیٰ عنہا۔

ہمارا سوال :-

کتبِ شیعہ سے ہم نے مذہب شیعہ میں امام کے فرائض اور ذمہ داریاں جو گنوائی ہیں۔ ان کی روشنی میں اہل تشیع سے ہمارا سوال ہے۔

۱۔ کہ ان فرائض کی ادائیگی کیا اُن تمام اماموں نے کی ہے جنہیں تم حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر امام مہدی تک (بارہ امام) مانتے ہو۔

۲۔ کیا یہ امر واقعی ہے۔ کہ ہر ایک امام مجرموں پر حدود شرعیہ جاری کرتا رہا۔

۳۔ کیا یہ ثابت ہے۔ کہ بارہ ائمہ میں سے ہر ایک نے صدقات و زکوٰۃ اور خراج و جزیہ وصول کیا ہے؟

۴۔ کیا تمام ائمہ نے اپنے اپنے دور امامت میں فتنہ و فساد اور ظلم و شر دنیا سے

ڈور کیا ہے؟

۵۔ کیا مملکتِ اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت اور کفار کے ساتھ ہر امام نے جہاد کے فرض کو نبھایا ہے؟

۶۔ کیا امام غائب نے اپنے دورِ امامت میں پردۂ خفا میں رہ کر دنیا سے افراتفری، ظلم و تعدی اور ناانصافیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور اسلامی ممالک کی سرحدیں محفوظ کر دی ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے۔ اور ہر عقل مند جانتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے بارہ ائمہ میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے نورِ نظر حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ صاحبِ اقتدار تھے۔ دوسرے دس ائمہ اقتدار میں نہ آسکے۔ یا ان کو اقتدار نہ ملا۔ لیکن حدودِ الٰہیہ کا اجراء، کفار سے جہاد، سرحدوں کی حفاظت تو اقتدار ہاتھ میں ہوتے ہوئے ہو سکتی ہے۔ تو جب یہ اقتدار سے محروم تھے۔ تو ان سے ان فرائض کی ادائیگی کب ممکن۔ ہم شیعوں سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اگر واقعی اللہ رب العزت نے تمہارے اقوال کے مطابق تمہارے اماموں کو ان امور کی انجام دہی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ تو

۷۔ ان تمام آئمہ کو اقتدار و حکومت کیوں نہ دی اور ان کے چپرد کردہ فرائض کے ادا کرنے کی توفیق کیوں نہ بخشی۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

"جمہور اہل سنّت" کے نزدیک یزید بارہ خلفاء میں شامل نہیں

اہل سنت کے ایک عظیم عالم علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ایک قول جو ذکر کیا گیا۔ جس میں "تجتمع علیہ الامۃ" کی تاویل کرتے ہوئے علامہ موصوف نے یزید کو بارہ خلفاء میں شمار کیا ہے۔ یہ انہوں نے اپنا مسلک اور

نظریہ بیان نہیں فرمایا۔ کیونکہ اسی کے ساتھ انہوں نے ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے۔ جسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

تاریخ الخلفاء:۔

قُلْتُ وَعَلٰی هٰذَا فَقَدْ وُجِدَ مِنَ الْاِثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَةً اَلْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ وَالْحَسَنُ وَالْمُعَاوِیَةُ وَابْنُ الزُّبَیْرِ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ هٰؤُلَاءِ ثَمَانِیَةٌ وَّاِحْتَمَلَ اَنْ یُّضَمَّ اِلَیْهِمُ الْمُهْتَدِیْ مِنَ الْعَبَّاسِیِّیْنَ لِاَنَّهٗ فِیْهِمْ کَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فِیْ بَنِیْ اُمَیَّةَ وَ وَکَذٰلِكَ الطَّاهِرُ لِمَا اُوْتِیَهٗ مِنَ الْعَدْلِ وَبَقِیَ الْاِثْنَانِ الْمُنْتَظَرَانِ اَحَدُهُمَا الْمَهْدِیُّ لِاَنَّهٗ مِنْ اٰلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۲ فصل فی مدۃ الخلافۃ فی الاسلام مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ (ذکر شدہ تاویلات کی بنا پر) میں کہتا ہوں۔ کہ بارہ خلفاء میں سے آٹھ تو یہ ہو چکے۔ ۱۔ صدیق اکبر۔ ۲۔ فاروق اعظم۔ ۳۔ عثمان غنی۔ ۴۔ علی المرتضیٰ ۵۔ حسن بن علی۔ ۶۔ معاویہ۔ ۷۔ ابن زبیر۔ ۸۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان کے ساتھ اگر عباسی خلفاء میں مہتدی کو گنا جائے جو خاندان امیہ کے خلفاء میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرح نیک و عادل تھا۔ تو یہ نواں خلیفہ ہوا۔ اور اسی طرح "طاہر" بھی بوجہ عادل

ہونے کے دسواں خلیفہ ہوا۔ تو بارہ میں ایک تو امام مہدی ہیں۔ کیونکہ وہ
آل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔

قرۃ العینین:۔

"ویزید بن معاویۃ، خود ازیں میاں ساقط است بجہت عدم
استقرار مدت معتد بہا و سوء سیرت او۔

ترجمہ:۔ ان بارہ خلفاء میں سے (کہ جن کی پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی)
یزید بن معاویہ قابلِ شمار نہیں۔ کیونکہ ایک تو وہ معتد بہا مدت نہ گزار سکا
اور دوسری وجہ اس کی بُری سیرت تھی۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ "یزید بن معاویہ" ان بارہ خلفاء میں
شمار نہیں۔ جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ لہٰذا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے
اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ "یزید اہل سنت کا امام ہے"، قطعاً بے وزن اور ناقابلِ
اعتبار ہے۔

اگر علی سبیل تنزل یہ بات بالفرض تسلیم بھی کر لی جائے۔ کہ امام جلال الدین السیوطی
نے اول الذکر قول کے مطابق "یزید" کو بارہ خلفاء میں شامل کیا ہے۔ تو بھی یہ قول اہلسنت
پر طعن نہیں بن سکتا۔ کیونکہ علامہ السیوطی نے "تجتمع علیہ الامۃ"، کی تاریخی
اعتبار سے تاویل بیان کی۔ اور یوں تطبیق کی راہ نکالی۔ تاکہ اس جملہ سے مضمونِ حدیث
پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔ تو اس تاویل و تطبیق کو اہل سنت کا مذہب و مسلک قرار دینا۔
کسی طور پر زیبا نہیں۔

اس کے علاوہ تیسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ حدیثِ زیرِ نظر میں صرف تعداد خلفاء
کی بات ہے۔ اس میں ان خلفاء کے اخلاق و سیرت کے متعلق ایک جملہ بھی درج نہیں

ہوا۔ لہٰذا انہیں ''خلفاء راشدین'' سمجھنا (اس حدیث سے) بالکل لایعنی بات ہوگی۔ صرف تعداد کے طور پر امام سیوطی نے اُن بارہ میں سے ایک یزید کا خلیفہ ہونا بھی لکھ دیا۔ تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوگیا۔ کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ایک تھا۔ بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ کہ یزید کی خلافت و امامت پر اگرچہ امت کا اجماع ہوا۔ لیکن اس کی بدکرداری اور بداخلاقی اور حدودِ شرعیہ کی پامالی کی بنا پر وہ قابلِ ملامت اور باعث لعن طعن ہے۔ اس لیے حدیث مذکور سے اہل سنت پر کسی طور پر یہ الزام لگانا ''کہ یزید ان کا امام ہے'' درست نہیں۔

لَمْحۂِ فِکْرِیَہ :۔

مذکور حدیث کو سے کر جو اہل تشیع نے بنیاد طعن بنایا۔ اس میں مذکور لفظ سے ''تجتمع علیہ الامۃ'' کی تاویل اور احتمال امام سیوطی نے خود ذکر فرما دیا۔ ادھر کتب شیعہ کہ جن میں اصول و قواعد کی کتب بھی ہیں۔ جن سے ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ صفاتِ و شرائط امامت جو مذہب شیعہ میں ایک امام کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ اور بعض فرائض امامت بھی ہم نے گنوائے۔ تو ان صفات و شرائط اور فرائض کے حامل نہ ہونے کی وجہ سے ائمہ اہلِ بیت اس حدیث کے مصداق قرار نہیں پاتے۔ اور نہ ہی یہ حدیث ان پر منطبق ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر زیرِ نظر حدیث کے ایک اور جملہ کو دیکھا جائے۔ وہ یہ کہ ''اُن کے زمانہ میں دین غالب رہے گا''، تو بھی اس حدیث کا مصداق ائمہ اہل بیت نہیں بنتے۔ کیونکہ اس جملہ کی روشنی میں ائمہ اہل بیت کی سیرت کا اگر ملاحظہ کیا جائے۔ جو اہلِ تشیع نے اپنی کتب میں ذکر کی ہے۔ تو بات بالکل نکھر کر سامنے آجائے گی۔ آیئے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ کتب میں تقیہ کی فضیلت

قَالَ (ع) مَنْ تَرَكَ التَّقِيَّةَ قَبْلَ خُرُوجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَقَالَ (ع) التَّقِيَّةُ دِيْنِيْ وَ دِيْنُ اٰبَائِيْ وَقَالَ (ع) لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ وَقَالَ النَّبِيُّ (ص) تَارِكُ التَّقِيَّةِ كَتَارِكِ الصَّلٰوةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْمُنَافِقِيْنَ بِتَقِيَّةٍ كَانَ كَمَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاَئِمَّةِ وَ قَالَ الصَّادِقُ ع مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا وَلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَاءً۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۰۸
فصل الثالث والاربعون فی
التقیۃ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے امام غائب (امام مہدی) کے ظہور سے پہلے تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ اور امام موصوف نے یہ بھی فرمایا۔ کہ تقیہ کرنا میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ اور مزید فرمایا کہ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا دین ہی نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تقیہ کا تارک ایسے ہے جیسا کہ نماز کا تارک۔ امام جعفر فرماتے ہیں جس نے کسی منافق کے پیچھے تقیہ کر کے نماز ادا کی۔ اس نے گویا امام وقت

کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات لوگوں میں پھیلائی۔ اس نے گویا ہمیں ہی جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور قتلِ خطا نہ کیا۔

حاصل کلام :-

جامع الاخبار سے مذکور حدیث نے ثابت کر دیا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک بقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ،،دینِ ائمہ اہل بیت،، کو شائع اور عوام میں اس کا پرچار کرنا اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ ایسا کرنے والے دراصل ائمہ اہل بیت کو عمداً قتل کرنے والا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی امام جعفر صادق کے بعد آنے والا امام خود اپنے آباؤ اجداد کا قاتل بننا کب گوارا کر سکتا ہے۔ اس لیے جب وہ اس گناہ سے بچیں گے۔ تو لازمی طور پر وہ ان کے دین کو چھپائے رکھے گا۔ اور پھر اس چھپانے پر اُسے ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ اور امام موصوف کی طرف سے یہ ہدایت ہے۔ کہ امام غائب کے ظہور تک تمہیں تقیہ اختیار کئے رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ ہمارے دین سے نکل جاؤ گے۔

قطع نظر اس کے کہ حدیثِ موضوع میں کتنا تضاد اور کذب بیانی ہے۔ ہر ذی عقل صرف اس کے الفاظ سے یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے ان کی کسی بات کے ظاہر کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی۔ تو اس ممانعت کے ہوتے ہوئے ائمہ اہل بیت کے دور میں دین کا غلبہ تو کجا اس کا ظہور ہی نہ تھا۔ حالانکہ علامہ سیوطی سے منقول حدیث میں ان بارہ خلفاء کے دور میں دین کا غلبہ پانا موجود ہے۔ تو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حدیث کا مصداق ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور یہ کیسے ممکن کہ اس حدیث کو یہ کہ امام سیوطی اور دیگر تمام اہل سنت پر طعن بنا کر پیش کیا جائے۔ ؟

ثابت ہوا:۔

کہ کتب شیعہ میں امام و خلیفہ کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کی کتب میں جو ائمہ اہل بیت سے ایسی روایات پائی جاتی ہیں۔ جن سے دین کے چھپائے رکھنے کو ایک عظیم کارنامہ قرار دیا گیا۔ ان تمام عبارات کو دیکھ کر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں دین کا غلبہ تو کجا اس کا ظہور تک بھی نہ ہوسکا۔ لہٰذا حدیث مذکورہ کا مصداق بقول شیعہ ائمہ اہل بیت ہرگز نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ دین کا غلبہ اور قوت پذیر ہونا اور دین کو چھپائے رکھنا دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ اور ان میں سے ایک ہی بات ہوسکتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مصداق آئمہ اہل بیت نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کو اہل سنت و جماعت پر ایک طعن کے طور پر پیش کرنا بھی سراسر غلط اور بے بنیاد کوشش ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

جواب دوم

امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی جس عبارت کو پیش کرکے طعن کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت وہ ایک ایسی حدیث کی شرح میں تحریر کی گئی ہے۔ جو مختلف طریقوں سے منقول و مروی ہے۔ ان مختلف طریقوں سے ایک طریقہ روایت ایسا ہے۔ جو کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع میں مذکور ہوا ہے۔ اس طریقہ روایت پر دونوں کتب میں الفاظ بھی برابر ملتے جلتے ہیں۔ لہذا جب ایک ہی روایت ایک جیسے ہی الفاظ سے دونوں کی کتب میں مذکور ہے۔ تو پھر اسے صرف اہل سنت پر طعن کرنے کے لیے ذکر کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

لماذا انحن شیعہ:۔

جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ كَائِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ۔

(۱۔ لماذا انحن شیعہ جلد اول ص۱۲۱
معنفہ محمد رضی الرضوی شیعی مطبوعہ قاہرہ
طبع جدید)
(۲۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۱ تذکرہ مدت الخلافۃ
فی الاسلام مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ یہ دین اس وقت تک تم میں مضبوطی سے قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلیفہ (باری باری اپنا دور خلافت) گزار نہ دیں۔ ان تمام بارہ خلفاء پر امت کا اجماع ہوگا۔

مذکور حدیث جو کہ کتب اہل سنت و اہل تشیع میں ایک ہی طور پر مروی ہے۔ اس میں صاف صاف یہ بیان ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ خلفاء ایسے آئیں گے۔ جن کے دور خلافت میں دین و اسلام قائم و مضبوط رہے گا۔ اور ان کی خلافت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہوگا۔ اور تمام لوگ ان کو اجتماعی طور پر اپنا خلیفہ تسلیم کریں گے۔

اب ذرا تاریخی حقیقت کو پیش نظر رکھئے۔ اور کتب تاریخ سے ورق گردانی کر کے ذرا اس بات کو تلاش کیجیے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کون کون سے خلیفہ آئے۔ جنہیں لوگوں نے باتفاق خلیفہ مانا اور دین و اسلام کا قیام باقی رہا۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ کہ وہ بارہ خلفاء وہی تھے۔ جن کا تذکرہ علامہ جلال الدین السیوطی نے اس حدیث کی تشریح میں کیا۔ وہ بالترتیب یہ ہیں۔

(۱) صدیق اکبر (۲) فاروق اعظم، (۳) عثمان غنی، (۴) علی المرتضےٰ (۵) امیر معاویہ۔ (۶) یزید (۷) عبد الملک بن مروان، (۸) ولید بن عبد الملک، (۹) سلیمان بن عبد الملک (۱۰) عمر بن عبد العزیز، (۱۱) یزید بن عبد الملک (۱۲) ہشام بن عبد الملک۔

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں مذکور دو باتوں کو پیش نظر رکھ کر واقعات و حقائق اور تاریخ کے حوالہ سے یہ بتلانا چاہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کس طرح صحیح ثابت ہوئی۔ اور وہ کون کون سے خلفاء ہو سکتے ہیں۔ جن کے دور خلافت میں اسلام کو استحکام اور مضبوطی حاصل رہی۔ اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ کب تک ایک ہی اسلامی جھنڈا اور ایک ہی دار الخلافہ رہا۔ اور کب تک

خلیفہ پر عوام متفق رہے۔ ان حقائق کے پیش نظر علامہ سیوطی نے بارہ خلفاء کا نام ذکر کیا۔

امام سیوطی کے نزدیک یزید پر اللہ کی لعنت ہے

باقی رہا یہ معاملہ کہ علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بارہ خلفاء میں "یزید" کو بھی شمار کیا۔ اور یہ اس لیے کیا۔ کہ یزید ان کے نزدیک متقی اور پرہیزگار خلیفہ تھا۔ اور اس کی خلافت کو علی منہاج النبوت خلافت قرار دیا ہے۔ تو ایسا کہنا دراصل امام السیوطی پر بہتان باندھنا اور سنگین الزام تراشی کرنا ہے۔ کیونکہ امام السیوطی نے اسی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کے دوران یزید اور ابن زیاد کے متعلق اپنا نظریہ کھل کر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

تاریخ الخلفاء:

لَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَہٗ وَابْنَ زِیَادٍ مَعَہٗ وَیَزِیْدَ اَیْضًا وَکَانَ قَتْلُہٗ بِکَرْبَلَا وَفِیْ قَتْلِہٖ قِصَّۃٌ فِیْہَا طُوْلٌ لَایَحْتَمِلُ الْقَلْبُ ذِکْرَھَا فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل پر اللہ کی پھٹکار اس کے ساتھ یزید اور ابن زیاد پر خدا کی لعنت۔ آپ کو میدان کربلا میں شہید کیا گیا۔ اور اس شہادت کی طویل داستان ہے۔ جس کے بیان کرنے کی دل جسارت نہیں کرتا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا صاف صاف اپنا نظریہ بیان فرما دیا۔ اور یزید ابن زیاد کو قاتلانِ امام مظلوم کے ساتھ ملعون قرار دیا۔ اسی سلسلہ میں مزید اسی کتاب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں یزید کے نام لیوا کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بیس کوڑے لگوائے

تاریخ الخلفاء:۔

وَ قَالَ نَوْفَلُ بْنُ اَبِی الْفُرَاتِ کُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَذَکَرَ رَجُلٌ یَزِیْدَ فَقَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَةَ فَقَالَ تَقُوْلُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَمَرَ بِهٖ فَضُرِبَ عِشْرِیْنَ سَوْطًا۔

ترجمہ:۔

نوفل بن فرات کہتا ہے۔ کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص نے یوں کہا "امیر المومنین یزید بن معاویہ نے یوں فرمایا"، یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ کیا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے۔ پھر اسی شخص کو حکماً بیس کوڑے مروائے گئے۔

علامہ سیوطی کا فتوے کہ یزید پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

تاریخ الخلفا:۔

وَ فِیْ سَنَۃِ ثَلَاثٍ وَ سِتِّیْنَ بَلَغَہٗ اَنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ خَرَجُوْا عَلَیْہِ وَخَلَعُوْہُ فَاَرْسَلَ اِلَیْھِمْ جَیْشًا کَثِیْفًا وَ اَمَرَھُمْ بِقِتَالِھِمْ ثُمَّ الْمَسِیْرِ اِلٰی مَکَّۃَ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَجَآءُوْا وَ کَانَتْ وَقْعَۃُ الْحَرَّۃِ عَلٰی بَابِ طَیْبَۃِ وَمَا اَدْرَاکَ مَا وَقْعَۃُ الْحَرَّۃِ؟ ذَکَرَھَا الْحَسَنُ مَرَّۃً فَقَالَ وَ اللہِ مَا کَادَ یَنْجُوْ مِنْھُمْ اَحَدٌ قُتِلَ فِیْھَا خَلْقٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَ مِنْ غَیْرِھِمْ وَ نُھِبَتِ الْمَدِیْنَۃُ وَافْتُضَّ فِیْھَا اَلْفُ عَذْرَاۗءَ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَخَافَہُ اللہُ وَ عَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ النَّاسِ

اَجْمَعِیْنَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

وَ کَانَ سَبَبُ خَلْعِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ اَنَّ یَزِیْدَ اَسْرَفَ فِی الْمَعَاصِیْ وَ اَخْرَجَ الْوَاقِدِیُّ مِنْ طُرُقٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ حَنْظَلَۃَ بْنِ الْغَسِیْلِ قَالَ وَ اللّٰہِ مَا خَرَجْنَا عَلٰی یَزِیْدَ حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نُرْمٰی بِالْحِجَارَۃِ مِنَ السَّمَآءِ اَنَّہٗ رَجُلٌ یَنْکِحُ اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ، وَ الْبَنَاتِ، وَالْاَخَوَاتِ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ یَدَعُ الصَّلٰوۃَ...... وَاَتَوْا مَکَّۃَ فَحَاصَرُوْا ابْنَ الزُّبَیْرِ وَ قَاتَلُوْہُ وَ رَمَوْہُ بِالْمَنْجَنِیْقِ وَذٰلِکَ فِیْ صَفَرٍ سَنَۃَ اَرْبَعٍ وَّ سِتِّیْنَ وَ احْتَرَقَتْ مِنْ شَرَارَۃِ نِیْرَانِھِمْ اَسْتَارُ الْکَعْبَۃِ وَ سَقْفُھَا وَ قَرْنَا الْکَبْشِ الَّذِیْ فَدَی اللّٰہُ بِہٖ اِسْمٰعِیْلَ وَ کَانَا فِی السَّقْفِ وَ اَھْلَکَ اللّٰہُ یَزِیْدَ فِیْ نِصْفِ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۲۰۹
تذکرہ یزید بن معاویہ)

توضیح و ترتیب: سن ہجری میں یزید کو اطلاع ملی۔ کہ مدینہ والوں نے اس کی خلافت و امامت سے انکار کر دیا ہے۔ اور بیعت سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر یزید نے ان کی طرف ایک بہت بڑی فوج روانہ کی۔ اور انہیں یہ حکم دیا۔ کہ اہل مدینہ سے جنگ کرو۔ اور اس سے فراغت پر سیدھے مکہ جانا۔ وہاں عبداللہ بن الزبیر کو ٹھکانے لگانا ہے۔ اور واقعہ حرۃ مدینہ منورہ کے دروازے پر ہوا۔ تم کیا جانو حرۃ کیا ہے؟ حسن نے ایک مرتبہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔ خدا کی قسم! ان میں سے کسی نے بھی نجات نہ پائی۔ اس واقعہ میں صحابہ کرام اور دیگر حضرات کو بکثرت قتل کیا گیا۔ اور مدینہ منورہ میں لوٹ مار کی گئی۔ اور لگ بھگ ایک ہزار کنواری دوشیزاؤں کو ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مدینہ کے رہنے والوں کو ڈرایا دھمکایا۔ اسے اللہ ڈرائے۔ اور ایسے پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ یزید گناہوں میں بہت آگے جا چکا تھا۔ اور واقدی نے بہت سے طریقوں سے جناب عبداللہ بن حنظلہ غسیل سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم! ہم نے یزید کی بیعت اس حالت میں توڑی۔ کہ ہمیں شدید خطرہ تھا۔ کہ اگر ہم اس کی بیعت پر قائم رہے۔ تو آسمانوں سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا۔ کہ جس نے ماں، بہن اور بیٹی تک سے نکاح کرنا جائز قرار دیا۔ شراب کا عادی تھا۔ اور بے نماز بھی تھا۔ جب لشکر یزید مکہ مکرمہ پہنچا۔ تو یہاں انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر

کا گھر اُڑ گیا۔ اور انہیں قتل کرنے کے لیے منجنیق سے ان پر پتھر برسائے۔ یہ ماہ صفر سن چوسٹھ کی بات ہے۔ ان لوگوں کی دھکائی ہوئی آگ کے شعلوں سے کعبہ کا غلاف بھی جل گیا۔ اس کی چھت بھی راکھ ہو گئی۔ اور کعبہ کی چھت میں رکھے ہوئے وہ سینگ بھی جل گئے۔ جو اس مینڈھا کے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے فدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ خدا کا کرنا کہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں یزید بھی اس دنیا سے اٹھ گیا۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر و نظریہ سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ یزید ان کے نزدیک ایک ایسا انسان تھا۔ جو بدکرداری اور بدعملی کی بنا پر امت مسلمہ کا خلیفہ بننے کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ اعلانیہ فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے ملعون تھا۔ باوجود ان خرابیوں کے امام السیوطی نے جو اسے بارہ موعود خلفاء میں سے گنا ہے۔ وہ صرف "تجتمع علیہ الامت" کے الفاظ کی تاویل و تطبیق کی وجہ کیا ہے۔ گویا امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ یزید کی خلافت اور امامت کا انکار نہیں کر رہے۔ (اور یہ ہو بھی کیونکر آخر وہ خلیفہ رہا۔ جو ایک تاریخی حقیقت ہے) ہاں اسے صرف خلیفہ اور حکمران سمجھتے ہیں۔ اگر اس سے زائد وہ کسی فضیلت کا اہل کہتے۔ یا اُسے خلیفہ راشد کہتے ۔ تو پھر قابلِ طعن بات ہوتی۔ لیکن ایک تاریخی حقیقت کو کس طرح جھٹلایا جا سکتا ہے۔ علمائے اہل سنت کا یہی نظریہ ہے۔ کہ یزید ایک خلیفہ بن گیا تھا۔ اور کچھ عرصہ امور مملکت کی باگ دوڑ سنبھالے رکھی۔ اس سے زیادہ وہ صاحبِ فضل اور خلیفہ علی منہاج النبوت ہو۔ تو اس کا قائل کوئی نہیں۔ چنانچہ "ابن تیمیہ" کا اس بارے میں مسلک اگلے صفحہ پر سنئے۔

یزید بن معاویہ

وَمَنْ قَالَ إِنَّهُ إِمَامٌ بْنُ إِمَامٍ فَإِنَّهُ إِنْ أَرَادَ بِذٰلِكَ أَنَّهُ تَوَلَّى الْخِلَافَةَ كَمَا تَوَلَّاهَا سَائِرُ خُلَفَاءِ بَنِي أُمَيَّةَ وَالْعَبَّاسِيَّةِ فَهٰذَا صَحِيحٌ وَلٰكِنْ لَيْسَ ذٰلِكَ مَا يُوْجِبُ مَدْحَهُ وَتَعْظِيْمَهُ وَالثَّنَاءَ عَلَيْهِ وَتَقْدِيْمَهُ فَلَيْسَ كُلُّ مَنْ تَوَلَّى كَانَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالْأَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّيْنَ فَمُجَرَّدُ الْوِلَايَةِ عَلَى النَّاسِ لَا يُمْدَحُ بِهَا الْإِنْسَانُ وَلَا يَسْتَحِقُّ عَلٰى ذٰلِكَ الثَّوَابَ وَإِنَّمَا يُمْدَحُ وَيُثَابُ عَلٰى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الْعَدْلِ وَالصِّدْقِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْجِهَادِ وَإِقَامَةِ الْحُدُوْدِ كَمَا يُذَمُّ وَيُعَاقَبُ عَلٰى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الظُّلْمِ وَالْكِذْبِ وَالْأَمْرِ بِالْمُنْكَرِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَتَعْطِيْلِ الْحُدُوْدِ وَتَضْيِيْعِ الْحُقُوْقِ وَتَعْطِيْلِ الْجِهَادِ۔

(از یزید بن معاویہ مصنفہ ابن تیمیہ ۲۹
مطبوعہ ابن تیمیہ اکیڈمی کراچی)

ترجمہ:۔ جو یہ کہتا ہے کہ یزید ایک امام تھا اور امام کا بیٹا تھا۔ تو اس سے

پوچھا جائے گا۔ کہ تمہاری اس سے کیا مراد ہے۔ اگر وہ اس قول سے اپنی
مراد یوں بیان کرتا ہے۔ کہ یزید والیِ خلافت تھا۔ جس طرح بنی عباس اور
بنی امیہ کے خلفاء ہیں۔ تو یہ درست ہے۔ لیکن صرف اس بنا پر (کہ خلیفہ
تھا) یزید کسی قسم کی تعریف، تعظیم اور اچھائی کا اہل نہیں بن جاتا۔ اور نہ
ہی اس بات کی بنا پر اس کی تعظیم لازم ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ یہ کہاں کا قانون
ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو کہ خلیفہ یا ملک کا سربراہ بن بیٹھے۔ وہ خلفائے راشدین
اور ائمہ مہدیین میں سے ہے۔ محض کسی کا والیِ مملکت بن جانا اور لوگوں
کی حکمرانی حاصل کر لینا ہی اس کی تعظیم کا سبب نہیں بن جاتا۔
بلکہ اسبابِ تعظیم و تکریم یہ ہیں۔ کہ ایسا شخص وہ امور سرانجام دے۔
جو کہ قابلِ ستائش بنا دیتے ہیں۔ مثلاً عدل، صدق، امر بالمعروف، نہی
عن المنکر جہاد اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنا۔ یہ اسی طرح ہے۔
کہ کوئی سربراہ مملکت ظلم، جھوٹ، برائی کا حکم کرنے نیکی سے روکنے،
حدود اللہ کو معطل کرنے حقوق کو ضائع کرنے اور جہاد کے جذبہ کو ٹھنڈا
کر کے اسے معطل کر دینے پر قابلِ ملامت اور قابلِ مذمت
ہوتا ہے۔

جوابِ سوم

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "میرے بعد بارہ
عدد خلفاء ہوں گے۔ اور یہ سب کے سب قریشی ہوں گے ان کے دورِ خلافت
میں دین کا غلبہ رہے گا۔ اور ان پر لوگوں کا اجماع ہو گا"۔

اس مضمون کی احادیث کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع میں مختلف الفاظ سے ملتی ہیں۔ ہم اُن کو مختصر طریقہ سے ذکر کر دیتے ہیں۔ جن کے مطالعہ اور پڑھنے کے بعد ہر ذی عقل اور صاحب دانش خود بخود فیصلہ کرے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ عوبارہ کے بارہ خلفاء ایسے ہوں گے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی خلافت علی منہاج النبوت ہو گی۔ جب اس سے مراد یہ نہیں۔ تو پھر اس سے ملتی جلتی روایات کو لے کر اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ یزید اہل سنت کے نزدیک خلیفہ برحق اور امام صادق تھا، کتب اہل سنت و اہل تشیع سے مختلف الفاظ کے ساتھ مرویات ملاحظہ ہوں۔

کتب اہل سنت میں مذکور بارہ خلفاء والی حدیث کے مختلف الفاظ

ابوداؤد شریف:-

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ نامروان بن معاویۃ عن اسمٰعیل یعنی ابن ابی خالد عن ابیہ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ تَجْتَمِعُ عَلَیْہِ الْاُمَّۃُ فَسَمِعْتُ کَلَامًا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ اَفْھَمْہُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ مَا یَقُوْلُ

قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

(ابوداؤد شریف جلد دوم ص ۲۳۲ کتاب المہدی
ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔

حضرت جابر بن سمرۃ (بحذف اسناد) کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ"یہ دین اس وقت تک قائم و دائم رہے گا" جب تک تم میں سے بارہ خلفاء نہیں آتے،، یعنی بارہ خلفاء تک دین اسی طرح قائم رہے گا۔ ان بارہ خلفاء کی خلافت پر امت کا اجتماع ہوگا۔ راوی کہتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اور فرماتے سنا۔ لیکن میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں نے اپنے والد سے دریافت کیا ابا جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا۔ تو ابا جان نے فرمایا آپ نے فرمایا کہ تمام (بارہ خلفاء) قریش میں سے ہوں گے۔

بخاری شریف:۔

حدثنا محمد بن المثنی حدثنا غندر حدثنا شعبة عن عبد الملك قَالَ سَمِعْتُ جابر بن سمرة قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ اَسْمَعْهَا فَقَالَ اَبِيْ اِنَّهٗ قَالَ كُلُّهُمْ

مِنْ قُرَیْشٍ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲ کتاب الاحکام
باب الاستخلاف مطبوعہ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے کوئی بات کی لیکن میں نہ سن پایا۔ تو اپنے والد سے میں نے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا ارشاد فرمایا۔ کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تمام امراء قریش سے ہوں گے۔

مسلم شریف:۔

حدثنا رفاعة بن الهيثم الواسطي
واللفظ له قال نا خالد يعني ابن
عبد الله الطحان عَنْ حصين عن
جابر بن سمرة قَالَ دَخَلْتُ مَعَ
اَبِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا
الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ
اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً قَالَ ثُمَّ
تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ قَالَ فَقُلْتُ
لِاَبِيْ مَا قَالَ قَالَ كُلُّهُمْ

مِنْ قُرَيْشٍ۔

(مسلم شریف جلد دوم ص۱۱۹ کتاب الامارۃ
مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضر ہوا۔ تو میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا "بے شک یہ معاملہ (دین کا قیام) اسی طرح قائم رہے گا یہاں تک کہ اس امت میں بارہ خلفاء آ جائیں گے" پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آہستہ سے فرمایا۔ جو میں نہ سُن سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ کہ آپ نے کیا فرمایا۔ تو اباجان نے فرمایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بارہ کے بارہ خلفاء قریشی ہوں گے

کتب اہل تشیع میں بارہ خلفاء والی حدیث کے مختلف الفاظ

خصال شیخ صدوق:۔

حدثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر بن سمرة يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ اثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا وَقَالَ كَلِمَةً

لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ الْقَوْمُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

(خصال شیخ صدوق ص۲۳۸ ابواب الاثنی عشر جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک اور بات کہی۔ جو میں نہ سن سکا۔ لوگوں نے بتلایا۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ تمام قریشی ہوں گے۔

خصال شیخ صدوق:۔

عن جابر بن سمرة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ مُسْتَقِيمًا أَمْرُهَا ظَاهِرَةً عَلَى عَدُوِّهَا بِمَضِيّ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

(خصال شیخ صدوق ص۲۳۹ جلد دوم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ امت اس وقت تک کے لیے صراط مستقیم پر گامزن رہے گی۔ اور دشمنوں پر اس کا غلبہ رہے گا۔ جب تک اس میں سے بارہ خلفاء نہیں آجائیں گے۔ اور وہ تمام خلفاء قریشی ہوں گے۔

خصال۔ شیخ صدوق :۔

اخبرنا شریک عن سماک و عبد اللہ بن عمیر وحصین بن عبد الرحمٰن قالوا سمعنا جابر بن سمرۃ یَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ فَقَالَ لَا تَزَالُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ صَالِحًا اَمْرُھَا ظَاھِرَۃً عَلٰی عُدُوِّھَا حَتّٰی یَمْضِیَ اِثْنَا عَشَرَ مَلِکًا۔

(خصال شیخ صدوق ص ۲۳۹ جلد دوم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ امت اس وقت تک بہتری میں رہے گی۔ اور اس کا اپنے دشمنوں پر غلبہ رہے گا۔ جب تک بارہ بادشاہ نہیں آ لیتے۔

خصال۔ شیخ صدوق :۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ صَالِحًا لَا یَضُرُّہٗ مَنْ عَادَاہُ اَوْ مَنْ نَاوَاہُ حَتّٰی یَکُوْنَ اثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا

كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

(خصال شیخ صدوق ص۲۴۲ جلد دوم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ یہ دین ہمیشہ درست رہے گا۔ اور اس کے دشمن اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اس کے بدخواہوں کو منہ کی کھانا پڑے گی۔ یہاں تک کہ بارہ امیر نہ آجائیں۔ اور وہ تمام قریشی ہوں گے۔

دونوں اقسام کی کتب سے منقول عبارات سے

درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ موعود بارہ خلفاء کے دور میں دین مستقیم رہے گا۔

۲۔ کوئی بیرونی حملہ آور کامیاب نہ ہو سکے گا۔ بلکہ مغلوب ہو گا۔

۳۔ ان بارہ موعود اشخاص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ناموں سے ذکر کیا

(۱) خلفاء (۲) امراء (۳) ملوک۔

لمحہ فکریہ:۔

ان امور مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے بارہ اشخاص کے دور تک اسلام بہر حال مضبوط رہے گا۔ وہ بارہ چاہے خلفاء کے نام سے آئیں۔ بادشاہی کے رنگ میں نظر آئیں۔ یا امیر مملکت کی شکل میں گزریں لیکن ان بارہ اشخاص کی سیرت و اخلاق پر قطعاً کوئی اشارہ نہ فرمایا۔ صرف ان کے دور تک غلبۂ دین اور اغیار کی مغلوبیت کا تذکرہ ہے۔ ان کے پرہیزگار اور نیک سیرت

خوش اخلاق ہونے کا آپ نے ذکر نہیں فرمایا۔ آیئے۔ ذرا تاریخ اسلام کو اٹھا کر دیکھیں۔ کہ اسلام کا غلبہ کب تک رہا۔ اور اغیار کب تک دبے رہے۔ تو ہمیں یہ تاریخ سے شہادت مل جائے گی۔ کہ بارہ مذکور خلفا تک اسلام کا غلبہ رہا۔ اور اغیار کی سازشوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ بلکہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان نزاع کے وقت رومی بادشاہ کی نیت میں فتور آیا تھا۔ اور اس نے اس موقعہ سے غلط فائدہ اٹھانے کی فکر کی۔ لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے مذموم ارادے کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو جو جواب ارسال فرمایا۔ وہ اس کے ارادوں پر پانی پھیر گیا۔ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

فَلَمَّا رَاٰی مَلِكُ الرُّوْمِ اِشْتِغَالَ مُعَاوِيَةَ بِحَرْبِ عَلِيٍّ تَدَانٰى اِلٰى بَعْضِ الْبِلَادِ فِيْ جُنُوْدٍ عَظِيْمَةٍ وَطَمِعَ فِيْهِ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَيْهِ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَتَرْجِعْ اِلٰى بِلَادِكَ يَا لَعِيْنُ لَاَصْطَلِحَنَّ اَنَا وَابْنُ عَمِّيْ عَلَيْكَ وَلَاُخْرِجَنَّكَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِكَ وَلَاُضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْاَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَافَ مَلِكُ الرُّوْمِ وَانْكَفَّ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۱۹
مطبوعہ بیروت زجمہ معاویہ)

ترجمہ:۔ جب رومی بادشاہ نے دیکھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہیں۔ تو اس نے بعض شہروں کے قرب وجوار میں بھاری فوج اس لیے اکٹھی کر دی۔ تاکہ ان کو اپنے زیر نگیں کرے۔ تو حضرت امیر معاویہ نے پتہ چلنے پر اُسے لکھا۔ خدا کی قسم! اگر تو، اے لعین اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ اور اپنے علاقہ میں واپس نہ گیا۔ تو میں اور میرے چچازاد بھائی (حضرت علی المرتضیٰ) تجھ پر حملہ کر دیں گے۔ اور تمہیں خود تمہارے علاقوں سے بھی مار بھگائیں گے۔ اور یہ زمین باوجود وسیع وعریض ہونے کے تجھ پر تنگ کر دیں گے۔ تو اس تحریر کے ملنے پر رومی بادشاہ ڈرا۔ اور دم دبا کر بھاگ نکلا۔

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا یہی مفہوم تھا۔ کہ آپ کے بعد بارہ حکمرانوں تک اسلام قائم رہے گا۔ اور بیرونی خطرات سے عہدہ برا ہونے کی امت مسلمہ میں پوری صلاحیت ہوگی۔ رہا یہ کہ وہ بارہ اشخاص اخلاقی قدروں کے حامل ہوں گے۔ یا نہ۔ تو اس کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ان بارہ اشخاص کو کبھی خلفاء کبھی بادشاہ اور کبھی امراء کے الفاظ سے ذکر فرمانا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ان میں سے کچھ کی خلافت ہوگی۔ جو علی منہاج النبوت ہوگی۔ اور کچھ دوسرے بادشاہی اور امیرانہ رنگ میں آئیں گے۔ ان امراء ملوک کا شمار کسی طور پر خلفائے راشدین میں کرنا درست نہیں۔ لہٰذا یزید کی امارت وحکمرانی کو اگر اس حدیث سے ثابت کیا گیا۔ تو اس سے اُس کا متقی اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس ارشاد نبوی کو لے کر اہل سنت پر طعن کرنا انتہائی قابلِ مذمت جسارت ہے۔

❖ ❖ ❖

❖

”یزید، جمہور اہل سنت کے نزدیک“

گذشتہ اوراق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث پاک کے مختلف الفاظ سے پیش گوئی کے بارے میں اہل تشیع کی طرف سے علامہ السیوطی کے حوالہ سے اہل سنت پر ایک طعن کیا گیا تھا۔ جس کا تفصیلی رد ہم نے تحریر کر دیا۔ اور اس بحث میں اجمالی طور پر دو چار باتیں سامنے آئی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بارہ خلفاء، بادشاہ یا امراء کے زمانہ تک اسلام قائم رہے گا۔ اور مملکت اسلامیہ بیرونی خطرات سے محفوظ رہے گی۔

۲۔ ان بارہ اشخاص سے مراد اہل تشیع کے بارہ ائمہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں سے اکثریت ان شرائط و فرائض کی بجا آوری سے محروم تھی۔ جو کتب شیعہ میں امام کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین السیوطی کے تطبیق قول سے اگرچہ یزید بھی ان بارہ اشخاص میں شامل ہے۔ لیکن اس شمولیت کی بنا پر اسے کوئی فضیلت نہ مل سکی۔ اور نہ مل سکتی ہے۔

۴۔ حضرت علامہ السیوطی کے نزدیک قتل حسین میں ملوث ہونے اور بدکرداری و دیگر حدود شرعیہ کی پامالی کی بنا پر یزید مردود و ملعون ہے۔

ان امور میں سے آخری امر کے بارے میں کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ یزید کے متعلق مردود و ملعون ہونے کا قول صرف علامہ السیوطی کا ہی ہے۔ لہٰذا ان کا قول جمہور اہل سنت کی ترجمانی کیونکر کر سکتا ہے۔ اس لیے اس وہم کے پیش نظر

تحقیق حق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے چاہا۔کہ یزید کے متعلق دیگر ائمہ اہل سنت کی عبارات پیش کریں۔تاکہ ایک اجتماعی فیصلہ سامنے آسکے۔اور جمہور کی تحریرات ذکر کرنے کے بعد کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ رہے۔کہ "یزید" سنیوں کا امام تھا۔پھر ہم اس موضوع کے ساتھ ہی کتب شیعہ سے یہ واضح کریں گے۔کہ یزید کو ہمارا امام بتلانے والے خود کیا کہتے ہیں۔اور اس کو کیا سمجھتے ہیں۔اس کی کیا کیا مدح سرائی کی گئی۔اور کن کن احسانات کا شمار کیا گیا۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک یزید ایک بدکار، مردود اور ملعون آدمی تھا۔اسی نظریہ کی متقدمین اور متاخرین نے واضح طور پر تائید کی اور ان علمائے کرام کی عبارات میں اس کی صراحت موجود ہے۔چند عبارات پیش خدمت ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل:۔

حَدَّثَنَا اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنَا حیوۃ حدثنی بشیر بن ابی عمرو الخولانی ان الولید بن قیس حدثه انه سمع ابا سعید الخدری یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) یَقُوْلُ یَکُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّیْنَ سَنَةً اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔

(۱۔مسند امام احمد بن حنبل (علی الترتیب الفقہی) جلد ۱۸ ص ۲۷ مطبوعہ قاہرہ)

(۲۔البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۳۰

ترجمہ یزید بن معاویہ)

ترجمہ:۔ (بحذف اسناد) حضرت ابو سعید الخدری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ساٹھ سال (ہجری) کے بعد ناخلف آجائیں گے۔ وہ نمازوں کو برباد کریں گے۔ اور شہوات کے رسیا ہوں گے۔ بہت جلد وہ دوزخ کی غی نامی وادی میں جا پڑیں گے۔

فتح الباری:۔

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَمْشِيْ فِي السُّوقِ وَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِيْ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَلَا اَمَارَةَ الصِّبْيَانِ۔

(فتح الباری جلد نمبر ۱۳ ص نمبر ۸ کتاب الفتن)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے یوں دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے ہجری کے ساٹھویں سال کے آنے سے قبل اور بچوں کی حکومت کے زمانہ سے قبل دنیا سے اٹھا لینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس ماثور دعا کے ضمن میں علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ بطور تشریح یوں فرماتے ہیں۔

صواعق محرقہ:۔

وَكَانَ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِلْمٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِمَا مَرَّ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَزِیْدَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَدْعُوْا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ رَّاْسِ السِّتِّیْنَ وَ اَمَارَۃِ الصِّبْیَانِ فَاسْتَجَابَ اللّٰہُ فَتَوَفَّاہُ لَہٗ سَنَۃَ تِسْعٍ وَّخَمْسِیْنَ وَ کَانَتْ وَفَاۃُ مُعَاوِیَۃَ وَوِلَایَۃُ اِبْنِہٖ سَنَۃَ سِتِّیْنَ فَعَلِمَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ بِوِلَایَۃِ یَزِیْدَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ فَاسْتَعَاذَ مِنْھَا لَمَّا عَلِمَہٗ مِنْ قَبِیْحِ اَحْوَالِہٖ بِوَاسِطَۃِ اِعْلَامِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذٰلِکَ۔

صواعق محرقہ ص نمبر ۲۲۱ تذکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ۔)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و رموزات کے ذریعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے متعلق بخوبی علم تھا۔ لہذا اسی بنا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں ساٹھ ہجری آنے اور بچوں کی حکومت کے قیام کے زمانہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۵۹ھ میں وصال فرما گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی ساٹھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو

یہ علم تھا کہ ساٹھ ہجری کو یزید بر سر اقتدار آئے گا۔ تو انہوں نے اس سال سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگی۔ کیوں نہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو اس بات کا یقینی علم تھا۔ آخر یہ الفاظ اس ذات کی زبان اقدس سے نکلتے تھے۔ جو صادق اور مصدوق ہیں۔

ارشاد السّاری:۔

وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيْمَا نَقَلَهُ الْمَوْلٰى سَعْدُ الدِّيْنِ اللَّعْنَ عَلٰى يَزِيْدَ لِمَا اَنَّهُ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ اَوْ اَمَرَ بِهٖ اَوْ اَجَازَهٗ وَرَضِيَ بِهٖ وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَتَهٗ اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادٌ فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَانِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ وَمَنْ يَمْنَعُ يَسْتَدِلُّ بِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ لَعْنِ الْمُصَلِّيْنَ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
تالیف شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی
جلد نمبر ۵ ص ۴۔ اباب ماقیل فی قتال
الروم۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

بعض علماء نے علامہ سعد الدین تفتازانی سے، نقل کے مطابق یزید پر لعنت کا قول کیا ہے۔ کیونکہ امام حسین کے قتل کا حکم دینے پر وہ کفر میں جا چکا تھا۔ تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل، قتل کا حکم دینے والے، اس کے جواز کے قائل اور اس پر خوش ہونے والے تمام پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ "یزید" امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے خوش تھا۔ اور یہ سب کچھ اس کی رضامندی سے ہوا۔ شہادت حسین پر خوش ہونا اور اہل بیت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب ایسے افعال ہیں۔ کہ جو اس یزید سے تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگرچہ ان واقعات کی تفاصیل خبر احاد کے ضمن میں آتی ہیں۔ تو ہم ان تصریحات اور واضح اسباب لعنت کے ہوتے ہوئے اس کے بارے میں توقف کیوں روا رکھیں۔ بلکہ ہم تو اس کے ایمان میں بھی توقف نہیں کرتے۔ (یعنی اُسے کافر سمجھتے ہیں) اللہ رب العزت کی لعنت ہو۔ اس پر، اس کے معاونین و ناصرین پر خدا کی پھٹکار ہو۔ اس کے علاوہ جو حضرات لعنت کرنے سے احتراز فرماتے ہیں۔

وہ بھی اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی شخص اور اہل قبلہ پر لعنت سے منع فرمایا ہے۔

شرح فقہ اکبر:۔

قَالَ ابْنُ هُمَامٍ وَاخْتُلِفَ فِيْ اِكْفَارِ يَزِيْدَ قِيْلَ نَعَمْ يَعْنِيْ لِمَا رُوِيَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى كُفْرِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ الْخَمْرِ وَمِنْ تَفَوُّهِهٖ بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ اَصْحَابِهٖ اِنِّيْ جَازَيْتُهُمْ بِمَا فَعَلُوْا بِاَشْيَاخِ وَصَنَادِيْدِهِمْ فِيْ بَدْرٍ وَاَمْثَالِ ذٰلِكَ وَلَعَلَّهٗ وَجْهُهٗ مَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بِتَكْفِيْرِهٖ لَمَّا ثَبَتَ عِنْدَهٗ نَقْلُ تَقْرِيْرِهٖ ۔

(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۸۸ مطبوعہ آفتاب ہند طبع قدیم)

ترجمہ:

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا وہ واقعی کافر ہے۔ کیونکہ اس سے کچھ ایسی باتوں کی روایات موجود ہیں۔ جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال سمجھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے۔ بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے وہ بدلہ لیا ہے۔ جو ان کے بڑوں نے بدر وغیرہ میں ہمارے بڑوں سے کیا تھا۔ اس قسم کی اور بہت سی کفریہ

باتیں اس سے منقول ہیں۔ شاید امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو یزید کو کافر کہا اس کی وجہ یہی ہو۔ کہ امام احمد کے نزدیک ان کفریہ باتوں کی تصدیق ہو چکی ہو۔

نبراس:۔

وَبعضُهُمْ اَطلَقَ اللَّعنَ عَلَيهِ مِنهُمْ ابْنُ الجَوزِيِ المُحَدِّثُ وَصَنَّفَ كِتَابًا سَمَّاهُ "الرَّدَّ عَلَى المُتَعَصِّبِ العَنِيدِ المَانِعِ عَنْ ذَمِّ يَزِيدِ" وَ مِنهُمْ الاِمَامُ اَحمَدُ بنُ حَنبَلٍ مُستَدِلًّا بِقَولِهِ تَعَالَى فَهَلْ عَسَيتُمْ اِنْ تَوَلَّيتُمْ اَنْ تُفسِدُوا فِي الاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرحَامَكُمْ اُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ وَمِنهُمْ القَاضِي اَبُو يَعلىٰ مُستَدِلًّا بِقَولِهِ عَلَيهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَخَافَ اَهلَ المَدِينَةِ اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيهِ لَعنَةُ اللّٰهِ وَالمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجمَعِينَ۔ (نبراس شرح عقائد ص نمبر ۵۵۲ مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور)

ترجمہ:۔

جن علماء نے یزید پر لعنت کو درست قرار دیا۔ ان میں سے ایک محدث ابن الجوزی بھی ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام "الرد علی المتعصب، العنید المانع عن ذم یزید" رکھا۔ اور ان علمائے کرام میں سے جناب امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔ ان حضرات

کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ فھل عسیتم ان تولیتم الخ۔ اور اوران حضرات میں سے قاضی ابویعلی بھی ہیں جن کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث پاک ہے۔ من اخاف اھل المدینہ الخ۔

صواعق محرقہ

ثُمَّ رَوٰی ابْنُ الْجَوْزِیِّ عَنِ الْقَاضِیْ اَبِیْ یَعْلٰی الْفَرَّاءِ اَنَّهٗ رَوٰی فِیْ کِتَابِهِ الْمُعْتَمَدِ فِی الْاُصُوْلِ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰی صَالِحِ بْنِ اَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اِنَّ قَوْمًا یَنْسُبُوْنَنَا اِلٰی تَوَلِّیْ یَزِیْدَ فَقَالَ یَا بُنَیَّ وَهَلْ یَتَوَلّٰی یَزِیْدَ اَحَدٌ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلِمَ لَا یُلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ فَقُلْتُ وَاَیْنَ لَعَنَ اللّٰهُ یَزِیْدَ فِیْ کِتَابِهٖ فَقَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ فَهَلْ یَکُوْنُ فَسَادًا اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا الْقَتْلِ۔

(صواعق محرقہ تصنیف ابن حجر مکی صـ۲۲۲ مطبوعہ مصر تذکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: امام ابن الجوزی نے قاضی ابویعلی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ انہوں

نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول"، میں جناب صالح بن احمد بن حنبل کی سند سے روایت کی ہے۔ کہ جناب صالح نے اپنے والد حضرت احمد بن حنبل سے پوچھا۔ کہ لوگ ہمیں یزید کا دوست کہتے ہیں۔ تو امام موصوف نے فرمایا۔ بیٹا! کیا کوئی اللہ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی لگا سکتا ہے؟ ہم اس شخص پر لعنت کیوں نہ بھیجیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے۔ صالح کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے یزید پر اپنی کتاب میں کہاں لعنت ذکر کی۔ فرمایا۔ اس قول میں فهل عسيتم ان توليتم الخ کیا قتل حسین سے بڑھ کر کوئی اور فساد ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ترجمہ یہ ہے۔

کیا تم سے یہی امید ہے۔ کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے۔ تو تم زمین میں فساد پھیلاتے پھرو گے۔ اور باہمی رحم کا رشتہ کاٹتے پھرو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

البداية والنهاية:۔

وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ یَزِیْدَ کَانَ قَدِ اشْتَهَرَ بِالْمَعَازِفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَاءِ وَالصَّیْدِ وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِیَانِ وَالْکِلَابِ وَالنِّطَاحِ بَیْنَ الْکِبَاشِ وَالدِّبَابِ وَالْقُرُوْدِ وَمَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُصْبِحُ

فِيْهِ مَخْمُوْرًا وَ كَانَ يَشُدُّ الْقِرْدَ عَلٰى فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ بِحِبَالٍ وَ يَسُوْقُ بِهٖ وَ يُلْبِسُ الْقِرْدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَ كَذٰلِكَ الْغِلْمَانِ وَ كَانَ يُسَابِقُ بَيْنَ الْخَيْلِ وَ كَانَ اِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ عَلَيْهِ وَ قِيْلَ اِنَّ سَبَبَ مَوْتِهٖ اَنَّهٗ حَمَلَ قِرْدَةً وَ جَعَلَ يَنْقُزُهَا فَعَضَّتْهُ وَ ذَكَرُوْا عَنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذٰلِكَ ۔

(البدایہ والنہایہ تصنیف حافظ ابن کثیر جلد ۸ ص ۲۳۵ تذکرہ یزید بن معاویہ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: تحقیق کے ساتھ روایت کیا گیا کہ یزید آلاتِ لہو و لعب کا بڑا شوقین تھا۔ شراب کا عادی تھا اور گانے بجانے سے متعارف تھا۔ شکار کھیلنے، بے ریش چھوکروں کو رکھنے، چھینے بجانے، کتے پالنے سینگوں والے دنبوں کو باہم لڑانے، ریچھ اور بندروں کی لڑائی دیکھنے اور کرانے میں مشہور تھا۔ اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا۔ جس دن وہ شراب میں دھت نہ ہوتا۔ اور بندروں کو گھوڑوں پر باندھ کر دوڑاتا تھا۔ بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ یونہی چھوکروں کو بھی سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھڑ دوڑ کا عادی تھا۔ جب کبھی کوئی بندر مر جاتا۔ بڑا غم زدہ ہوتا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ یزید کی موت کا سبب یہ تھا کہ ایک بندر کو اٹھا کر اس سے شرارتیں

کررہا تھا۔ کہ اس یزید نے اُسے کاٹ ڈالا۔ اس کے علاوہ اور بھی اس کی بُری عادات بیان کی گئی ہیں۔

واللہ اعلم

شرح عقائد:۔

وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهُ بِذٰلِكَ وَاِهَانَةَ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادًا فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَانِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

ترجمہ:۔

اور حق یہی ہے۔ کہ یزید کا قتلِ حسین میں رضامندی کا اظہار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ بیت کی بے عزتی ایسی باتیں ہیں۔ جو مفہوم اور معنی کے طور پر متواتر ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاصیل خبرِ واحد کے ذریعہ مذکور ہیں۔ تو اس تواترِ معنوی کی بنا پر ہم یزید (پر لعنت کے بارے میں) توقف نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیں۔ تو اس کے ایمان کے نہ ہونے میں بھی توقف نہیں۔ اللہ کی لعنت اس پر، اور اس کے معاونین و ناصرین پر

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بیان

سوال:-

یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے۔ تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے۔؟

جواب:-

اس حکم میں کہ یزید پر لعنت کرنا چاہیئے یا نہیں توقف اس وجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارے میں شہادت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے یزید پلید راضی ہوا۔ اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا۔ اور اس نے اہل بیت اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا۔ چنانچہ احمد ابن حنبل اور کیا ہراسی جو فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے۔ اور بعضے روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام

غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہوئے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علماء پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے سالیۃ شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت امام حسین علیہ السلام پر راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لیے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علماء سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پر لعن کرنا جائز ہے۔

(فتاوی عزیزی اردو جلد ۱ ص ۲۵۲)

نوٹ:۔

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے یہ لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے۔ کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کے ساتھ اور کمال عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے۔

(فتاوی عزیزی اردو جلد ۱ ص ۲۴۲)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

مکتوبات شریف:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کراسخن است
کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند بعضے از علماء،
اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ کہ از وے راضی اند بلکہ
رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔

(مکتوبات شریف ص ۵۴)

ترجمہ:

یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں اس کی بدبختی
میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کئے ہیں کوئی کافر
فرنگ بھی نہ کرے گا بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں
توقف کرتے ہیں۔ وہ اس سبب نہیں کہ وہ اس سے راضی
ہیں۔ بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہے۔

نوٹ:

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

مکتوب شریف:

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است توقف در لعنت او بنا
بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد

تجویز لعنت نکردہ اند مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی و امراتہ نہ آنکہ او شایاں لعنت نیست اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (مکتوب شریف جلد اص ۲۵۱)

ترجمہ:

یزید بدبخت زمرۂ فاسقین سے ہے اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقررہ قاعدہ کی بنا پر ہے کہ انہوں نے شخص معین پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں کہا مگر جبکہ یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا بیان

تکمیل الایمان:-

بعضے در یزید شقی نیز توقف کنند و بعضے براہ غلو و افراط در شان وے و موالات وے روند و گویند کہ وے بعد از آں کہ باتفاق مسلمانان امیر شد اطاعت وے بر امام حسین واجب شد۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْقَوْلِ وَمِنْ ھٰذَا الْاِعْتِقَادِ

حاشا کہ باوجود امام حسین امام وامیر شود واتفاق مسلمانان بروے کے شد وجمعی صحابہ کرام کہ درزمان یزید پلید بودند او لاد اصحاب ہم منکر و خارج از اطاعت وے بودند نعم جماعتی از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کرہا وجبراً رفتند واو جائز ہائے سنی فائدہ ہائے ھنی نزد ایشاں نہاد بعد ازآنکہ حال قباحت مآل اورا دیدند بمدینہ باز آمدند وخلع بیعت وے کردند وگفتند کہ عدو اللہ وشارب الخمر وتارک الصلوٰۃ وزانی وفاسق ومستحل محارم است وبعضے دیگر گویند کہ امر بقتل انحضرت نکردہ وبران راضی نہ بودہ وبعداز قتل وے واہل بیت وے رضوان اللہ علیہم مسرور ومستبشر نشدہ ایں سخن مردود وباطل است چہ عداوت آں بے سعادت باہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واستبشار وے بقتل ایشاں واذلال واہانت اومر ایشاں را بدرجہ تواتر معنوی رسیدہ است وانکار آں تکلف ومکابرہ است وبعضے گویند کہ قتل امام گناہ کبیرہ است چہ قتل مومن یا مومنہ بناحق کبیرہ است نہ کفر ولعنت مخصوص بہ کافراں است ولیت شعری کہ ارباب ایں اقادیل بہ احادیث نبوی کہ ناطق اند بآنکہ بغض وایذاء واہانت فاطمہ واولاد وے موجب بغض وعداوت واہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم چہ میگویند وآں سبب کفر وموجب لعن وخلود نار جہنم است بلا شک وریب۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا وبعضے دیگر گویند کہ خاتمت وے معلوم نیست شاید بعد از ارتکاب آں کفر ومعصیت توبہ کردہ باشد و در نفس آخر توبہ

رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی در احیاء العلوم باین حکایت است
و بعضے از علماء سلف و اعلام امت مثل امام احمد حنبل و امثال او بروے
لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ بکمال شدت و تعصب در حفظ سنت
و شریعت دارد در کتاب خود لعن وے از سلف نقل کردہ و
بعضے منع کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ و بالجملہ وے مبغوض ترین
مردم است نزد ما و کارہائیکہ آں بے سعادت دریں امت
کردہ ہیچ کس نکردہ و بعد از قتل امام حسین و اہانت اہل بیت لشکر بہ
تخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آں فرستادہ و بقیہ از اصحاب و
تابعین را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ منورہ امر بہ انہدام حرم
مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن زبیر کردہ و ہم در اثنائے ایں حالت
از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او را خدا و ند تعالیٰ داند و دل ہائے
ما را و تمام مسلمان ہا را از محبت و موالات وے و اعوان و
انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوت بد بودہ و بد اندیشہ شدہ
و حق ایشاں پائمال کردہ و با ایشاں براہ محبت و صدق عقیدت
نیست و نبودہ نگاہ دارد و ما را و دوستاں ما را در زمرہ محبان
ایشاں محشور گرداند و در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشاں بدارد
بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ وَھُوَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ اٰمِیْن۔

(تکمیل الایمان ص ۹۷)

ترجمہ:

بعض علماء یزید بدبخت کے بارے میں (لعنت کرنے میں)
توقف کرتے ہیں اور بعض لوگ تو براہ غلو و افراط یزید کے معاملے

میں اور اس کی دوستی میں اس قدر بہہ گئے ہیں۔ کہ کہتے ہیں وہ مسلمانوں کے اتفاق
سے امیر ہوا تھا اور اس کی اطاعت امام حسینؑ پر واجب تھی ہم اس
قول اور اس اعتقاد سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حاشا کہ وہ یزید امام حسینؑ
کے ہوتے ہوئے کیوں کر امام و امیر ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا
اتفاق بھی اس پر کب ہوا صحابہ کرام اور تابعین جو اس کے زمانے
میں تھے سب اس کے منکر اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔
مدینہ منورہ سے ایک جماعت جبراً و کرہاً اس کے پاس شام میں گئی
تھی اس نے ان کی بہت آؤ بھگت اور خاطر مدارت کی اور ان کو
تحفے تحائف دیئے لیکن جب انہوں نے اس کے بدترین
کارناموں اور اس کے خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں واپس آکر
اس کی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ (یزید) اللہ کا دشمن شرابی
تارک الصلوٰۃ زانی فاسق اور حرام رشتوں کا حلال کرنے والا ہے
اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس ایذیانے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا
اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل
سے خوش و مسرور ہوا۔ یہ بات بھی مردود اور باطل ہے اس لیے
کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا
اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر
درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ
کا جھگڑا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے اس
لیے کہ نفس مومن و مومنہ کا قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت
کافروں کے ساتھ مخصوص ہے ایسی باتیں بنانے والوں پر افسوس

ہے کہ وہ صریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر نہیں رکھتے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو پہنچایا اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو پہچانا اور ان کی توہین کرنا حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہچانا اور آپ کی توہین کرنا ہے۔ اور یہ بلاشک و شبہ موجب کفر و لعنت و خلود نار جہنم ہے اللہ کا فرمان ہے۔ کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے واسطے دردناک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ شاید اس ارتکاب کفر و معیت کے بعد اس نے توبہ کرلی ہو۔ اور خاتمہ اس کا توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض علماء سلف و اکابرین امت مثلاً امام احمد ابن حنبل اور ان جیسے دوسرے جلیل القدر ائمہ کرام نے جو ابن جوزی کہ حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صالحین سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ اور بعض توقف کرتے ہیں۔

الحاصل ہمارے نزدیک یزید سب سے زیادہ مبغوض ہے اس شقی نے اس امت میں وہ کام لیے کہ کسی اور نے نہیں کیے (مثلاً) امام حسینؑ کے قتل اور اہل بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لیئے لشکر کا بھیجنا اور صحابہ و تابعین

کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرم مکہ کو ڈھانے کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مرگیا تو ایسے حال میں اس کی توبہ و رجوع کا احتمال خدا ہی جان سکتا ہے حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر وہ شخص جس نے اہل بیت نبوت سے برائی کی ہو اور ان کا برا چاہا ہو اور ان کا حق پامال کیا ہو اور ان سے سچی محبت و عقیدت کی راہ نہ چلا ہو کی محبت سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہل بیت نبوت کے سچے محبوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دین اسلام اور ان کے طریقہ پر رکھے۔ وَهُوَ قَرِيبٌ وَّمُجِيبٌ آمین۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ کا بیان

تفسیر مظہری:-

ثم كفر يزيد ومن معه بما انعم الله عليهم وانتصبوا العداوة آل النبي صلى الله عليه وسلم وقتلوا حسينا رضي الله عنه ظلما وكفر يزيد بدين محمد صلى الله عليه وسلم حتى انشد ابياتا حين قتل حسينا رضي الله عنه مضمونها اين اشياخي ينظرون انتقامي بآل محمد وبني

هاشم وآخر الابيات. ولست من جندب
ان لم انتقم من بني احمد ما كان فعل
وايضًا احل الخمر وقال. مدام كنز في اناء
كفضة وساق وكيد مع مدام كنجم و
شمسه كرم برجها قعرها ومشرقها الساقي
ومغربها في فان حرمت يوما على دين احمد
فخذها على دين المسيح ابن مريم

(تفسیر مظہری ص ۲۱ جلد ۵)

ترجمہ:

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت کا کفر کیا جو اللہ نے ان پر کی تھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی عداوت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور یزید نے دین محمد کے ساتھ کفر کیا۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت یہ اشعار کہے۔ کہاں ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھ لیں۔ آل محمد اور بنی ہاشم سے اور آخری شعر یہ ہے۔ میں جندب کی اولاد میں سے نہیں ہوں گا اگر میں احمد کی اولاد سے بدلہ نہ لوں جو کچھ انہوں نے کیا نیز اس نے شراب کو حلال کیا۔ اور شراب کے بارے میں اس کے یہ اشعار ہیں۔ شراب کا خزانہ ایسے برتن میں ہے۔ جو کہ مثل چاندی کے ہے اور انگور کی شاخ انگوروں کے ساتھ لدی ہوتی ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے اس آفتاب شراب کا

مشرق ساقی کا ہاتھ ہے اور شراب کے غروب ہونے کی جگہ میرا منہ ہے۔ پس اگر یہ شراب دین احمد میں کبھی حرام ہوئی ہے تو اے مخاطب تو اس کو مسیح ابن مریم کے دین پر لے یعنی حلال سمجھ۔

نوٹ:

اور یہی قاضی صاحب اپنی مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

مکتوبات:

غرضیکہ کفر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن کفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی آنست واللہ اعلم

(مکتوبات ص ۲۰۲)

ترجمہ:-

غرضیکہ یزید کا کفر معتبر روایت سے ثابت ہے پس وہ مستحق لعنت ہے۔ اگرچہ لعنت کرنے میں فائدہ نہیں لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اس کا مقتضی ہے۔

صحابی رسول غسیلِ ملائکہ حضرت حنظلہ کے بیٹے

عبد اللہ ابن حنظلہ کا بیان

الطبقات الکبریٰ:

لَمَّا وَثَبَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ فَاَخْرَجُوْا بَنِيْ اُمَيَّةَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ وَاَظْهَرُوْا عَيْبَ يَزِيْدَ ابْنِ مُعَاوِيَةَ وَخِلَافَهُ وَاَجْمَعُوْا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَاَسْنَدُوْا اَمْرَهُمْ اِلَيْهِ فَبَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ وَقَالَ يَا قَوْمِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فَوَاللّٰهِ مَا خَرَجْنَا عَلٰى يَزِيْدَ حَتّٰى خِفْنَا اَنْ نُرْمٰى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ اِنَّهُ رَجُلٌ يَنْكِحُ الْاُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْاَخَوَاتِ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ وَاللّٰهِ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَعِيَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ لَاَبْلَيْتُ لِلّٰهِ فِيْهِ بَلَاءً حَسَنًا فَتَوَاثَبَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يُبَايِعُوْنَ مِنْ كُلِّ النَّوَاحِيْ وَمَا كَانَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ تِلْكَ اللَّيَالِيْ

مَبِيْتُهٗ اِلَّا الْمَسْجِدُ۔

(الطبقات الکبریٰ جلد نمبر ۵ ص ۶۶
ذکر عبداللہ ابن حنظلہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حرہ کی راتوں میں یزید کے خلاف اہل مدینہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بنو امیہ کو مدینہ سے نکال دیا۔ یزید ابن معاویہ کے عیوب پر طعن شروع کر دیا۔ اور تمام نے عبداللہ ابن حنظلہ کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اپنے تمام معاملے اس کے سپرد کر دیئے۔ چنانچہ عبداللہ ابن حنظلہ نے ان سے موت پر بیعت لی اور فرمایا اے قوم! اس اللہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں اللہ کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہیں کیا۔ تا آنکہ ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ ہم پر پتھروں کے ساتھ بارش کی جائے گی۔ اور بے شک یزید ایک ایسا آدمی ہے۔ جو بہنوں بیٹیوں اور ماؤں کے ساتھ زنا کرتا ہے شراب پیتا ہے۔ اور نماز نہیں پڑھتا، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرا کسی نے بھی ساتھ نہ دیا تو میں اللہ کے نام پر اکیلا ہی یزید کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لہذا ہر طرف سے لوگ اٹھے اور انہوں نے عبداللہ ابن حنظلہ کی بیعت کی اور ان راتوں میں عبداللہ ابن حنظلہ جنگی مصروفیات کی وجہ سے مسجد میں ہی رات گزارتے۔

نوٹ:۔

اہل مدینہ نے یزید کے لشکر کے ساتھ لڑائی کی اور صحابہ تابعین وغیرہ

کثرت سے شہید ہوئے اور عبد اللہ ابن حنظلہ بھی شہید ہو گئے لشکر یزید کو فتح ہوئی اور امیر لشکر مسلم ابن عقبہ نے یزید کے حکم سے مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا۔ اور ان دنوں میں سیکڑوں کی تعداد میں ناجائز حمل ٹھہرے اور تین دن تک مسجد نبوی میں جماعت نہ ہوئی اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اس قسم کے مظالم یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں کیے گئے جن کی تفصیل دوسری کتب کے حوالہ سے اسی بحث میں آپ پڑھ لیں گے۔ یاد رکھنے کی یہاں یہ بات ہے کہ اہل مدینہ نے جس انسان کو اپنا سپہ سالار بنایا تھا اس کا نام تھا عبد اللہ ابن حنظلہ سے وہ اس واقعہ حرہ میں شہید ہوا۔ اس کا نیک انجام اسی جگہ طبقات ابن سعد میں یوں موجود ہے۔

الطبقات الکبریٰ:-

حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ ابْنُ کِنَانَہ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ سُفْیَانِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ رَاَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ حَنْظَلَۃَ بَعْدَ مَقْتَلِہٖ فِی النَّوْمِ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ مَعَہٗ لِوَاؤُہٗ فَقُلْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا قُتِلْتَ قَالَ بَلٰی وَلَقِیْتُ رَبِّیْ فَاَدْخَلَنِی الْجَنَّۃَ فَاَنَا اَسْرَحُ فِیْ ثِمَارِہَا حَیْثُ شِئْتُ فَقُلْتُ اَصْحَابُکَ مَا صُنِعَ بِہِمْ قَالَ هُمْ مَعِیْ حَوْلَ لِوَائِیْ هٰذَا الَّذِیْ تَرٰی لَمْ یُحَلَّ عَقْدُہٗ حَتَّی السَّاعَۃَ قَالَ فَفَزَعْتُ مِنَ النَّوْمِ فَرَاَیْتُ اَنَّہٗ خَیْرٌ رَاَیْتُہٗ لَہٗ۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۵ ص ۴۸ ذکر عبد اللہ ابن حنظلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سلیمان ابن کنانہ عبداللہ ابن ابی سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن سفیان نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتا کہ میں نے عبداللہ ابن حنظلہ کو ان کے شہید ہونے کے بعد بہت اچھی صورت میں خواب میں دیکھا اور ان کے پاس جھنڈا تھا تو میں نے کہا کہ اے ابا عبدالرحمٰن کیا تو قتل نہیں ہو چکا اس نے کہا ہاں لیکن میں نے اپنے رب کی ملاقات کی اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا میں اس کے پھل دار درختوں میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں تو پھر میں نے عبداللہ ابن حنظلہ سے سوال کیا کہ تمہارے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہوا عبداللہ ابن حنظلہ نے جواب دیا کہ وہ سب میرے ساتھ ہیں یہ تو جھنڈا دیکھ رہا ہے اس کے ارد گرد ہیں اور یہ ایسا جھنڈا ہے کہ جو ابھی تک کھولا نہیں گیا۔ راوی کہتا ہے میں خواب سے اٹھا تو میں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ عبداللہ کے لیے بہت اچھا ہے۔

لمحہ فکریہ:

طبقات ابن سعد کی مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ یزید ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو چکا تھا جیسے اپنی ماں بیٹوں بہنوں سے زنا کرنا نماز نہ پڑھنا اور شراب پینا یہ وہ افعال ہیں کہ جن کی وجہ سے صحابہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو اور پھر جن لوگوں نے حنظلہ وغیرہ

کا ساتھ دیتے ہوئے یزید کی بیعت توڑی اور پھر لشکر یزید کے ہاتھوں شہید ہوئے ان کا انجام جو ابھی آپ پڑھ چکے ہیں ان کو بعض نے جنت میں چلتے پھرتے دیکھا یہ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ یزید واقعی انہیں کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے کہ جن کی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی اور اس کے ساتھ لڑائی کی اور شہید ہو کر جنت میں پہنچ گئے۔ اور اگر یہ لوگ خطا پر ہوتے اور گناہگار ہوتے اور خلیفہ وقت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے باغی اور واجب القتل ہوتے تو ان کو لوگ خواب میں جنت میں نہ دیکھتے۔ جس کا واضح معنیٰ یہ ہے کہ یزید میں ایسے برے اور قبیح افعال موجود تھے جس کی وجہ سے اس کا مقابلہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ عطا فرمائی۔

✿

کردار یزید کے متعلق دیوبندی اور اہلحدیث علماء کے بیانات

امیر نواب صدیق حسن خان اہلحدیث بھوپالی کا بیان

بغیۃ الرائد:۔

بعضے در لعنت بر یزید شقی نیز توقف کنند و ہمچنیں در بارہ حجاج دگویند کہ آنحضرت از لعن مصلیان و اہل قبلہ نہی کردہ و ایں معنی در چند احادیث وارد شدہ و لعن آنحضرت بر بعض اہل قبلہ از آں جہت است کہ آنچہ وے را از احوال ناس معلوم بود غیر او را معلوم نیست۔ و بعضے براہ غلو و افراط در شان وے روند و گویند امارت او باتفاق مسلمانان شد و طاعت وی بر امام حسین رضی اللہ عنہ واجب بود و بخدا پناہ ازیں قول و اعتقاد کہ باوجود امام حسین امام و امیر شود و اتفاق مسلمانان کجا است جمعی از صحابہ و اولاد ایشاں کہ در زمان آں پلید بودند انکار حق گردند و از طاعت او بیروں رفتند و بعضی از اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع بیعت کردند۔ و وے تارک صلوٰۃ و شارب خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم بود۔ و بعضے بر وے اطلاق لعن کردہ مثل امام احمد و امثال ایشاں و ابن جوزی

لعن وی از سلف نمودہ زیرا کہ وی وقت امر بقتل حسین کافر شد وکسیکہ قتل وی کرد یا امر بداں نمود بر جواز لعن وے اتفاق کردہ اند۔ تفتازانی گفتہ حق آنست کہ رضای وی بقتل حسین واستبشار وی بداں واہانت نمودن اہل بیت متواتر المعنی است اگرچہ تفاصیلش آحاد باشد۔ فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔ و بالجملہ وی مبغوض ترین مردم است نزد اکثر مردم وکارہائے کہ آں بے سعادت دریں امت کردہ از دست ہیچ کس ہرگز نیاید بعد قتل امام حسین لشکر بتخریب مدینہ منورہ فرستاد وبقیہ صحابہ و تابعین را امر بقتل کرد و بالحاد در حرم مکہ وقتل عبداللہ بن الزبیر اشارت نمودہ وہمدریں حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ در رجوع او کجا است۔

دلبغیۃ الرائد من شرح شرح العقائد

ص ۹۸)

ترجمہ:۔

تھوڑے لوگ یزید کے لعنتی ہونے میں گھبراتے ہیں اور اسی طرح حجاج کے بارے میں بھی اور وہی تھوڑے کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے پر لعنت کرنے والوں سے منع فرمایا ہے کچھ حدیثوں میں بھی یہی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے جملہ حالات سے بخوبی واقف اور عالم ہیں آپ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور کچھ لوگ حد سے بڑھ کر زیادتی کا شکار ہوتے ہوئے یزید کی شان کے قائل ہوئے

یزید مسلمانوں کا متفقہ امیر و سردار
تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یزید کی تابعداری ضروری و
لازمی تھی اس نامعقول قول اور غلط اعتقاد سے خدا کی پناہ کہ نبی پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے یزید امیر و امام بنے اور یزید کی امارت
پر مسلمانوں کا اتفاق کب تھا سارے صحابہ اور ان کی اولاد جو اس یزید
پلید کے زمانہ میں تھے اس کے امیر ہونے سے انکار کرتے تھے
اور اس کی اطاعت و تابعداری نہیں کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے بے خبر
لوگوں کو جب یزید کے کردار کا علم ہوا تو انہوں نے بھی یزید کی بیعت
توڑ ڈالی۔ اور وہ یزید بے نمازی شرابی زانی بدکار اور محرمات
کو حلال سمجھنے والا تھا یعنی ماں بہن بیٹی دادی نانی پھوپھی اور خالہ
وغیرہ کے ساتھ نکاح و ہمبستری کو جائز سمجھتا تھا۔ اور بعض ائمہ نے
یزید پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے
دوسرے لوگوں نے بھی اور علامہ ابن جوزی نے بزرگوں سے یزید
کا لعنتی ہونا نقل کیا ہے حق بھی یہی ہے کہ یزید نے جب امام حسین
کے قتل کا حکم دیا تو اس وقت کافر ہوا۔ اور جس نے بھی آپ کو شہید کیا
یا جس نے اس کا حکم دیا سارے مسلمان اس کو لعنتی سمجھتے ہیں علامہ تفتازانی
فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یزید امام حسین کے شہید ہو جانے اور اس
پر خوشی منانے اور اہل بیت کے ذلیل ہو جانے سے راضی تھا۔
اخبار اس بارے میں آحاد ہیں تو کیا ہوا متواتر المعنی ہونا کافی ہے
اس لیے ہم اس کے صحابی کے بیٹے ہونے کو نہیں دیکھیں گے۔ بلکہ
اس کو بے ایمان کہیں گے۔ یزید پلید پر خدا کی لعنت اور اس کے

سنگیوں ساتھیوں سب پر خدا کی لعنت برسے۔

اس ساری گفتگو کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ یزید اکثر مسلمانوں کے نزدیک سب بروں سے بہت برا اور قابل نفرت ہے۔ اس لیے کہ اس بدبخت نے وہ کام کیا جو آج تک کسی سے سرزد نہیں ہوا امام حسین علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد یزید نے ایک لشکر مدینہ منورہ کی طرف مدینہ کو اجاڑنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ میں رہنے والے صحابہ اور تابعین کو شہید کر دیا جائے اور یزید نے اپنی بے دینی کی وجہ سے حرم مکہ کو اجاڑنے اور عبداللہ ابن زبیر کو شہید کرنے کا حکم بھی دیا جب یزیدی لشکر مکہ مکرمہ کو اجاڑ رہا تھا تو یزید دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھا ایسی حالت میں یزید کا خاتمہ خراب ہوا کہ اس کو توبہ اور اپنی غلطی سے رجوع کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی دیوبندی کا بیان

مجموعۃ الفتاویٰ:۔

بعضے در شان وے براہ افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق مسلمانان امیر شد اطاعتش بر امام حسینؓ واجب شد و ندانستند کہ وے باوجود امام حسین امیر شود اتفاق مسلمانان کے شد جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بودند و بعضے کہ حلقہ اطاعت او بگردن انداختند چوں حال او از شرب خمر و ترک صلوۃ و زنا و استحلال محارم معاینہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند و خلع

بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتل امام حسین نکردہ و نہ بداں
راضی بود ونہ بعد از قتل وے و اہل بیت وے مستبشر شد وایں
سخن نیز باطل است قَالَ الْعَلَّامَةُ التَّفْتَازَانِيُّ فِيْ
شَرْحِ الْعَقَائِدِ النَّسَفِيَّةِ وَالْحَقُّ الخ و بعضے دیگر گویند
کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص بکفار است و
نازم بر فطانت ایشاں ندانستند کہ کفر یک طرف خود ایذائے
رسول الثقلین چہ ثمرہ می دارد قال اللہ تعالیٰ ان الذین
یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا
والاخرة واعد لھم عذابا مھینا۔ و بعضے
دیگر گویند کہ خاتمہ وے معلوم نیست شاید کہ وے بعد از ارتکاب
ایں کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و نفس اخیر وے بر توبہ رفتہ
باشد و میل امام غزالی در احیاء العلوم بایں طرف است و مخفی نباد کہ
احتمال توبہ و رجوع از معاصی احتمالے است وا لا آں بے سعادت
آنچہ دریں امت کردہ ہیچکس نہ کردہ باشد بعد از قتل امام حسین و
اہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آں فرستاد
و در واقعہ حرہ تا سہ روز مسجد نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد لشکر
کشی بحرم مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبداللہ بن زبیر دریں معرکہ در عین
حرم مکہ واقع شد و ہمچو مشاغل شغلے می داشت کہ مرد ایں جہاں
را پاک کرد و پسر شں معاویہ بر سر منبر زشتی حال پدر خود بیان کرد واللہ
اعلم بما فی الضمائر و بعضے بیباکانہ بلعن آں شقی تجویز می سازند از سلف و
اعلام امت امام احمد بن حنبل و امثال ایشاں بر وے لعنت کردہ اند

وابن جوزی کہ کمال عصبیت در حفظ سنت و شریعت می دارد در کتاب خود لعن ویرا از سلف منقول کردہ وعلامہ تفتازانی بکمال جوش و خروش بروے و براعوان و انصار وے لعنت کردہ اند۔ و بعضے توقف کردہ اند و براہ سکوت رفتہ اند و مسلک اسلم آنست کہ آں شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بہ کفار گشتہ زبان خود را آلودہ نہ باید کرد در کف لسان از لعن ابلیس لعین باوجود منصوصیت کفرش ہم ہیچ خطر نیست فضلا عن یزید البلید۔

(مجموعۃ الفتاوی جلد ۱ ص ۵۸)

ترجمہ:۔

بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہ افراط و دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے امیر مقرر ہوا تھا لہذا اس کی اطاعت امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے امیر ہو سکتا تھا۔ اور اس کی امارات پر مسلمانوں کا کب اتفاق ہوا تھا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج تھی اور کچھ لوگ جنہوں نے اس کی اطاعت قبول کی جب انہوں نے اس کے شراب پینے اور تارک الصلوٰۃ ہونے اور زناکار ہونے اور محارم کا حلال کرنے والا ہونے کا معائنہ کیا۔ تو مدینہ منورہ واپس آکر خلع بیعت کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے امام حسینؓ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا یہ سخن بھی باطل

ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں (وہاں سے ملاحظہ فرمائیں) اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص بکفار ہے۔ ایسے لوگوں کی فطانت پر افسوس ان کو یہ معلوم نہیں کہ کفر تو دوسری چیز ہے خود ایذائے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا نتیجہ و ثمرہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمے کا حال معلوم نہیں شاید اس نے کفر و معصیت کے بعد توبہ کر لی ہو اور اس کی آخری سانس توبہ پر نکلی ہو اور امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف خیال ہے۔ اور مخفی نہ رہے کہ توبہ اور رجوع کا صرف احتمال ہی احتمال ہے۔ ورنہ اس بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ امام حسین کے قتل کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور اس واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی اور اس کے بعد اس لشکر نے حرم مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین حرم کے اندر عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے اسی قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اس کے برے احوال بیان کیے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض کھلم کھلا اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت

سے امام احمد بن حنبل اور ان کی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی نے جو حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقف کیا ہے اور سکوت کی راہ اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترحم کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ ابلیس لعین سے باوجود اس کے کہ اس کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ فضلاً عن یزید البلید۔

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی کا بیان

امداد الفتاوی:

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ناجائز سمجھا اور گو کراہ (مجبوری) میں انقیاد حکم ماننا، جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق (یعنی حق پر عمل پیرا) ہونے کے سبب یہ (امام رضی اللہ عنہ) مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں پس ہم اسی بنائے مظلومیت پران (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا۔ خصوص جبکہ حضرت امام (رضی اللہ عنہ) آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوص (یزید جیسے) نااہل کو اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے

(امداد الفتاوی جلد ۴ ص ۵۴)

مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی بانی دیوبند کا بیان

مکتوبات

بالجملہ بر اصول اہل سنت حال یزید بہ نسبت سابق متبدل شد نزد بعض کافر شد و نزد بعض کفر او متحقق نگشت اسلام سابق مخلوط بفسق لاحق شد اگر حضرت امام کافر پنداشتند در خروج بر وجہ خطا کردند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ را ہمیں خاطر پسند افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسی نزدیک بعض متحقق شود و نزد دیگراں نشود ہمچنیں خروج برو در حق ایں و آں مختلف خواہد بود اتفاق در تکفیر و تفسیق و تعدیل و تجریح کسے از ضروریات دینی یا از بدیہات عقلی نیست۔

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ا ص ۲۵۸)

ترجمہ:۔

یعنی حاصل یہ ہے کہ اہل سنت کے اصول پر یزید کی پہلی حالت تبدیل ہو گئی تھی بعض کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا۔ اور بعض کے نزدیک اس کا کفر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا سابقہ اسلام بھی فسق کے ساتھ مل جل گیا حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں (یعنی تلوار اٹھانے میں) کوئی غلطی نہیں کی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی یزید کے کفر والی بات پسند آئی تو انہوں نے اس کو کافر کہا ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت

ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو (تو جس کو کافر ہونا معلوم ہو جائے تو اس کو تلوار اٹھانا ضروری ہے) اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف ہو جائے گا۔ (یعنی جو کفر جانیں لڑیں اور جو نہ جانیں نہ لڑیں) اور تکفیر تفسیق اور تجریح وغیرہ میں کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی یا بدیہات عقلی سے نہیں ہے۔

قاری محمد طیب دیوبندی کا بیان

شہید کربلا:۔

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مبایعین (بیعت کرنے والے) یا مخالفین پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین (پختہ علم والے) محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی علامہ بدر الدین عینی علامہ ہیثمی علامہ ابن جوزی علامہ سعد الدین تفتازانی محقق ابن ہمام حافظ ابن کثیر علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین ۔ صحیح بات بتانے والے ، یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں۔ اور خود بھی اس کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق پر متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲-۱۵۳)

یزید کا ناقابل تردید سیاہ کارنامہ
واقعہ حرہ

یزید کی بدکرداریوں کا حال سن کر اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ کر بغاوت کر دی یزید نے مدینہ پر لشکر کشی کا حکم دے دیا پھر اہل مدینہ پر ظلم وستم کے جو پہاڑ ٹوٹے ان کا تذکرہ بھی نہیں۔ یہ واقعہ کربلا کے بعد ظہور پذیر ہوا ہے۔ یعنی سن ہجری (۶۳) میں

فَلَمَّا رَجَعُوْا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اِلَّا الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاِنَّهُ قَدِمَ الْعِرَاقَ عَلٰی ابْنِ زِيَادٍ وَكَانَ يَزِيْدُ قَدْ اَجَازَهُ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَلَمَّا قَدِمَ اُولٰئِكَ النَّفَرُ الْوَفْدُ الْمَدِيْنَةَ قَامُوْا فِيْهِمْ فَاَظْهَرُوْا شَتْمَ يَزِيْدٍ وَعَيْبَهُ وَقَالُوْا قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ رَجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِيْنٌ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيْرِ وَيَعْزِفُ عِنْدَهُ الْقِيَانُ وَيَلْعَبُ بِالْكِلَابِ وَيَسْمُرُ عِنْدَهُ الْحُرَّابُ وَهُمُ اللُّصُوْصُ وَاِنَّا نُشْهِدُكُمْ اِنَّا قَدْ خَلَعْنَاهُ فَقَدِمَ الْمُنْذِرُ الْمَدِيْنَةَ، وَقَالَ اِنَّهُ قَدْ اَجَازَنِيْ بِمِائَةِ اَلْفٍ وَلَا يَمْنَعُنِيْ مَا صَنَعَ بِيْ اَنْ اُخْبِرَكُمْ خَبَرَهُ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَيَسْكَرُ حَتّٰى يَدَعَ الصَّلٰوةَ وَعَابَهُ بِمِثْلِ مَا عَابَهُ بِهِ اَصْحَابُهُ وَاَشَدَّ۔

(تاریخ ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(مدینہ منورہ سے کچھ لوگ یزید کے پاس شام گئے اور یزید کی بدکرداریوں کو یوں بیان کیا) جب یہ وفد واپس روانہ ہوا۔ تو ماسوائے منذر بن زبیر کے تمام بخیر و عافیت مدینہ پہنچ آئے۔ جناب منذر بن زبیر جانب عراق ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ یزید نے انہیں ایک لاکھ درہم عطا کیے۔ اُدھر جب وُہ وفد مدینہ آگیا تو اہل مدینہ کے سامنے انہوں نے یزید کے عیوب و نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور کہا۔ کہ ہم ایک ایسے شخص کے ہاں سے آئے ہیں۔ جو بے دین، شراب خور، ڈھول تماشہ کا عادی، غلاموں کے ساتھ کھیل کُود میں مصروف اُن سے موسیقی سننے والا۔ اور کتوں کی دوڑ جیسے کاموں کا مرتکب ہے۔ ہم تم اہل مدینہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی

(اس وفد کے ایک شخص منذر بن زبیر جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے کہا۔ اگرچہ یزید نے مجھے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود بتلاتا ہوں۔ کہ وہ شرابی ہے۔ خدا کی قسم! وہ شراب کے نشے میں نماز تک چھوڑ دیا کرتا ہے۔ اور انہوں نے بھی وہی عیب بتلائے۔ جو ان کے دوسرے ساتھیوں نے بیان کیے تھے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ نقائص بیان کیئے۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَقَدْ كَانَ يَزِيْدُ فِيْهِ خِصَالٌ مَحْمُوْدَةٌ مِنَ الْكَرَمِ وَالْحِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشِّعْرِ

وَكَانَ فِيْهِ اَيْضًا اِقْبَالٌ عَلَى الشَّهْوَاتِ وَتَرْكُ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَاَمَاتَتِهَا فِيْ غَالِبِ الْاَوْقَاتِ وَقَدْ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا مَعْنٌ عَنْ اَنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) يَقُوْلُ يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۲۳۰
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔
یزید میں کچھ اچھی عادات بھی تھیں۔ وہ سخی، بُردبار، فصیح اور شعر و شاعری کا نمونہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ شہوت کی طرف مائل اور بعض دفعہ نماز تک کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ولید بن قیس نے ابو سعید خدری کے واسطہ سے روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے ساٹھ سال بعد ایسے لوگ آئیں گے۔ جو نمازوں کی پرواہ نہ کریں گے۔ شہوت کے پیچھے بھاگیں گے۔ پھر وہ بہت جلد دوزخ میں جا گریں گے۔

واقعہ حرہ کی مختصر تشریح از شیخ عبد الحق محدث دہلوی

جذب القلوب:

شہادت امام حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے بعد یزید کے زمانہ میں جو واقعات ہوئے وہ نہایت ہی قبیح ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ حرہ بھی ہے اس کو واقعہ حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ایک مقام کا نام ہے اس واقعہ قتل و غارت جنگ و جدال اور ہتک مدینہ منورہ کی ہوئی گو اس کا ذکر قلوب صافیہ کے لیے باعث کدورت ہے۔ مگر چونکہ اس کا وقوع مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صداقت کا مظہر ہے اس لیے اشارۃً اس کا بیان لازمی ہے۔ حضور علیہ وسلم نے اس واقعہ کے وقوع سے قبل خبر دی تھی۔ اور فضائل مدینہ بھی بیان فرما دیئے تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دے۔ اور خوف دلائے تو اس کا عاقبت حال دنیا و آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے بعض علماء نے اس کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ حدیث واقعہ حرہ کی مصدق ہے کہ مدینہ آباد ہو کر ویران ہوگا اور آدمی اس کو چھوڑ دیں گے صحرائی جانور آکر بسیں گے۔۔۔۔۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت

میں میری جان ہے کہ مدینہ میں ایک ایسی جنگ ہو گی جس کی وجہ سے دین یہاں سے اس طرح صاف نکل جائے گا۔ جس طرح سر کے بال منڈنے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ اس دن تم لوگ مدینہ سے باہر نکل جاتا اگرچہ ایک منزل کا فاصلہ بھی ہو حضرت ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے۔ یا اللہ مجھے سن ساٹھ کے حادثوں سے اور لڑکوں کی حکومت سے بچا وہ دن آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا یہ اشارہ یزید کی طرف تھا کیونکہ وہ بے دولت سنہ ۶۰ھ میں تخت شقاوت پر بیٹھا تھا اور واقعہ حرہ اس کے زمانہ شقاوت نشان میں واقع ہوا تھا واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں سفر کرتے کرتے جب مقام حرہ زہرہ پہ پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھی صحابہ کرام نے سمجھا کہ شاید اس سفر کا انجام اچھا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی ہے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا کہ استرجاع فرمایا آپ نے فرمایا کوئی امر اس سفر میں ایسا نہیں عرض کی سبب استرجاع کیا ہے آپ نے فرمایا اس حرہ سنگستان میں میری امت کے بہترین امتی میرے صحابہ کے بعد قتل کیے جائیں گے دوسری روایت میں ہے کہ اپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس حرہ میں میری امت کے بہترین لوگ مارے جائیں گے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ حضرت کعب بن احبار فرماتے تھے کہ توراۃ میں ہے کہ مدینہ منورہ

کے سنگستان میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسے لوگ جام شہادت پیئیں گے قیامت کے دن جن کے منہ چودھویں چاند سے بھی زیادہ روشن ہوں گے۔ ابن زبالہ سے روایت ہے کہ ایک روز زمانۂ امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ میں خوب بارش ہوئی آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کے گرد سیاحت کے لیے گئے۔ جب مقام حرہ پر پہنچے اس کے ہر طرف آپ نے پانی کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں تو حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھے قسم کھا کر کہا جس طرح پانی کی سبیلیں یہاں چل رہی ہیں اس طرح خون کی بھی یہاں سبیلیں چلیں گی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے کعب یہ کس زمانہ میں ہوگا آپ نے فرمایا اے زبیر کے بیٹے تو اس بات سے ڈر کہ تیرے ہاتھ پاؤں سے واقع نہ ہو۔ جاننا چاہیئے کہ اہل سیر اور تاریخ نے اس واقعہ کی مجملاً و تفصیلاً لکھا ہے ہم اس مقام پر ان لوگوں کی تقریر و تحریر کا حال مفصلاً ترجمہ کر کے لکھتے ہیں تاکہ اصل واقعہ میں تحریراً یا تقریراً تغیر اور نقصان واقع نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرطبی:-

کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا مدینہ سے باہر نکلنے کا سبب جو بعض احادیث میں ہے واقعہ حرہ کے باعث ہے کہ مدینہ منورہ پر کمال آبادی رونق کے زمانے میں بقایا صحابہ اور تابعین سے بھرا تھا اس پر حادثے اور فتنے پے در پے آنے لگے اور اہل مدینہ ان فتنوں اور آفتوں کے خوف سے اس جائے پاک سے نقل مکانی کر کے باہر نکلے اور

یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک عظیم شامی فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا ان بدبختوں نے ان حضرات کو اسی مقام حرہ میں نہایت ذلت وخواری کے ساتھ شہید کر ڈالا اور تین دن تک مسجد نبوی کی ہتک حرمت کی اسی لیے اسے واقعہ حرہ کہتے ہیں یہ مقام مسجد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک میل دور واقع ہے اس فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین انصار و علماء و تابعین اخیار کو قتل کیا گیا سات سو حافظ قرآن شریف ستانوے قوم قریش کے آدمی درجہ شہادت کو پہنچے یعنی شہداء کی تعداد بتفصیل ذیل ہے

مہاجرین وانصار علماء تابعین ۱۷۰۰

عوام الناس ــــــــ ۱۰۰۰۰

حفاظ ــــــــ ۷۰۰

قریش ــــــــ ۹۷

میزان ــــــــ ۱۲۴۹۷

یعنی سوائے میدان کربلا کے شہداء، بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید پلید ظلم وستم سے شہید کیا لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وعلی انصارہ الی یوم الدین۔ اس کے علاوہ ان بدبختوں نے فسق و فساد اور زنا مباح قرار دے دیا یہاں تک لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولاد زنا کے بچے جنے ان ازلی شقیوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے باندھے اور حضور کے روضہ اور منبر کے مابین مقام پر جس کے متعلق حضور علیہ السلام

فرمایا ہے۔ روضۃ من ریاض الجنۃ گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے اور لوگوں سے یزید کی جانب سے اس مضمون کی بیعت لی کہ یزید چاہے تم کو بیچے چاہے آزاد کرے چاہے خدا کی عبادت کی طرف بلائے چاہے معیت کی طرف جب حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ بیعت تو کم از کم قرآن شریف اور سنت نبوی پر لینی چاہیئے تو ان کو یزید نے اسی وقت شہید کر دیا۔ قرطبی کہتا ہے کہ اہل اخبار نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ ان دنوں آدمیوں سے بالکل خالی ہو گیا تھا وہاں کے پھل پھول نصیب جانوران صحرا ہو چکے تھے یہاں تک کہ مسجد نبوی میں کتوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور بعد میں ہوا۔ قرطبی کی کلام کا ترجمہ ختم ہوا۔

(جذب القلوب ص ۵۲-۵۷)

ابن جوزی:

اپنی سند متصل با ابن مسیب فرماتے ہیں کہ ان دنوں جن دنوں واقعہ حرہ پیش آیا تھا میرے سوا کوئی شخص مسجد شریف میں حاضر نہیں رہتا تھا۔ اہل شام مسجد میں آکر مجھے دیکھتے اور کہتے یہ بڈھا دیوانہ یہاں کیا کرتا ہے کوئی وقت نماز ایسا نہ آتا تھا کہ میں حجرہ شریف سے آواز اذان اور اقامت نہ سنتا تھا۔ اور اسی اذان اور اقامت سے میں نماز پڑھتا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا اس واقعہ میں ایک بڑا قبیح امر یہ ہوا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان ناعاقبت اندیشوں نے گستاخی کی تھی کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابو سعید خدری کو دیکھا

کران کی ریش مبارک جڑ سے نوچی ہوئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا صورت ہے کیا آپ اپنی داڑھی سے کھیلا کرتے ہیں اور نوچا کرتے ہیں تب انہوں نے فرمایا نہیں یہ مجھ پر اہل شام کا ظلم ہوا ہے واقعہ حرہ میں ایک جماعت شامیوں کی میرے گھر میں گھس آئی اور جو کچھ متاع اور اسباب تھا سب لے گئے اس کے بعد دوسری جماعت گھسی انہوں نے جب میرے گھر میں کچھ نہ پایا تو غصہ میں آکر باری باری میری داڑھی اکھیڑ کر اس حال میں کر دی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو غرضیکہ اس واقعہ میں ظالموں نے خارج کیا۔ اذیتیں پہنچائیں اور ان شقیوں سے اور بھی بہت سے ایسے واقعات بگروز واقع ہوئے ہیں۔

واقعہ حرہ کے مظالم علامہ ابن کثیر کی زبانی

البدایۃ والنہایہ

قال المدائنی واباح مسلم بن عقبۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام یقتلون من وجدوا من الناس ویأخذون الاموال فارسلت سعدی بنت عوف المریۃ الی مسلم بن عقبۃ تقول لہ انا بنت عمک فمر اصحابک ان لا یتعرضوا الا بلنا کذا کذا فقال لا صحابہ لا تبدؤا الا باخذ ابلہا او لاوجاء تہ

امرأة فقالت انا مولاتك وابنى فى الاسارىٰ فقال عجلوه لها فضربت عنقه وقال اعطوه رأسه. اما ترضين ان لا يقتل حتى يتكلمى فى ابنك.

ترجمہ:-

مدائنی نے کہا (یزید کی طرف سے اہل مدینہ کو تہہ تیغ کرنے کے لیے بھیجے ہوئے فوجی جنرل) مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن تک قتل و غارت کے لیے جائز قرار دیا جو مدینہ کا آدمی ملتا قتل کر دیتے۔ اور مال و متاع چھین لیتے تھے۔ مدینہ کی ایک عورت سعدیٰ بنت عوف مریہ نے مسلم کو پیغام بھجوایا کہ میں تیری چچازاد بہن ہوں اپنے ساتھیوں کو کہہ دے کہ ہمارے فلاں فلاں اونٹوں کو نہ پکڑا جائے۔ مسلم نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اسی عورت کے اونٹ پکڑ و ایک عورت نے آکر کہا میں تیری طرفدار ہوں اور میرا بیٹا قیدیوں میں سے ہے۔ کہنے لگا اس کے بیٹے کے متعلق جلدی کرو۔ چنانچہ اس کے بیٹے کی گردن اتار کر عورت کے حوالے کر دی گئی۔

البداية والنهاية

ووقعوا على النساء حتى قيل انه حبلت الف امرأة فى تلك الايام من غير زوج فالله اعلم قال المدائنى عن ابى قرة قال قال هشام بن حسان، ولدت الف امرأة من اهل المدينه بعد وقعة الحرة من غير زوج.

(البداية والنهاية)

ترجمہ:

(یزیدی فوج نے مدینہ میں عورتوں سے زنا کیا یہاں تک کہ ان دنوں ایک ہزار عورت نے شوہر کے بغیر بچے جنے۔ اللہ اعلم
مدائنی نے ابو قرہ سے روایت کی ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا واقعہ حرہ کے بعد اہل مدینہ کی ایک ہزار عورت نے نا جائز بچے جنے۔

البدایۃ والنہایہ:

قال المدائنی عن شیخ من اھل المدینۃ قال سألت الزھری کم کان القتلی یوم الحرۃ قال سبعمأۃ من وجوہ الناس من المھاجرین والانصار ووجوہ الموالی وممن لا اعرف من حر وعبد وغیر ھم عشرۃ آلاف۔

(البدایۃ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۲۲۱ ذکر سن ۶۳ ہجری)

ترجمہ:

مدائنی اہل مدینہ کے ایک شیخ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام زہری سے پوچھا حرہ کے واقعہ میں کتنے لوگ قتل ہوئے۔ اس نے کہا مہاجرین وانصار مقتدر صحابہ میں سے سات سو اور دیگر غلام و آزاد مردوں میں سے دس ہزار لوگ قتل کیے گئے۔

بیت اللہ کی بے حرمتی اور اہلِ مدینہ پر جو کچھ مظالم ہوئے یزید کے اپنے حکم سے ہوئے

البدایۃ والنھایہ:-

وقد اخطأ یزید خطأ فاحشا فی قوله لمسلم بن عقبة ان یبیح المدینة ثلاثة ایام. وهذا خطاء کبیر فاحش. مع ما انضم الی ذالك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم، وقد تقدم انه قتل الحسین واصحابه علی ید عبید الله بن زیاد، وقد وقع فی هذه الثلاثة ایام من المفاسد العظیمة فی المدینة النبویة ما لایحد ولا یوصف مما لایعلمه الا الله وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطید سلطانه وملکه ودوام ایامه من غیر منازع۔

(البدایۃ والنھایہ جلد نمبر ۸ ص ۲۲۲)

ترجمہ:-

یزید نے بہت بڑی غلطی (برائی) کی جب مسلم بن عقبہ کو کہا کہ مدینہ کو تین دن تک قتل و غارت کے لیے) جائز قرار دیا جائے۔ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ جبکہ اس حکم کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام اور

ان کی اولاد قتل ہوئی اور پیچھے گزر چکا ہے کہ اس نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا اور واقعہ حرہ کے تین دنوں میں مدینہ منورہ کے اندر وہ کچھ برائیاں ہوئیں کہ جنہیں ہی خوب جانتا ہے۔ اور ان کی سنگینی بھی اللہ ہی کو معلوم ہے۔

مسلم بن عقبہ کو بھیجنے میں یزید کا صرف یہی مقصد تھا کہ اس کی حکومت مضبوط ہو جائے اور سلطنت کو دوام حاصل ہو۔

یزید اور مسلم بن عقبہ کا انجام

جلب القلوب:-

نقل ہے کہ جب مسلم بن عقبہ مسرف بدکردار کراہ سے اہل مدینہ کی بیعت یزید پلید کے حق میں لے رہا تھا اکثر لوگوں نے تو خوف سے بیعت کی اور اطاعت قبول کرلی ان میں ایک شخص جو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا نے کہا کہ میں نے بیعت اطاعت پر کی ہے معصیت پر نہیں کی۔ مسرف نے اس کی یہ بیعت قبول نہ کی اور اس کے قتل کا حکم دے دیا جب وہ قتل ہو گئے تو ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قدرت دلائے تو واللہ میں اس کو مردہ یا زندہ جلوا دوں۔ جاننا چاہیئے کہ جب مسرف قتل اور لوٹ مار مدینہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے روانہ ہوا وہ مکہ کے راستہ میں تین روز کے بعد جس مرض میں مبتلا تھا اسی سے واصل جہنم ہوا۔ وہ نیک بی بی اپنے عہد کے مطابق چند غلام لے کر تین روز بعد اس کی قبر پر گئی کہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جب اس کی قبر کھولی تو دیکھا

ایک اژدھا مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کے ناک کی ہڈی
چوس رہا ہے سب لوگ یہ حال دیکھ کر دوڑے اور اس بی بی کو کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دی ہے اور تمہاری طرف سے
انتقام لے ہی لیا ہے بس یہی عذاب اس پر کافی ہے انہوں نے کہا
نہیں واللہ جب تک میں اپنا عہد جو خدا سے کیا ہے پورا نہ کروں گی
ہرگز در گذر نہیں کروں گی۔ اس نے کہا اسے پاؤں کی طرف سے نکالو
مگر اس طرف بھی اژدھا پایا پھر اس بی بی نے وضو کیا دو رکعت نماز
نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میرا غصہ مسلم بن
عقبہ پر تیری رضا کے لیے تھا۔ مگر فرصت دے کہ میں اسے نکال کر
گڑھے میں جلا دوں اس کے بعد ایک لکڑی لے کر سانپ کی دم
پر ماری وہ گم ہو گیا پھر اس کی لاش نکلوائی اور جلوا دی واقدی کہتے
ہیں کہ وہ بی بی میری تحقیق میں یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی ماں تھیں
.... (قرطبی) کہتے ہیں کہ مسرف اس واقعہ حرہ کے کوئی تین
دن بعد مر گیا۔ مدینہ منورہ کے راہ میں اس کا پیٹ خون اور پیپ سے بھر گیا
سخت بُری حالت میں مرا لیکن عالم بے حیائی میں حماقت قلبی سے کہتا
تھا کہ خداوندا میرے سے بعد کلمہ شہادت کے بعد کوئی ایسا نیک عمل جو مجھے
محبوب ہو سوائے قتل اہل مدینہ کے نہیں ہوا۔ اب اگر تو مجھے باوجود
ایسے نیک عمل کرنے کے بھی جہنم میں داخل فرمائے تو میرے جیسا کوئی
بد بخت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے حصین بن نمیر سکونی کو طلب کیا
اور کہا تجھ کو امیر المومنین (یزید پلید) نے میرے بعد والی اور حاکم ظالم کہا
ہے۔ جلد مکہ معظمہ پہنچ کر عبداللہ بن زبیر کو موت کی میٹھی نیند سلا دو اور

اس سے لڑنے میں کمی نہ کرو منجنیق نصب کر کے پتھروں سے مارو اور اگر
وہ خانہ کعبہ میں جا گھسے تو کچھ پرواہ نہ کرو اور منجنیق چلاتے جاؤ حصین بن نمیر
اس کی وصیت کے مطابق چوبیس روز مکہ کو گھیرے رہا اور شدید قتال
کیا اور منجنیق کعبۃ اللہ کی طرف پھینکی کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک شخص تھا
جس نے اپنے نیزے کے سرے پر آگ لگا دی تھی۔ یکایک ایسی
تیز ہوا چلی کہ اس سے کعبہ میں آگ لگ گئی اسی اثنا میں یزید کے واصل
جہنم ہونے کی اطلاع ملی کہ وہ بعارضہ ذات الجنب جہنم رسید ہو چکا
ہے یہ خبر پہنچتے ہی اہل شام اور بنو امیہ میں پریشانی پڑ گئی سب کے
سب رسوا و خوار اور شکست کھا کر بھاگے واقعہ حرہ بروز چہار شنبہ
۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا اور موت مسلم بن عقبہ غرہ محرم ۶۴ھ
میں ہوئی۔ قتال مکہ اور پتھراؤ منجنیق سے روز شنبہ ۳ ربیع اول موت یزید
پلید یکم ربیع الثانی کو بعد واقعہ حرہ ہوا اسوی نے کتاب وفا میں ذکر اسی
طرح کیا ہے۔ واللہ اعلم

(جذب القلوب ص ۶۵-۶۹)

قتلِ حسینؓ کی خبر سن کر یزید راضی ہوا

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَقِيْلَ اِنَّ يَزِيْدَ فَرِحَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ اَوَّلَ مَا بَلَغَهٗ ثُمَّ نَدِمَ عَلٰى ذَالِكَ فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ مَعْمَرُ بْنُ الْمُثَنّٰى اَنَّ يُوْنُسَ بْنَ حَبِيْبِ الْجَرْمِيِّ حَدَّثَهٗ قَالَ قَالَ لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادِ الْحُسَيْنَ وَمَنْ مَعَهٗ بَعَثَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلٰى يَزِيْدَ فَسُرَّ بِقَتْلِهٖ اَوَّلًا وَحَسُنَتْ بِذَالِكَ مَنْزِلَةُ ابْنِ زِيَادٍ عِنْدَهٗ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اِلَّا قَلِيْلًا حَتّٰى نَدِمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۲۳۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یزید نے جب امام حسین کی شہادت کی خبر سنی۔ تو شروع شروع وہ خوش ہوا۔ پھر اس پر افسوس کا اظہار کیا۔ ابوعبیدہ معمر کا کہنا ہے۔ کہ یونس بن حبیب نے بیان کیا۔ کہ جب ابن زیاد نے امام عالی مقام کو شہید کر دیا۔ تو ان کا بمعہ ساتھیوں کے سر یزید کے پاس پہنچایا۔ تو یزید ان کے قتل پر بڑا خوش ہوا۔ اور اس قتل کی بنا پر ابن زیاد کا مرتبہ و منصب بڑھا دیا۔ پھر بہت جلد اس پر ندامت بھی کی۔

یزید کو اس کے بیٹے معاویہ نے واقعہ کربلا کا اصل مجرم قرار دیا

صواعق محرقہ:

قلد ابی الامر وکان غیر اھل لہ نازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقصت عمرہٗ وانبتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم بکی وقال۔ ان من اعظم الامور علینا علمنا بسوء مصرعہ و بئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واباح الخمر و خرب الکعبۃ۔

(الصواعق المحرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر ہیتمی ص ۲۲۴ الخاتمہ)

ترجمہ:۔

(معاویہ بن یزید نے چند دن حکومت میں رہ کر اس سے دست برداری کرتے ہوئے یہ کہا) میرے باپ یزید نے حکومت سنبھالی جبکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے جنگ کی چنانچہ اس کی عمر گھٹ گئی۔ اس کے وارث منتشر ہو گئے اور اپنے گناہوں کو لے کر قبر میں جا پھنسا۔ پھر معاویہ رو پڑا۔ اور

کہنے لگا ہمارے لیے سب سے بڑا صدمہ یزید کے انجام بد کا معلوم ہونا اور اس کا برا ٹھکانہ ہے۔ اس نے عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا شراب کو حلال قرار دیا اور کعبہ کو تباہ کیا (معاذ اللہ)

ابن زیاد نے کہا اگر میں حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرتا تو یزید مجھے قتل کر دیتا۔

کامل ابن اثیر:۔

ابن زیاد ایک مرتبہ کسی سفر میں واقعہ کربلا کے بعد کسی جگہ نیم خوابی کی حالت میں کچھ باتیں کر رہا تھا اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا کسی نے اس کی باتیں سن لیں اور کہا ابن زیاد! تم ایسی کہہ رہے تھے۔ کہ لَیْتَنِیْ کُنْتُ لَمْ اَقْتُلْ حُسَیْنًا۔ اے کاش میں نے حسین کو قتل نہ کیا ہوتا۔ ابن زیاد نے آگے سے یہ جواب دیا اَمَّا قَتْلِی الْحُسَیْنَ فَاِنَّہٗ اَشَارَ اِلَیَّ یَزِیْدُ بِقَتْلِہٖ اَوْ قَتْلِیْ فَاخْتَرْتُ قَتْلَہٗ۔

یعنی رہا میرا حسین کو قتل کرنا تو اس کی یہ وجہ تھی کہ یزید نے مجھے اختیار دیا تھا کہ حسین کو قتل کروں یا خود قتل ہو جاؤں تو میں نے حسین کے قتل کو ترجیح دے دی۔ (امام حسین کو قتل کر کے یزید سے اپنی جان بچالی)

(کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۲۴۱ ہرب ابن زیاد الی الشام)

حاصل کلام:-

یزید کی بدکرداری، بدعملی اور فسق و فجور سے بھرپور زندگی پر تمام اہل سنت لعن طعن کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر کفر تک کے قائل ہیں۔ اور یزید کے حق میں کوئی ایسی دلیل ذکر کرنے کی بجائے کہ جس سے اس کے فضائل و مناقب عیاں ہوتے ہوں۔ علماء نے اس پر لعنت کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جو کفر یزید کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اسے فاسق و فاجر سے کم شمار نہیں کرتے۔ حق یہ ہے۔ کہ جو شخص اس کے فاسق و فاجر ہوتے ہوئے پھر اس کی خوبیاں اور خوش خلقیاں بیان کرتا ہے در اصل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتا ہے۔ اس لیے اہل سنت کو خصوصًا اس سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔

الغرض جب مذکورہ عبارات سے یہ بات بالکل عیاں و ظاہر و باہر ہو گئی۔ کہ یزید ایک بدبخت بدکردار، ملعون اور مردود آدمی تھا۔ تو پھر ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہاں تک درست ہے۔ کہ سُنی یزید کو اپنا محبوب خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اس کو امام برحق کہتے ہیں۔ اس کی خلافت کو منہاج نبوت کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ؟

ایسے الزام سراسر بہتان اور جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔ جو ان لوگوں کو ورثہ میں ملا۔ آپ نے ہماری عقائد کی کتب اور ان کی شروحات سے ہمارا عقیدہ پڑھا۔ یعنی یہ کہ یزید ملعون و مردود ہے۔ اور اس پر بمعہ اس کے ناصرین و معاونین سب پر خدا کی لعنت،، ہم اپنا عقیدہ یوں صراحتہً بیان کریں۔ اور معترض اسی بات کی رٹ لگائے جائے۔ کہ اہلسنت یزید کو فلاں فلاں القاب دیتے ہیں۔ در اصل اس طریقہ سے وہ اپنی عبارات لوگوں کی توجہ ہٹا کر ایک انہونی خوشی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

درحقیقت یزید اہل تشیع کا امام ہے

امام جلال الدین السیوطی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حدیثِ رسول کی تطبیق و تاویل کے ضمن میں جو یزید کو بارہ خلفاء میں شمار کرنے کی روایت ہے۔ اہل تشیع نے اس رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کیا۔ اور اس سے تمام اہل سنت پر الزام تھوپا۔ کہ تمام سنی یزید کو خلیفہ برحق اور ایک نیک خدا ترس آدمی مانتے ہیں۔ لیکن ان عقل و انصاف کے دشمنوں کو علامہ السیوطی کی وہ عبارات نظر نہ آئیں۔ جو صراحتہً یزید کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمان ہیں۔ ہم نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ علامہ موصوف اور دیگر ائمہ اہلسنت یزید کو قتل حسین پر راضی ہونے والا اور اہل بیتِ رسول کا توہین کرنے والا کہتے اور سمجھتے ہیں۔ ہماری عقائد کی ان تصریحات کے بعد اب آپ ذرا اہل تشیع کی عبارات کو دیکھیں۔ کہ اس رسوائے زمانہ شخص کو اہل بیت کا غمخوار اور مددگار ثابت کرنے میں کیا کیا جتن کیے۔ اور اہل بیت پر اس کے احسانات گنوائے۔ اور اس کی وفاداریوں کے ڈھول پیٹے۔

۱۔ یزید نے قتل حسین پر خوشی کی بجائے ماتم کیا۔

(کیونکہ وہ محب اہل بیت تھا۔)

مقتل ابی مخنف:۔

قَالَ يَا اَهْلَ الشَّامِ اَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ اِنِّيْ قَتَلْتُ الْحُسَيْنَ اَوْ اَمَرْتُ بِقَتْلِهٖ وَاِنَّمَا قَتَلَهٗ بْنُ مَرْجَانَةَ ثُمَّ دَعَا بِالَّذِيْنَ حَضَرُوْا قَتْلَ الْحُسَيْنِ فَحَضَرُوْا بَيْنَ يَدَيْهِ فَسَئَلَهُمْ وَقَالَ وَيْحَكُمْ مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ ؟ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُحِيْلُ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَزِيْدُ وَيْحَكُمْ اَرَاكُمْ يُحِيْلُ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ قَتَلَهٗ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ قَتَلْتَ الْحُسَيْنَ ؟ فَقَالَ كَلَّا ! مَا اَنَا قَتَلْتُهٗ قَالَ فَمَنْ قَتَلَهٗ ؟ قَالَ قَيْسُ اَقُوْلُ لَكَ مَنْ قَتَلَهٗ ؟ وَلِيَ الْاَمَانُ قَالَ قُلْ وَلَكَ الْاَمَانُ قَالَ قَيْسُ وَاللّٰهِ مَا قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ اِلَّا مَنْ عَقَدَ الرَّايَاتِ وَصَبَّ الْمَالَ عَلَى الْاَنْطَاعِ وَسَيَّرَ

الْجُيُوْشِ فَقَالَ يَزِيْدُ وَمَنْ ذَالِكَ قَالَ اَنْتَ وَاللّٰهِ يَا يَزِيْدُ قَالَ فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَنَهَضَ وَدَخَلَ دَارَهُ وَ وَضَعَ الرَّاْسَ فِيْ طَشْتٍ وَغَطَّاهُ بِمِنْدِيْلٍ دَبِيْقِيٍّ وَوَضَعَهُ فِيْ حُجْرِهِ وَجَعَلَ يَلْطِمُ عَلٰى خَدِّهِ وَيَقُوْلُ مَالِيْ وَقَتْلِ الْحُسَيْنِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۳۹ مطبوعہ نجف
ص ۱۹۵۶ تذکرہ دخول السبایا
الی الشام)

ترجمہ:۔

یزید نے کہا۔ شاید تم مجھے کہتے ہو۔ کہ میں نے امام حسین کو قتل کیا ہے۔ یا ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔ انہیں تو ابن مرجانہ نے قتل کیا تھا۔ یہ کہہ کر ان لوگوں کو یزید نے بلوایا جو شہادتِ امام حسین کے وقت موجود تھے۔ جب اس کے روبرو پیش ہوئے۔ تو اس نے پوچھا۔ بتلاؤ امام حسین کا قاتل کون ہے؟ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کو قاتل کہنے شروع ہوگئے۔ اس حالت کو دیکھ کر یزید بولا۔ بربادی ہے تمہارے لیے۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ تم امام حسین کا قتل ایک دوسرے پر ڈال رہے ہو۔ ان حاضرین نے کہا۔ کہ انہیں قیس بن الربیع نے شہید کیا تھا۔ قیس بن الربیع سے یزید نے پوچھا۔ تو نے قتل کیا تھا؟ کہنے لگا نہیں ہرگز نہیں۔ میں نے تو قتل نہیں کیا تھا۔ یزید نے پوچھا۔ تو پھر اور کس نے قتل کیا تھا۔ قیس بولا حضور بتلاتا ہوں۔ اگر امان مل جائے۔ کہا جاؤ تمہیں امان ہے۔ بتلا دو؟ قیس نے کہا۔ خدا کی قسم! امام حسین کا قاتل وہ ہے۔ جس نے

جھنڈے گاڑے تھے۔ اور جس نے مجرموں کے سامنے مال رکھا تھا۔ اور جس نے لشکر پر چڑھائی کی تھی۔ یزید نے پوچھا۔ آخر وہ کون ہے؟ قیس نے کہا۔ خدا کی قسم! یزید تمہیں وہ شخص ہو جو قاتلِ حسین ہے۔ اس پر یزید سخت غصہ میں آیا۔ اور وہاں سے اٹھ کر گھر آگیا۔ پھر ایک تھال میں امام حسین کے سرِ انور کو رکھا۔ اور پر رومال دے دیا۔ جو دبیقی تھا۔ اُسے گود میں لے کر اپنے رخسار پیٹنے لگا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ مجھے کیا ہو گیا۔ کہ میں نے امام حسین کو قتل کر دیا؟ اور مجھے امام کے قتل سے کیا غرض تھی؟

تبصرہ:۔

"مقتل ابی مخنف" کے مصنف لوط بن یحییٰ شیعی نے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ یزید کے بارے میں شامیوں میں جو یہ بات مشہور تھی۔ کہ امام حسین کا قاتل "یزید" ہے۔ یہ غلط تھی۔ بلکہ یزید اس قتل میں کسی طرح بھی ملوث نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ مجھ پر قتل حسین کا الزام لگ رہا ہے۔ اور میرے منہ پر کہا گیا۔ کہ تم قاتلِ حسین ہو۔ تو اس غصہ میں آکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور امام حسین کے سرِ انور کو گود میں لے کر خوب چہرا پیٹا۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہلِ تشیع کے نزدیک یزید نہ تو قاتلِ حسین ہے۔ اور نہ ہی اس میں ملوث۔ بلکہ وہ تو اس قتل پر ماتم کرنے والا "ماتمی شیعہ" تھا۔

یزید اہل بیت کا غم گسار اور قاتل حسین کو ملعون کہتا تھا

ارشاد شیخ مفید:-

ثُمَّ دَعَا بِالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَاُجْلِسُوا بَيْنَ يَدَيْهِ فَرَاٰى هَيْئَةً قَبِيْحَةً فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ اِبْنَ مَرْجَانَةَ لَوْ كَانَتْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَكُمْ قَرَابَةٌ وَ رَحِمٌ مَا فَعَلَ هٰذَا بِكُمْ وَ لَا بَعَثَ بِكُمْ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَدَيْ يَزِيْدَ رَقَّ لَنَا...... ثُمَّ اَمَرَ بِالنِّسْوَةِ اَنْ يُنْزَلْنَ فِيْ دَارٍ عَلٰى حِدَةٍ مَعَهُنَّ اَخُوْهُنَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَاُفْرِدَ لَهُمْ دَارًا تَتَّصِلُ بِدَارِ يَزِيْدَ فَاَقَامُوْا اَيَّامًا ثُمَّ نَدَبَ نُعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ وَقَالَ لَهُ تَجَهَّزْ لِتَخْرُجَ بِهٰؤُلَاءِ النِّسْوَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ يُجَهِّزَهُمْ دَعَا عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَاسْتَخْلٰى ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ اللّٰهِ لَوْ اَنِّيْ كُنْتُ صَاحِبَ

اَبِيكَ مَا سَئَلَنِي خُلَّةً اَبَدًا اِلَّا اَعْطَيْتُهُ
اِيَّاهَا وَلَقَدْ فَعْتُ الْحَتْفَ عَنْهُ بِكُلِّ مَا
سْتَطَعْتُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَضٰى مَا رَاَيْتَ كَاتِبْنِي
مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَاٰتِهٖ اِلَيَّ كُلَّ حَاجَةٍ يَكُوْنُ
لَكَ وَتَقَدَّمَ بِكِسْوَتِهٖ وَكِسْوَةِ اَهْلِهٖ
وَ اَنْفَذَ مَعَهُمْ فِيْ جُمْلَةِ النُّعْمَانَ
بْنَ بَشِيْرٍ رَسُوْلًا تَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَنْ تُسِيْرَ بِهِمْ
فِي اللَّيْلِ وَيَكُوْنُوْا اَمَامَهٗ حَيْثُ لَا يَفُوْتُوْنَ
طَرْفَهٗ فَاِذَا نَزَلُوْا اِنْتَحٰى عَنْهُمْ وَتَفَرَّقَ
هُوَ وَاَصْحَابُهٗ حَوْلَهُمْ كَهَيْئَةِ الْحَرَسِ
لَهُمْ وَيَنْزِلُ مِنْهُمْ بِحَيْثُ اِنْ اَرَادَ اِنْسَانٌ
مِنْ جَمَاعَتِهِمْ وُضُوْءًا وَقَضَاءَ حَاجَةٍ لَمْ
يَحْتَشِمْ فَسَارَ مَعَهُمْ فِيْ جُمْلَةِ النُّعْمَانُ وَلَمْ
يَزَلْ يُنَازِلُهُمْ فِي الطَّرِيْقِ وَيَرْفِقُ بِهِمْ كَمَا
وَصَّاهُ يَزِيْدُ وَيَرْعَاهُمْ حَتّٰى دَخَلُوا
الْمَدِيْنَةَ ۔

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ص ۲۷ ۔ ۲۴۶ ۲ فی مکالمۃ
علی بن الحسین مع یزید۔ مطبوعہ نجف
(۲۔ جلاء العیون ص۶۲۲ حرکت اہلبیت از شام
بطرف مدینہ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۳۔ اعلام الوریٰ ص۲۴۹ فی مجلس الزنیم مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔ پھر یزید نے اہل بیت اطہار کی مستورات اور ان کے بچوں کو بلوایا۔ یہ سب اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان حضرات کی دگرگوں حالت دیکھ کر یزید بولا۔ اللہ ابن مرجانہ کا ستیا ناس کرے۔ اگر تمہارے اور اس کے درمیان قرابت داری ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔ اور نہ ہی تمہاری یہ حالت ہوتی۔ جنابہ سیدہ فاطمہ بنت حسین فرماتی ہیں۔ جب ہم یزید کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے ہمارے سامنے بڑی غم خواری کی۔ پھر یزید نے حکم دیا۔ کہ ان میں سے عورتوں کو ان کے بھائی علی بن الحسین کے ساتھ علیحدہ کمرے میں بٹھایا جائے۔ لہٰذا ان کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست ہو گیا۔ اور ان کی رہائش گاہ یزید کے گھر کے بالکل متصل تھی۔ وہاں کئی دن ٹھہرے۔ پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا۔ تیاری کرو اور ان عورتوں کے ساتھ تمہیں مدینہ منورہ جانا ہے۔ جب تیاری ہو گئی۔ تو یزید نے علی بن الحسین کو تنہائی میں بلا کر کہا۔ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم! اگر میں تمہارے والد کے پاس ہوتا۔ اور وہ مجھ سے کوئی بھی مطالبہ کرتے۔ تو میں اُسے ہر ممکن پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ اور ان کو موت کے چنگل سے بچانے کی ہر سعی کرتا۔ لیکن جو اللہ کو منظور تھا وہی ہو گیا۔ جب مدینہ پہنچ جاؤ۔ تو مجھے وا پسی تحریری اطلاع دینا۔ آپ کی ہر ضرورت پورا کرنا میری ذمہ داری ہے۔ یہ کہہ کر کچھ کپڑے دیئے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے تھے۔ ان کے ساتھ نعمان بن بشیر کو بھیجا۔ اور اُسے ہدایت کی کہ رات کو سفر کرنا۔ اور اس قافلے کے پیچھے تمہیں رہنا ہو گا۔ تاکہ وہ نظر سے اوجھل نہ ہونے پائیں جب یہ تمام حضرات کسی جگہ جلوہ فرما ہوں پیچھے تم نعمان بن بشیر علیحدہ کھڑے

رہنا۔ حضرت علی بن حسین اور ان کے گھر والے علیحدہ رہیں۔ چوکیدار کی
طرح چاروں طرف کی نگاہ رکھنا۔ اور دوران سفر انہیں ایسے مقام پر
اتارنا۔ جہاں ان میں سے اگر کوئی فرد وضو یا تقاضائے حاجت کرنے جائے
تو انہیں وحشت نہ آئے۔ اس قافلہ کو لیے نعمان بن بشیر روانہ ہوا۔ اور
جہاں کہیں مناسب سمجھتا۔ ان کو راستہ میں پڑاؤ ڈالنے کو کہتا۔ اور
بڑی نرمی سے ان سے پیش آتا۔ کیونکہ یزید کی اسے یہی وصیت
تھی۔ اور ان حضرات کی کما حقہ رعایت کرتے ہوئے انہیں مدینہ
منورہ پہنچایا۔

خلاصہ کلام:

اہل تشیع کے شیخ مفید نے اپنی اس تحریر میں وضاحت کر دی۔ کہ یزید
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہرگز راضی اور خوش نہ تھا۔ بلکہ ابن مرجانہ
جو کہ قاتل حسین تھا۔ اس پر لعنت بھیجی۔ اور شیخ مفید نے یزید کی طرف سے قسمیہ
بات یہ بھی لکھی۔ کہ اگر وہ میدانِ کربلا میں امام حسین کے ساتھ ہوتا۔ تو خدا کی قسم!
انہیں کوئی گزند نہ پہنچنے دیتا۔ بلکہ ان کی ہر ممکن مدد کرتا۔
پھر اسی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت کا جتنا درد یزید کے دل
میں تھا۔ اتنا کسی اور کو نہ تھا اور اسی محبت و مودت کے تحت اس نے اس لٹے
پٹے قافلے کو نعمان بن بشیر کی قیادت میں بحفاظت مدینہ منورہ پہنچانے کا بندوبست
کیا۔ اور ساتھ ہی تحائف دے کر آئندہ کے لیے خدمت گاری کا یقین بھی
دلایا۔
لہٰذا اس تحریر سے ثابت ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک یزید قتل حسین

سے بالکل بری الذمہ ہے۔ بلکہ وہ قاتلانِ حسین کو بُرا بھلا کہنے والا ہے۔ لہذا ایسے شخص پر لعنت نہیں ہونی چاہیے۔

۳۔ یزید نے اہل بیت کو زیورات اور قیمتی لباس کے تحفے دیئے (بقول شیعہ)

مقتل ابی مخنف :-

فَاَعْطَاهُمْ مَالاً كَثِيْرًا وَاَخْلَفَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مَا اُخِذَ مِنْهُ وَازْدَادَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ وَالْحُلَلِ ثُمَّ دَعَا بِالْجِمَالِ فَاَبْرَكُوْهَا وَوَطَّئُوْهَا لَهُمْ بِاَحْسَنِ وِطَاءٍ وَاَجْمَلِهٖ وَدَعٰى بِقَائِدٍ مِنْ قُوَّادِهٖ وَضَمَّ اِلَيْهِ خَمْسَمِائَةِ فَارِسٍ وَاَمَرَهٗ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَسَارَ بِهِمْ مِنْ دِمَشْقَ وَكَانَ يَتَقَدَّمُهُمْ تَارَةً وَيَتَاَخَّرُ عَنْهُمْ تَارَةً وَاَحْسَنَ لَهُمُ الصُّحْبَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْخِدْمَةَ اللَّائِقَةَ

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴۰
دخول السبایا الی الشام
مطبوعہ نجف)

ترجمہ: یزید نے اہل بیت کو بہت سا مال دیا اور اُن میں سے ہر ایک سے

چھینا گیا سامان واپس دلوایا۔ اور اس کے علاوہ انہیں بہت سے زیورات اور کافی تعداد میں پوشاک بھی دی۔ پھر اونٹ منگوائے۔ اور ان حضرات کے سوار کرانے کے لیے انہیں خوب اچھی طرح تیار کرایا گیا۔ پھر اپنے ساربانوں میں سے ایک ساربان کو بلا کر پانچ سو گھڑ سواروں کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ تو وہ سپہ سالار ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق سے عازم مدینہ ہوا۔ دورانِ سفر کبھی اس قافلہ کے آگے اور کبھی پیچھے چلتا۔ اور ان کی اچھی طرح تواضع اور خدمت کی۔ اور ان کی ہر بھلے کی بات ان تک پہنچائی۔

۴۔ "یزید" امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کو اپنے ساتھ اکٹھا کھانے پر مدعو کرتا تھا

الاخبار الطوال:۔

فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ يَزِيْدُ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَ قَالَ وَيْحَكُمْ قَدْ كُنْتُ اَرْضٰى مِنْ طَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ لَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ اَمَا وَ اللّٰهِ لَوْ كُنْتُ صَاحِبَهُ لَعَفَوْتُ عَنْهُ رَحِمَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ .... ثُمَّ اَمَرَ بِالذُّرِّيَّةِ فَادْخُلُوْا دَارَ نِسَآئِهٖ وَكَانَ يَزِيْدُ اِذَا

حُضِرَ غَدَاءُہٗ دَعَا عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ وَ اَخَاہُ عُمَرَ فَیَاکُلَانِ مَعَہٗ۔

(الاخبار الطوال مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری شیعی ص۲۶۱ نہایۃ الحسین مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ۔ (کربلا میں شہید ہونے والوں کی داستان) جب یزید نے سنی۔ تو اس کی آنکھیں ڈب ڈبا گئیں۔ اور کہنے لگا۔ اے قاتلانِ حسین! تمہاری بربادی ہو۔ میں تم سے امام حسین کے قتل کے بغیر بھی راضی تھا۔ اللہ کی ابن مرجانہ پر لعنت ہو۔ اگر میں خدا کی قسم امام حسین کے پاس ہوتا تو ان کی تمام غلطیاں معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ابو عبد اللہ (امام حسین) پر رحم فرمائے۔ ....
پھر یزید کے حکم سے خاندانِ اہل بیت کو اس کے زنانہ مکان میں آنے کو کہا گیا۔ وہ تشریف لے آئے۔ اور ان کی سکونت کے دوران یزید کو جب بھی کھانا دیا جاتا۔ تو اپنے ساتھ کھانے کے لیے امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کو بھی دعوت دیتا۔ پھر یہ دونوں آتے۔ اور تینوں مل کر کھانا کھاتے۔

۵۔ "یزید" امام زین العابدین کے بغیر نہ صبح کا اور نہ شام کا کھانا کھاتا

بحار الانوار:۔

ثُمَّ اِنَّ یَزِیْدَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَنْزَلَہُمْ فِیْ

دَارِهِ الْخَاصَةِ فَمَا كَانَ يَتَغَدّٰى وَلَا يَتَعَشّٰى حَتّٰى يَحْضُرَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۴ تاریخ حسین بن علی طبع ایران قدیم)

ترجمہ:۔ پھر یزید لعنت اللہ علیہ نے اہل بیت کو اپنے مخصوص مکان میں ٹھہرایا۔ اس دوران اس نے کبھی بھی امام زین العابدین کے بغیر صبح و شام کا کھانا نہ کھایا۔

۶ امام حسین رضی اللہ عنہ پر یزید اپنی اولاد قربان کرنے کو تیار تھا

بحار الانوار:۔

ثُمَّ دَعَا بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ لَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ صَاحِبَهُ مَا سَئَلَنِيْ خُلَّةً اِلَّا اَعْطَيْتُهَا اِيَّاهُ وَلَدَفَعْتُ عَنْهُ الْحَتْفَ بِكُلِّ مَا قَدَرْتُ عَلَيْهِ وَلَوْ بِهَلَاكِ بَعْضِ وَلَدِيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَضٰى مَا رَاَيْتَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۵ تاریخ حسین بن علی)

ترجمہ:۔ (پھر یزید نے علی بن حسین کو بلا کر کہا۔ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ خدا

کی قسم! اگر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب ہوتا۔ تو وہ جو کچھ مجھ سے مانگتے اُسے ضرور پورا کرتا۔ اور اپنی طاقت کے مطابق اُن سے موت کو بچاتا اگر اس کی خاطر مجھے اپنی اولاد سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونے پڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ جو کچھ تم دیکھ چکے۔

۷۔ اہل بیت کے مدینہ پہنچنے پر (یزید) نے ان کی ہر ممکن ضرورت پوری کی

بحار الانوار:۔

ثُمَّ بَعَثَ بِثِقْلِ الْحُسَيْنِ وَ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَهْلِهِ مَعَهُمْ وَجَهَّزَهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ وَلَمْ يَدَعْ لَهُمْ حَاجَةً بِالْمَدِينَةِ إِلَّا إِلَّا أَمَرَ لَهُمْ بِهَا۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۴)

ترجمہ۔ پھر یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامان اور ان کے بقیہ اہل بیت سمیت سب کو روانہ کر دیا اور ان کے لیے ہر قسم کی اشیاء مہیا کر دیں۔ اور مدینہ پہنچنے پر ان کی تمام حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کا حکم بھی دیا۔

٭٭٭

۸۔ امام زین العابدین نے یزید کی طرف سے بھیجا گیا۔ دو لاکھ مثقال سونا قبول کر لیا

حلیۃ الابرار:۔

وَرُوِیَ اَنَّ یَزِیْدَ قَالَ لَہٗ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا طَلَبْنَا مَا اُخِذَ مِنَّا لِاَنَّ فِیْہِ مِغْزَلُ فَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ وَمِقْنَعَتُہَا وَقَلَادَتُہَا وَقَمِیْصُہَا فَاَمَرَ بِرَدِّ ذٰلِكَ وَزَادَ مِنْ عِنْدِہٖ مِأَتَیْ اَلْفِ مِثْقَالٍ مِنَ الذَّھَبِ الْاَحْمَرِ فَمَا فَارَقَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ دِمَشْقَ حَتّٰی فَرَّقَ ذٰلِكَ عَلَی الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَبَاقِیَۃِ عَلٰی اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ۔

(حلیۃ الابرار جلد دوم ص۲۱ طبع قم
الباب السابع)

ترجمہ:۔
روایت کی گئی ہے۔ کہ یزید کو امام زین العابدین نے کہا۔ ہم صرف وہی اشیاء مانگتے ہیں۔ جو ہم سے چھینی گئیں۔ کیونکہ ان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تکلا، اوڑھنی، ہار اور قمیص تھی۔ یزید نے یہ تمام اشیاء لوٹانے کا حکم دیا۔

اور مزید اپنی طرف سے دو لاکھ مثقال سونا بھی دیا۔ حضرت امام زین العابدین نے دمشق چھوڑنے سے پہلے یہ سونا وہاں کے فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیا۔ اور باقی ماندہ مدینہ والوں کو بانٹ دیا

لمحۂ فکریہ:۔

شیعہ لوگوں کی مستند کتابوں سے جو حوالہ جات ہم نے ذکر کیے۔ انہیں آپ نے ملاحظہ کیا۔ اور ان میں مذکور باتوں کو بھی آپ نے مدنظر رکھا۔ کس قدر صاف صاف الفاظ میں ان لوگوں نے یزید کی قتلِ حسین سے برئیت ثابت کی۔ بلکہ یہاں تک صفائی میں چلے گئے۔ کہ یزید تو قاتلانِ حسین اور اس میں تعاون کرنے والوں پر لعنت بھیجتا تھا۔ لہٰذا وہ خود کیسے قاتل ہو سکتا ہے کہ جس نے شہادت حسین پر گال پیٹ کر ماتم کیا۔ یہی وہ بااخلاص آدمی ہے۔ جس نے امام حسین کے بقیہ ساتھیوں کی خوب آؤ بھگت کی۔ اُن کا لٹا ہوا مال واپس دلایا۔ اور اپنی طرف سے انعام واکرام سے نوازا۔ انہیں اپنے مخصوص سپہ سالار کی معیت میں بحفاظت مدینہ پہنچایا۔ ان کی تمام ضروریات کا بندوبست کیا۔ اور اس لٹے پٹے قافلہ کے دو افراد امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کے بغیر اس کا کھانا گلے سے نہیں اترتا تھا۔ اور اس قدر مخلص تھا۔ کہ امام حسین پر اپنی اولاد بھی قربان کرنے کے لیے تیار تھا۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر کون اس پر لعن طعن کر سکتا ہے۔

لہٰذا شیعہ لوگ جب اس کے اخلاق حمیدہ اور محبت اہل بیت کے اپنی کتابوں میں میں گن گاتے ہیں۔ تو پھر ان سے یزید پر لعن طعن کی توقع نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کے برخلاف ہماری کتب اہل سنت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ہمارے اکابر نے صرف لعن طعن ہی نہیں بلکہ اس پر کفر تک کا فتوے لگایا ہے۔ اب ناظرین آپ خود اندازہ لگائیں اور فیصلہ کریں۔ کہ یزید ہمارا امام ہے۔ یا کہ ان کا اور اس کی خلافت کو علی منہاج نبوت ہم

ملتے ہیں۔ یا یہ اس کے مدح سرا لوگ سے
آئینہ جب اُن کو دکھایا تو بُرا مان گئے

۹۔ اہل تشیع یزید کی امامت کے قائل ہو گئے۔

مذہب شیعہ کے ایک عظیم مجتہد شیخ طوسی نے اپنی تصنیف "من لا یحضرہ الفقیہہ"، میں یہ بات واضح الفاظ میں ذکر کی۔ کہ جب امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی بدعہدی اور غداری ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے عمرو بن سعد سے تین مطالبے کئے۔

۱۔ مجھے واپس جانے دیا جائے۔

۲۔ سرحدات پر بھیج دیا جائے۔ تاکہ امت مسلم کی حفاظت کروں۔

۳۔ میرا راستہ چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ میں یزید کی بیعت کروں۔

اس مضمون کی مذکورہ کتاب سے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تلخیص الشافی:۔

وَلَمَّا رَاٰی لَا سَبِیْلَ اِلَی الْعَوْدِ وَلَا اِلٰی دُخُوْلِ الْکُوْفَۃِ سَلَکَ طَرِیْقَ الشَّامِ سَائِرًا نَحْوَ یَزِیْدَ بْنِ مُعَاوِیَۃَ لِعِلْمِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَنَّہٗ عَلٰی مَا بِہٖ اَرَقُّ بِہٖ مِنْ ابْنِ زِیَادٍ وَاَصْحَابِہٖ فَسَارَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی قَدِمَ عَلَیْہِ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فِی الْعَسْکَرِ الْعَظِیْمِ وَکَانَ مِنْ اَمْرِہٖ مَا قَدْ ذُکِرَ وَسُطِرَ فَکَیْفَ یُقَالُ

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اخْتَارُوْا مِنِّیْ اِمَّا الرُّجُوْعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِیْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ اَنْ اَضَعَ يَدِیْ عَلٰى يَدِ يَزِيْدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ يَرٰى مِنِّیْ رَاْيَهٗ وَاِمَّا اَنْ تُسَيِّرُوْا بِیْ اِلٰى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكُوْنَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِهٖ لِیْ مَالَهٗ وَعَلَیَّ مَا عَلَيْهِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۲ ص ۱۸۷ فصل فی ذکر امامۃ الحسن والحسین علیہما السلام مطبوعہ قم جدید۔)

ترجمہ: جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نہ تو واپس جانے کی کوئی سبیل ہے اور نہ ہی کوفہ میں داخلے کی کوئی صورت ہے۔ تو آپ نے یزید بن معاویہ کے پاس جانے کے لیے ملک شام کا قصد فرمایا۔ کیونکہ امام موصوف کو اس کا بخوبی علم تھا کہ یزید میرے معاملہ میں ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے کہیں نرم ہے۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ عمر بن سعد ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر آپ کے سامنے آیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ سب کچھ گزر چکا ہے تو ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنی ہلاکت کو دعوت دی۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ امام موصوف نے عمر بن سعد سے کہا۔ میری طرف سے یہ مطالبات ہیں۔ اگر مان لو۔ تو بہتر ہوگا۔ پہلا مطالبہ یہ کہ مجھے واپس جانے دیا جائے جہاں سے

میں آیا ہوں۔ دوسرا مطالبہ یہ کہ مجھے اپنے ہاتھ یزید کے ہاتھوں پر رکھ کر بیعت کر لینے دو۔ آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ میرے معاملہ میں خوب غور کرے گا۔ تیسرا مطالبہ یہ کہ مجھے مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دیا جائے۔ جو ذمہ داری ہوگی۔ اُسے پورا کروں گا۔

اس روایت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں یزید کو نہایت رقیق القلب سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر آپ نے اُس کے پاس جانے کا ارادہ لیے ہوئے شام کا سفر کیا۔ اور ابن زیاد وغیرہ کے سلوک سے نجات پانا چاہتے تھے۔

۲۔ آپ نے سرحد پر جانے کی خواہش یا مطالبہ اس لیے کیا۔ تاکہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے بچا جا سکے۔ بلکہ ان کا دفاع کیا جا سکے۔

۳۔ امام موصوف نے یزید کی بیعت کرنے کا اظہار اس لیے فرمایا کہ وہ ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور اس کی رائے ان کے حق میں بہتر ہو گی۔ لہٰذا وہ قابلِ قبول ہو گی۔

الحاصل :۔

روایاتِ مذکورہ سے ثابت شدہ ان تین امور سے یہ بات واضح طور ثابت ہو گئی۔ کہ شیعہ لوگ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور تسلیم بھی کرتے ہیں۔ کہ "یزید بن معاویہ" حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے نرم دل رکھتا تھا اور آپ اس کے فیصلہ کو اپنے حق میں بہتر گردانتے تھے۔ اس لیے شیعوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لیے بالکل تیار تھے۔ اور اس کو اپنے مطالبات میں سے بطور ایک مطالبہ پیش کیا۔ لیکن ابن زیاد نے اس مطالبہ کو پورا نہ ہونے دیا۔

۱۰۔ امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کو قبول کرتے ہوئے خود کو مجبور غلام کہا

روضہ کافی:۔

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اُقِرَّ لَكَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ بَلٰی فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُّكْرَهٌ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِكْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ اَوْلٰی لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ یَنْقُصْكَ ذٰلِكَ مِنْ شَرَفِكَ۔

(۱۔ روضہ کافی جلد نمبر ۸ ص ۲۳۵۔ حدیث یزید لعنہ اللہ مع علی بن الحسین مطبوعہ تہران جدید)

(۲۔ جلاء العیون جلد نمبر ۲ ص ۶۷۸ زندگی امام سجاد۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔ یزید نے امام زین العابدین کی طرف ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ آئے۔ تو انہیں بھی وہی بات کہی۔ جو یزید اس سے قبل ایک دن ایک قریشی نوجوان کو کہہ چکا تھا۔ (یعنی میری بیعت کر لو۔) لیکن اس نوجوان قریشی نے انکار کر دیا۔ جس پر اسے قتل کر دیا گیا) حضرت امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں اس بات کا اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی تو اس قریشی آدمی کی طرح قتل کر دے گا۔ جس کو کل قتل کر دیا گیا تھا۔ یزید نے کہا۔ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ اس پر امام زین العابدین نے کہا۔ اچھا تو میں تیری بات قبول کیے لیتا ہوں۔ میں مجبور غلام ہوں۔ تیری مرضی مجھے اپنے پاس رکھ لے۔ یا کسی کے ہاتھ بیچ دے۔ یہ سن کر یزید نے کہا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔ اپنا خون بھی محفوظ کر لیا۔ اور اس اقرار سے تیرے احترام میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

عبارت بالا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ایک قریشی مرد کو یزید نے اپنی بیعت کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن اس نے جان دینا گوارا کر لیا مگر بیعت نہ کی۔

۲۔ امام زین العابدین نے بعینہٖ اسی معاملہ میں کمزوری دکھاتے ہوئے اپنے آپ کو یزید کے سامنے ایک مجبور غلام سمجھا۔

۳۔ امام زین العابدین نے ڈرتے ہوئے یزید کی بیعت کرنا تسلیم کر لیا۔

لمحہ فکریہ:۔

حضرات قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ شیعوں نے ایک عام آدمی کے مقابلہ میں اہل بیت کے ایک ممتاز فرد اور امام کو نہایت بزدل اور کمزور آدمی ثابت کیا۔

اُس عام آدمی نے جو قریشی تھا۔ یزید کے بیعت کے مطالبہ کے جواب میں کہا "تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں۔ پھر تیری بیعت کیوں کر کروں؟" اس جرأت مندانہ جواب کو سُن کر یزید تلملایا۔ اور رعب و داب کے انداز میں اس کو جھکانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "اگر تم نے بیعت سے انکار کیا۔ تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔" اس قریشی بہادر نے جان ہتھیلی پر رکھ کر جواباً کہا "قتلِ حسین سے میرا قتل کوئی زیادہ وزنی نہیں۔ تو نے اُن کو قتل کروا کر جو منہ کالا کر لیا ہے۔ میرے قتل سے کوئی اتنی بڑی قیامت نہ ٹوٹے گی۔ اگر حق کی خاطر امام حسین نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اور تیری بیعت نہ کی۔ تو میں کون اور میری کیا حقیقت" یہ سن کر یزید نے اس قریشی بہادر کو قتل کر دیا تھا۔

ذرا اندازہ فرمائیے۔ کہ اہل بیت کا ایک ادنیٰ کارندہ اور غلام تو یزید کے سامنے اتنی جرأت کا مظاہرہ کرے۔ کہ جان پر کھیل جائے۔

لیکن ان شیعوں نے اہل بیت کے ایک عظیم سپوت کو اس قدر حقیر اور ڈرپوک کر کے پیش کیا۔ کہ امام زین العابدین ایسے جری اور بہادر امام کو "یزید کا غلام" بنا دیا۔ اور بے بسی کی ایسی کیفیت بیان کی۔ کہ بتلی سے بھی کم ہمت بنا دیا۔ "مجھے اپنے پاس رکھ یا بیچ دے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو شیعوں نے امام زین العابدین کی طرف یزید کے مقابلہ میں منسوب کر کے امام موصوف پر کتنا ظلم ڈھایا۔ اور ڈھٹائی سے یہاں تک مان بیٹھے۔ کہ امام موصوف یزید کی بیعت پر آمادہ ہو گئے تھے۔

ناظرین کرام: اب فیصلہ کیجئے۔ کہ ہم اہل سنت پر جو شیعوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ سنی "یزید" کو امام برحق سمجھتے ہیں۔ آپ نے اس الزام کی حقیقت دیکھی۔ ہماری کتب سے ایک درجن کے قریب حوالہ جات ملاحظہ کیے۔ جن میں یزید کو ملعون و مردود تک لکھا گیا۔ اور ان حوالہ جات کے ساتھ کتب شیعہ کی عبارات بھی

آپ نے دیکھیں۔ کہ ان لوگوں نے یزید کو صرف امام ہی نہیں مانا۔ بلکہ امام حسین اور امام زین العابدین کے بیعت کرنے کے ارادوں کی بنا پر اُسے اہل بیت کے ائمہ کا بھی امام بنا لیا۔ اس کے باوجود اعتراض و الزام اور طعن ہم پر لگائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہم پر الزام تراشی سے قبل اپنے گھر میں جھانک کر دیکھ لیتے۔ کہ یزید کے ساتھ ان کا کیسا محبت بھرا رشتہ ہے۔ اور وہ تو خود ان کے گھر کی رونق بنا بیٹھا ہے۔ خدا ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض دوم

اہل سنت "یزید" کو قطعی جنتی مانتے ہیں

اہل سنت وجماعت کی کتب حدیث میں ایک عظیم کتاب جسے وہ قرآن پاک کے بعد دوسرے نمبر پر صحیح ترین کتاب کہتے اور سمجھتے ہیں۔ یعنی صحیح البخاری میں ایک حدیث مذکور ہے۔ جس کی رُو سے یزید قطعی جنتی بنتا ہے۔

بخاری شریف میں مذکور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

حَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ۔

ترجمہ: ہمیں ام حرام نے ایک حدیث سنائی۔ کہتی ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا وہ لشکر جو سمندر کو عبور کر کے لڑائی کرے گا۔ قطعی جنتی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا۔ ہاں تو بھی اُن میں ہے۔

حدیث بالا میں مذکور لفظ "قَدْ اَوْجَبُوْا"، کا ہم نے جو ترجمہ "قطعی جنتی"،

کیاہے۔ وہ اپنی طرف سے نہیں کیا۔

بلکہ اسی بخاری کی ایک شرح جو بہت مقبول ہے۔ بس یہ موجود ہے۔

فتح الباری :۔

وَقَوْلُهُ قَدْ اَوْجَبُوْا اَیْ فَعَلُوْا فِعْلًا وَجَبَتْ لَهُمْ بِهِ الْجَنَّةُ

(فتح الباری علامہ ابن حجر جلد ۶ ص ۷۸

طبع مصر قدیم)

ترجمہ: حدیث میں ذکر کیے گئے لفظ "قد اوجبوا" کا معنی یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے ایک عظیم کام سرانجام دیا۔ جس کی بنا پر جنت ان کے لیے واجب و لازم ہوگئی۔

تقریرِ طعن :۔

صحیح البخاری سے منقول حدیث میں "اول جیش من امتی" کے الفاظ کے مطابق اس لشکر کے تمام افراد مراد ہیں۔ اور "قد اوجبوا" کے الفاظ کے مطابق وہ سب قطعی جنتی ہیں۔ اور تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ اس لشکر میں یزید بھی شامل تھا۔ بلکہ یہ تو بطور سپہ سالار تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کے نزدیک یزید صرف جنتی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے لیے جنت واجب ہے۔

جوابِ طعن :۔

اس طعن کا جواب لکھنے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ صحیح البخاری سے جو حدیث ذکر

کی گئی ہے۔ اس کا سیاق و سباق ذکر کر دیں۔ تاکہ قارئین کرام کو معترض کے بارے میں اس بات کا بخوبی علم ہو جائے۔ کہ اس نے اس کے مفہوم میں کتنی بڑی خیانت سے کام لیا۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

اصل واقعہ یوں ہے۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے گھر آرام فرما تھے۔ جب خواب فرما کر بیدار ہوئے۔ تو ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندر پار کر کے جہاد کرے گا۔ اس کے لیے جنت لازم ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی سماعت کے بعد پوچھنے لگیں۔ یا رسول اللہ! میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہوں؟ فرمایا۔ ہاں تو بھی ان میں ہے۔

موعود سمندر پار لڑائی کے وقت یزید کی عمر صرف دو۲ سال کی تھی

معترض نے "اول جیش من امتی" کے الفاظ کی روشنی میں اس لشکر میں یزید کو بھی شمار کر دیا۔ یہ اس کی سراسر دھوکہ دہی یا بددیانتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو پھر وہ پرلے درجے کا حدیث و تاریخ سے نابلد و ناواقف ہے۔ کیونکہ اس جہاد میں یزید کا بطور سپہ سالار شریک ہونا تو درکنار ایک عام لشکری کی حیثیت سے بھی اس کی شرکت کسی تاریخ و سیر کی کتاب میں موجود نہیں کیونکہ یزید کا سن پیدائش ۲۶ ہجری ہے۔ ناسخ التواریخ جلد دوم ۱۵۱ حالات خلیفہ اور موعود جنگ ۲۸ سن ہجری میں ہوئی۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس وقت یزید ابھی صرف دو سال کی عمر میں تھا۔ اور دو سال کا بچہ کسی جنگ میں کیا شرکت کرے گا۔ اور کون اسے سپہ سالار بنائے گا۔ کتب حدیث اور تاریخ اسی کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ارشاد الساری :-

فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ زَمَنَ مُعَاوِيَةَ لَمَّا غَزَا قُبْرُصَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَّعِشْرِيْنَ فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتِ الدَّابَّةَ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا فَمَاتَتْ

(ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۰۴
باب ما قیل فی قتال الروم)

ترجمہ :- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ام حرام سمندر عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئیں۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۲۸ ہجری میں قبرص پر چڑھائی کی تھی۔ پھر جب ام حرام واپس لوٹنے لگیں۔ تو سواری پر سوار ہونے کے لیے اس کے قریب گئیں۔ چڑھتے چڑھتے گر پڑیں۔ جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور موت نے آلیا۔

کامل ابن اثیر :-

ذِكْرُ فَتْحِ قُبْرُصَ، قِيْلَ فِيْ سَنَةِ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَقِيْلَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ، وَقِيْلَ اِنَّمَا غُزِيَتْ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ لِاَنَّ اَهْلَهَا غَدَرُوْا عَلٰى مَا نَذْكُرُهٗ. فَغَزَاهَا الْمُسْلِمُوْنَ وَلَمَّا غَزَاهَا مُعَاوِيَةُ هٰذِهِ السَّنَةَ غَزَا مَعَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِيْهِمْ اَبُوْ ذَرٍّ وَعُبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَمَعَهُ زَوْجَتُهُ اُمُّ حَرَامٍ وَاَبُوالدَّرْدَاءِ۔

ترجمہ:۔ قبرص کی فتح کا ذکر۔ کہا گیا ہے کہ یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۳۳ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ اہل قبرص نے بغاوت کر دی تھی۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں باغیوں کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی تو ان مسلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر عبادۃ بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابو درداء رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا۔ اور اس لشکر کی معیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ ادھر قبرصیوں نے لڑنے کی بجائے صلح صفائی کو بہتر سمجھا۔ اور جزیہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ ابن اثیر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ اسی غزوہ میں حضرت عبادۃ کی زوجہ ام حرام فوت ہوئیں۔ کیونکہ اپنی سواری پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔ کہ "ام حرام" اس جنگ میں شریک ہوں گی۔

(۱۔ الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۳ ص ۹۶ ثم دخلت فی سنۃ ثمانی وعشرون)

(۲۔ ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ تہران جدید)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ امور ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر پار جس جنگ کی خوشخبری دی۔ آپ کی یہ پیش گوئی ۲۸ یا ۲۹ ہجری میں پوری ہوئی۔ یہ دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا۔ جبکہ قبرص فتح ہوا۔

۲۔ اس جہاد میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حرام رضی اللہ عنہا نے بھی شرکت فرمائی۔ اور شہادت پائی۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ہوا۔

۳۔ چونکہ یہ جنگ ۲۸ یا ۲۹ ہجری میں ہوئی۔ ادھر یزید کی پیدائش ۲۶ ہجری کی ہے (ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۱۴۱ حالات خلفاء) لہٰذا یزید اس جنگ کے وقت صرف دو تین سال کا تھا۔ اور اس عمر میں جنگ کے اندر شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اس کو اس جہاد میں شریک مجاہدین کا سپہ سالار کہا جائے۔

ایک اور اعتراض

"جہاد قسطنطنیہ" میں شرکت کے باعث "یزید" اہل سنت کے نزدیک مغفور ہے

یزید بن معاویہ ہماری گزشتہ تحقیق کے مطابق جہادِ قبرص میں شرکت کے قابل ہی نہ تھا۔ لہٰذا اس جہاد کے حوالہ سے اُسے قطعی جنتی قرار دینا سراسر حماقت اور کذب بیانی ہے۔ اس جواب کے بعد معترض کی پھر رگِ عداوت پھڑکی۔ اور سُنیوں پر ایک اور اعتراض کی سوجھی۔ وہ یہ کہ بخاری شریف میں اسی مذکور حدیث سے تھوڑا آگے ایک اور حدیث موجود ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیش گوئی کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ قیصر بادشاہ کے شہر "قسطنطنیہ" پر جو مسلمان حملہ آور ہوں گے۔ وہ سب جنتی ہوں گے۔ اور سنی کتب تاریخ میں ظاہر ہے۔ کہ اس حملہ میں یزید ایک عام فوجی کی حیثیت سے نہیں بلکہ سپہ سالار کی حیثیت سے شریک ہوا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات یزید کی زیر امارت تھے۔ اور یزید ان کا سپہ سالار تھا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

بخاری شریف:۔

قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ

جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ فَقُلْتُ اَنَا فِیْهِمْ یَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا۔

(بخاری شریف جلد اول ص۴۱۰ کتاب الجہاد
باب ما قیل فی قتال الروم)

ترجمہ:-

ام حرام کہتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا اولین لشکر جو قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو گا۔ وہ بخشا ہوا ہو گا میں نے پوچھا کیا میں بھی ان میں ہونگی۔ فرمایا نہیں۔

جواب اوّل

اس لڑائی میں ''یزید،، ایک جرم کی پاداش میں شریک ہوا تھا

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری کی اس روایت کے مطابق فتح قسطنطنیہ کی جنگ کے شرکاء مغفور ہیں ۔ لیکن اس کا شامل ہونا اس کے جنتی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ یزید کی اس جنگ میں شرکت ''اعلاء کلمۃ الحق،، کے لیے نہ تھی۔ بلکہ بادل نخواستہ جبراً اسے محاذ پہ بھیجا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

کامل ابن اثیر:-

ذِکْرُ غَزْوَةِ قُسْطُنْطُنِیَّةَ۔ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَقِیْلَ

سَنَةَ خَمْسِيْنَ ، سَيَّرَ مُعَاوِيَةُ جَيْشًا كَثِيْفًا اِلٰى بِلَادِ الرُّوْمِ لِلْغَزَاةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِمْ سُفْيَانَ بْنَ عَوْفٍ وَاَمَرَ اِبْنَهُ يَزِيْدَ بِالْغَزَاةِ مَعَهُمْ فَتَثَاقَلَ وَاعْتَلَّ فَاَمْسَكَ عَنْهُ اَبُوْهُ فَاَصَابَ النَّاسَ فِيْ غَزَاتِهِمْ جُوْعٌ وَمَرَضٌ شَدِيْدٌ فَاَنْشَاَ يَزِيْدُ يَقُوْلُ۔

مَا اِنْ اُبَالِيْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ ... بِالْفَرْقَدُوْنَةِ مِنْ حُمّٰى وَمِنْ مُوْمٍ

اِذَا اتَّكَأْتُ عَلَى الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا ... بِدَيْرِ مُرَّانَ عِنْدِيْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ

وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ امْرَاَتُهُ وَهِيَ بِنْتُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ شِعْرُهُ فَاَقْسَمَ عَلَيْهِ لَيَلْحَقَنَّ بِسُفْيَانَ فِيْ اَرْضِ الرُّوْمِ لِيُصِيْبَهُ مَا اَصَابَ النَّاسَ فَسَارَ وَمَعَهُ جَمْعٌ كَثِيْرٌ اَضَافَهُمْ اِلَيْهِ اَبُوْهُ۔

(کامل ابن اثیر جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۴۹
سنة تسع واربعين ۔ طبع
بیروت جدید)

ترجمہ: قسطنطنیہ کے جہاد کا ذکر اسی سال ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بھاری لشکر رومی ممالک کی طرف جہاد کی غرض سے بھیجا۔ اس لشکر کا سردار سفیان بن عوف مقرر ہوا۔ امیر معاویہ نے اس جہاد میں شرکت کے لیے اپنے بیٹے یزید کو بھی حکم دیا۔ لیکن یزید نے حیلے بہانے تراش کر شرکت سے انکار کر دیا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے بھیجنے کے لیے رک گئے۔

اس جہاد میں مسلمانوں کی فوج کو سخت بھوک اور پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بیماریوں نے بھی بہت زور دکھایا۔ جب یزید کو مسلمانوں کی اس حالتِ زار کا علم ہوا۔ تو اپنی شرکت نہ کرنے اور ان پریشانیوں سے بچ جانے پر بہت خوش ہوا۔ اور اس حال میں اس نے یہ شعر پڑھے۔ جن میں اس نے کہا۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ کہ مسلمانوں کو مقام فرقدونہ میں مصائب و آلام نے گھیر لیا اور بخار و تکالیف نے اُن پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ میں ان تمام حالات سے بچ کر اپنی بیوی ام کلثوم کے ساتھ مقام "دیرمران" میں نرم و دلنشین مسند پر سکون و آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔

"ام کلثوم" یزید کی بیوی کا نام ہے۔ جو عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھیں۔
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یزید کے ان اشعار کا علم ہوا۔ تو قسم کھائی۔ کہ میں اب یزید کو بہر صورت ارضِ روم میں سفیان کے پاس ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ یہ بھی اُن حالات و واقعات سے دوچار ہو جن سے دوسرے مسلمان برسرِ پیکار ہیں۔ اس پر یزید کو جانا پڑا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی جماعت کو بھی یزید کے ہمراہ رومی سرزمین کی طرف روانہ کیا۔

کامل ابن اثیر کی مذکورہ عبارت سے درج ذیل امور صراحتًا ثابت ہوئے

ا۔ یزید دلی طور پر جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی لیے جب اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جہاد میں شرکت کا کہا۔ تو ٹال مٹول

سے کام لے کر گھر بیٹھ گیا۔ یہ سب کچھ اس نے اس لیے کیا کہ وہ اس جہاد کو نہ جہاد فی سبیل اللہ، اور اس میں شرکت کو نہ اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑائی سمجھتا تھا۔

۲۔ مسلمان مجاہدین کو جب رومی شہروں میں بہت سے مصائب و آلام نے آگھیرا اور بیماریوں کا طوفان ان پر امڈ پڑا۔ تو یزید نے ان حالات میں اپنے شریک نہ ہونے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور اپنی زوجہ کے پہلو میں نرم و گداز بستر پر لیٹے ہوئے پرمسرت بھرے اشعار کہے۔

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں۔ کہ امت مسلمہ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ اللہ کے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور بیماریوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور ادھر یزید ہے کہ وہ اپنے آپ میں مسلمانوں کی اس حالت پر بہت خوش و خرم ہے۔ اور خواہشات نفس کی تکمیل پر ترانے گا رہا ہے۔ اسے امت مسلمہ کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ اس سے بڑھ کر شقاوت قلبی کی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ اور دینی حمیت وغیرہ کے فقدان کا اس سے بڑا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے۔؟

۳۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے بارے میں پتہ چلا اور اس کے اشعار سے گھٹیا حالت پر مطلع ہوئے۔ تو انہوں نے جبراً یزید کو جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کرنے کو کہا۔ تاکہ اسے یہ احساس ہو سکے مسلمان مجاہدین کا مصائب و آلام میں مذاق اڑانا کیسا ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر یزید کی نیت حصول اجر و ثواب ہوتی۔ تو پہلے ہی انکار نہ کرتا۔ اور نہ اظہار مسرت کرتا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے اس کے بکواسات کی پاداش میں سبق سکھانے کے لیے زبردستی جہاد قسطنطنیہ میں بھیجا۔ تو ایسا شخص جہاد میں شرکت کے حقیقی ثمرات کب پا سکتا ہے۔

جواب دوم

حدیث مذکور میں گذشتہ گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے بشارتِ جنت کا نہیں

بخاری شریف سے منقول حدیث پاک کے الفاظ "مغفور لھم" پر گفتگو ہو رہی ہے۔ ان الفاظ کے علاوہ اس حدیث میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جس میں قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ آور مسلمانوں کو جنت کی بشارت یا جنت کے وجوب کا ذکر ہو۔ مذکور الفاظ کا معنی "ان کو معاف کر دیا گیا ہے" ہے اب مغفرت کا یہ معنی بھی تو ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان شرکاء کے سابقہ گناہ معاف فرما دیئے کیونکہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر لفظ مغفرت "گناہوں کی معافی" کے معنی میں استعمال ہوا یعنی مغفرت کے ساتھ ذنب یا ذنوب میں سے ایک نہ ایک لفظ ضرور موجود ہے۔ مثلاً يغفر الذنوب جميعا۔ فاغفر لنا ذنوبنا، غافر الذنب و قابل التوبة۔ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ اس لیے قرآن کریم کے اسلوب بیان سے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دے گا۔

لیکن اس مفہوم سے یہ نتیجہ کس طرح اخذ ہو سکتا ہے۔ کہ جس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ یقیناً جنتی ہو جاتا ہے۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جس نے حج کیا۔ اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ گویا وہ ابھی ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہو۔ ایک اور حدیث پاک رمضان شریف کے فضائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد ہے۔ کہ جس نے ایمان واحتساب سے روزے رکھے۔ اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اسی طرح بہت سے اعمال صالحہ کے فضائل میں آپ کے اس طرح کے ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ تو کیا ان احادیث کے الفاظ کو لے کر ایک حاجی، روزہ دار اور نیکوکار قطعی جنتی ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ ان اعمال کے بعد کفر و شرک میں گرفتار ہو جائے! اگر عقل سلیم یہ فیصلہ نہیں کر پاتی۔ تو پھر یہ کس طرح فرض کر لیا گیا۔ کہ یزید "پیدائشی جنتی" ہے۔ اور اس کی محض ایک جہاد میں شرکت اور وہ بھی بامر مجبوری اس کے جنتی ہونے کی پکی نشانی بن گئی۔ ہاں! یزید کے معتقدین شاید یہ فیصلہ کر دیں۔ تو کوئی بعید نہیں۔

جواب سوم

شارحین حدیث کے نزدیک بالاتفاق اس حدیث کا مصداق یزید نہیں

فتح الباری:۔

قَالَ الْمُهلبُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِاَنَّهٗ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهٖ يَزِيْدَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ۔ وَتَعَقَّبَهٗ ابْنُ التِّيْنِ وَابْنُ الْمُنِيْرِ، بِمَا حَاصِلُهٗ اَنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ دُخُوْلِهٖ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَا يَخْرُجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍ اِذْ لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَغْفُوْرٌ لَهُمْ مَشْرُوْطٌ بِاَنْ يَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوْ اِرْتَدَّ وَاحِدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اِتِّفَاقًا۔ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُوْرٌ لِمَنْ وُجِدَ شَرْطُ الْمَغْفِرَةِ فِيْهِ مِنْهُمْ۔

(فتح الباری شرح البخاری جلد نمبر ۶ ص ۷۸
کتاب الجہاد باب ما قیل فی
قتال الروم)

ترجمہ: مہلب کہتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے سمندر پار جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ہے۔ کیونکہ قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے والا اوّل وہی ہے۔ لیکن اس استدلال پر ابن تین اور ابن منیر نے مہلب پر گرفت کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یزید اس عمومی بشارت میں داخل ہی ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی خاص دلیل سے وہ اس عموم سے نکل جائے۔ وہ اس طرح کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفور لھم فرمانا ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ یہ کہ مغفرت اس کی ہوگی۔ جو اس کا مستحق ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان لوگوں میں سے جو جہاد قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتا ہے۔ تو وہ حدیث پاک میں مذکور عموم میں داخل نہ رہے گا۔ اسی پر سبھی کو اتفاق ہے لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ بشارتِ مغفرت اس شخص کے لیے ہے۔ جو مغفرت کی اہلیت اور شرط کا حامل ہوگا۔ ورنہ وہ اس بشارت سے محروم رہیگا۔

عمدۃ القاری:-

وَقَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهٖ يَزِيْدَ لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ انتهى. قُلْتُ اَيُّ مَنْقَبَةٍ كَانَتْ لِيَزِيْدَ وَحَالُهُ مَشْهُوْرٌ، فَاِنْ قُلْتَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَقِّ هٰذَا الْجَيْشِ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ قُلْتُ قِبَلَ لَا يَلْزَمُ مِنْ دُخُوْلِهٖ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَّا يُخْرَجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍ. اِذْ لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّ قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ مَشْرُوْطٌ بِاَنْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوِ ارْتَدَّ اَحَدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ.

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۴ ص۱۹۹ مطبوعہ بیروت تصنیف علامہ بدرالدین عینی)

ترجمہ:- ابن مہلب کہتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ کی تعریف ہے۔ کیونکہ یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سمندر پار جہاد کیا۔ اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ہے۔ کیونکہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر اولیں حملہ آور یہی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یزید کی کیسی منقبت ہے۔ اور کونسی تعریف ہے؟

حالانکہ یہ وہ شخص ہے جس کی حالت اور اس کے کرتوت زبان زد خاص وعام ہیں
اگر تو اعتراض کے طور پر کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے متعلق یہ ارشاد
فرمایا ہے۔ کہ یہ مغفور ہیں۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ یہ بات ہو چکی کہ
اس ارشاد عمومی میں دخول کے لیے یہ لازم نہیں۔ کہ وہ کسی اور خصوصی دلیل سے خارج
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
"مغفور لھم" ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ یہ کہ مغفرت اس کی ہوگی
جو قابل مغفرت ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کے
بعد مرتد ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس عمومی بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔

ارشاد الساری:

وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمُهَلَّبُ عَلٰى ثُبُوْتِ خِلَافَةِ يَزِيْدَ ابْنِ مُعَاوِيَةَ وَاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهٖ فِيْ عُمُوْمِ قَوْلِهٖ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ هٰذَا جَارٍ عَلٰى طَرِيْقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِيْ اُمَيَّةَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ دُخُوْلِهٖ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَّا يَخْرُجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍ اِذْ لَا خِلَافَ اَنَّ قَوْلَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ مَشْرُوْطٌ بِكَوْنِهٖ مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ۔ حَتّٰى لَوِ ارْتَدَّ اَحَدٌ مِّمَّنْ غَزَاهَا ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اِتِّفَاقًا قَالَهُ ابْنُ الْمُنَيِّرِ۔

وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيْمَا نَقَلَهُ الْمَوْلٰى

سَعْدُ الدِّيْنِ اللَّعْنَ عَلٰى يَزِيْدَ لِمَا اَنَّهٗ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَمَرَ بِهٖ اَوْ اَجَازَهٗ وَرَضِيَ بِهٖ وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَتَهٗ اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادًا فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَاْنِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ۔

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد نمبر ۵
ص ۱۰۴ المطبوعہ بیروت)

ترجمہ۔ مہلب نے اس حدیث سے خلافت یزید کے ثابت کرنے پر دلیل پیش کی ہے اور یہ بھی کہ وہ جنتی ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور عموم میں وہ بھی شامل ہے۔ جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات دراصل بنی امیہ کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے کہی ہے۔ کیونکہ یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ جو شخص مذکورہ حدیث کے عموم میں داخل ہو۔ وہ کسی اور مخصوص دلیل سے اس سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تمام علماء متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث مذکور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "مغفور لھم" مشروط ہے۔ وہ یہ کہ مغفرت اس کی ہو گی۔ جو اس کا اہل ہو گا۔ حتی کہ اگر کوئی ایک ان اشخاص میں سے جو اس غزوہ میں شریک ہوئے مرتد ہو جاتا ہے۔ تو وہ بالاتفاق اس عمومی حکم سے خارج ہے۔ ابن منیر نے یہی کہا ہے۔

بعض حضرات نے امام سعد الدین سے نقل کرتے ہوئے کہا۔ کہ

یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ کیونکہ جب اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ تو وہ اس وقت کافر ہو گیا تھا۔ علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ یا قتل کا حکم دیا یا اس کو جائز سمجھا اور اسے اچھا کہا تو ایسا ہر شخص لعنتی ہے۔ یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر خوش ہونا اور اسے باعث خوشی سمجھنا امر واقعی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو روایات کے طور پر اگرچہ خبر احاد ہیں۔ لیکن مفہوم و مضمون کے لحاظ سے تواتر سے کم نہیں ہیں۔ لہذا اس حقیقت کے پیش نظر ہم یزید پر لعنت کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ ہمیں تو وہ سرے سے بے ایمان نظر آتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے چند امور ثابت ہوئے

۱۔ بخاری شریف کے تمام شارحین نے یزید کو مغفور لھم کے عموم سے خارج کر دیا ہے۔

۲۔ تمام شارحین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جہاد قسطنطنیہ میں موجود حضرات کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ان حضرات کے لیے ہے۔ جو اس کے اہل و مستحق ہیں۔ چونکہ یزید اس اہلیت سے عاری ہے۔ لہذا وہ مغفور لھم میں داخل نہ ہو

۳۔ حدیث زیر نظر سے صرف مہلب نامی شخص نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال بقول علامہ قسطلانی محض بنی امیہ کی حمایت کے حصول کی خاطر کیا گیا۔

۴۔ یزید کا عموم حدیث میں داخل رہنا تو بہت بڑی بات ہے۔ علامہ قسطلانی نے تو اسے سرے سے کافر اور لعنتی کہا ہے۔ اور بقول علامہ موصوف یزید کا کافر و لعنتی ہونا اجماعی قول ہے۔ لہذا ایسا شخص کب مغفرت کا حق دار ہو سکتا ہے۔

اعتراض سوم

عبداللہ بن عمر نے امامت یزید کا اعلان کیا

"فتوحات شیعہ" جو اہل تشیع کے مناظر مبلغ مولوی محمد اسماعیل کے مناظروں سے مرتب شدہ کتاب ہے۔ اس میں منقول ہے۔ کہ اہل سنت کے پیشوا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے سختی کے ساتھ منع کیا تھا۔ اور یہاں تک کہا تھا۔ کہ جس نے یزید کی بیعت توڑی۔ اس کے ساتھ میرا بائیکاٹ سمجھیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول ثابت کرتا ہے۔ کہ یزید اہل سنت کا امام تھا۔ اصل عبارت درج ذیل ہے۔

فتوحات شیعہ:۔

مبلغ اعظم نے بخاری شریف ص ۱۰۵۳ سے عبداللہ بن عمر ابن الخطاب کی زبان سے یزید کی بیعت کو اللہ و رسول کی بیعت ماننا ثابت کیا۔ اور یہ روایت پیش کی۔ عَنْ نَافِعٍ لَمَّا خَلَعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُوْلُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلَ

عَلٰی بَیْعِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُنْصَبُ لَہُ الْقِتَالُ وَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ مِنْکُمْ خَلَعَہٗ وَلَا تَابَعَ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ اِلَّا کَانَتِ الْفَیْصَلُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ

ترجمہ:-

نافع سے روایت ہے۔ کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑنی چاہی تو عبداللہ بن عمر نے اپنے خواص اور عزیز و اقارب کو جمع کیا اور کہا کہ یزید کی بیعت مت توڑو۔ کیونکہ میں نے نبی کریم سے سنا ہے کہ بیعت کر کے توڑنے والوں کی پشت پر قیامت کے دن غداری کا جھنڈا ہوگا۔ ہم نے اس شخص یعنی یزید کی بیعت اللہ اور رسول کی بیعت پر کی ہے۔ پھر اس کے مقابلہ میں جنگ کو کھڑا کر دیا جائے۔ اگر میرے علم میں آگیا کہ تم میں سے کسی نے اس کی بیعت توڑی ہے۔ اور اس امر خلافت میں اس کی تابعداری نہیں کی۔ تو میرا اور اس کا بائیکاٹ ہوگا۔

(فتوحات شیعہ مؤلفہ ناصر حسین نجفی ص ۹۵، ۹۶ مطبوعہ فیصل آباد)

الحاصل:-

بخاری شریف کی مذکور حدیث سے اہل تشیع یہ بھی ثابت کرتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت توڑنے سے منع کرنا اس وجہ تھا۔ کہ انہیں اہلبیت سے بغض و عداوت تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس روتیے سے وہ یزید سے مالی منفعت کے خواہش مند بھی تھے اور یزید کی طرف سے وظائف اور تحائف صرف اسی صورت میں ممکن تھے کہ اس کی حمایت کی جاتی۔ اور مخالفین کو

ڈرایا دھمکایا جاتا۔ لہٰذا انہوں نے یہ سب کچھ اسی وجہ سے کیا۔

اہل تشیع اس عبارت سے تین امور ثابت کرتے ہیں۔ اول یہ کہ عبداللہ بن عمر کا یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کو نہ خود توڑنا اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دینا سراسر خلاف شرع فعل ہے۔ دوم یہ کہ عبداللہ بن عمر کا یہ رویہ "محبت یزید اور بغض اہل بیت" کی تصویر ہے۔ تیسرا یہ کہ اہل مدینہ جو کہ یزید کی بیعت توڑنا چاہتے تھے۔ اُن کو منع کیا۔ اور بائیکاٹ تک کی دھمکی اس لیے دی۔ تاکہ اس طرح یزید سے انعام و اکرام وصول کیا جائے۔

لہٰذا مخالفِ شرع شریف اور محبتِ یزید و بغض اہل بیت کرام اور دنیوی مال و دولت کی خاطر ایک فاسق و فاجر کی حمایت کرنا بہر صورت ایک قابل مذمت فعل ہے

جواب امرِ اول:

جواب ذکر کرنے سے قبل یہ بات بخوبی ذہن نشین رہے۔ کہ اہل تشیع کے سلف و خلف اس اعتراض کو بڑے فخر و انبساط سے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس کی آڑ میں یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ یزید اہل سنت کے ہاں امام برحق تھا اور یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اہل بیت سے دشمنی تھی۔ لیکن یہ دونوں باتیں بالکل لغو اور من گھڑت ہیں۔ حدیث مذکور سے ان کا ثبوت و اثبات محل نظر ہے۔ اب میں امر اول کے جواب کی طرف آتا ہوں۔ گزارش ہے۔ کہ اس حدیث کا بغور مطالعہ اور پھر اہل تشیع کے مذہب کے اصول و ضوابط کو دیکھا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کیا۔ وہ عین ثواب اور صحیح فیصلہ تھا۔ شیعہ مسلک کے محققین نے ایک قانون و ضابطہ تحریر کیا ہے۔ کہ جب کوئی سربراہ مملکت شریعت کے خلاف چل رہا ہو۔ تو اس کے خلاف خروج و بغاوت

اس وقت تک جائز نہ ہوگی۔ جب تک اس میں کامیابی کے اسباب نمایاں نہ ہوں۔ اور اگر کسی نے ایسے اسباب کے نہ ہوتے ہوئے خروج کیا۔ تو یہ فعل "بدترین فعل" ہوگا۔

اسی اصول کے پیش نظر پھر انہی محققین کو ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ اگر واقعۃً یہ اصول ہے۔ تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف خروج "بدترین فعل" ہو گا۔ کیونکہ انہیں وہ اسباب مہیا نہ تھے۔ جن پر بھروسہ کر کے کامیابی کی امید لگائی جا سکتی۔ تو "بدترین فعل" کا مرتکب "شہید" کیونکر کہلا سکتا ہے۔ جو کہ نہایت ارفع و اعلیٰ مقام ہے۔ اور نیک ترین فعل کے ضمن میں اس کا حصول ہوتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر اسی اصل و قانون کے مطابق یہ بھی اعتراض ہوتا ہے۔ کہ جب ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کر لی۔ تو پھر کامیابی کے اسباب مہیا نہ ہوتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی کی مخالفت کیوں کی۔؟

شیعہ محققین نے ان امور کی توجیہ یوں کی۔ کہ قانون اپنی جگہ درست ہے۔ اور امام موصوف نے بھی اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ وہ اس طرح کہ جب کوفی شیعوں نے ہزاروں کی تعداد میں امام موصوف کو خطوط لکھے۔ جن میں اپنی وفاداریوں کا تذکرہ تھا۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے پر ان کی بیعت کرنے والوں کی کثرت و بہتات سے آپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ ان حالات میں میرا خروج کامیابی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ خروج پر کمربستہ ہو گئے۔ لیکن جب حالات نے پلٹا کھایا۔ اور کوفی شیعہ بدعہدی پہ اتر آئے۔ تو آپ کو اب ان اسباب کی توقع نہ رہی۔ جن کے بھروسہ پر خروج کیا گیا۔ اس لیے آپ نے خروج کی بجائے یزید کی بیعت کو قبول کر لینے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نے

امیر معاویہ کے مقابلہ میں کامیابی کے اسباب جب مہیا نہ پائے۔ تو خلافت سے دستبرداری کرلی۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام حسین وحسن رضی اللہ عنہما نے "اصول شیعہ"، کی مخالفت نہیں کی۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی سعی کی۔ کیونکہ شروع میں اسباب مہیا تھے۔ لہذا خروج جائز ہوا۔ لیکن بعد میں اسباب کے خاتمہ پر حالات تبدیل ہو گئے۔ ذکر شدہ ضابطہ اور شیعہ مذہب کا اصل خود ان کی معتبر کتاب سے ملاحظہ فرمائیں۔

تلخیص الشافی

فَكَيْفَ يُقَالُ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ رُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اِخْتَارُوْا مِنِّيْ اَمَّا الرُّجُوْعُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ اَنْ اَضَعَ يَدِيْ عَلٰى يَدِ يَزِيْدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ يَرٰى فِيَّ رَاْيَهٗ وَاِمَّا اَنْ تُسَيِّرُوْنِيْ اِلٰى ثَغْرٍ مِّنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكُوْنَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِهٖ لِيْ مَا لَهٗ وَعَلَيَّ مَا عَلَيْهِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ ص ۱۸۶
مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:۔

یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر بلاوجہ شرعی اپنی ذات کو ہلاکت وتباہی کی طرف دھکیلا۔ (یعنی امام موصوف نے یزید کے خلاف خروج کرتے وقت اسباب کامیابی کی طرف دھیان نہ کرتے ہوئے خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کی۔)

حالانکہ روایت موجود ہے۔ کہ امام موصوف نے عمر بن سعد سے فرمایا۔

تم لوگ مجھے اختیار دو۔ یا تو میں اسی جگہ واپس چلا جاؤں۔ جہاں سے میں آیا ہوں۔ (یعنی مدینہ منورہ) یا پھر میں یزید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لیتا ہوں۔ آخر وہ میرا چچیرہ بھائی ہونے کے ناطے سے میرے متعلق اچھی رائے رکھتا ہوگا۔ یا تیسری صورت یہ کہ مجھے مسلمانوں کے ساتھ کسی قلعہ میں قید کر دو۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ کیے جانے والے سلوک میں برابر کا شریک ہو جاؤں۔ اور میرے ساتھ بہتری کا سلوک وہی کیا جائے جو ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور مجھ پر وہ پابندیاں لگا دی جائیں۔ جو ان پر ہیں۔

تلخیص الشافی

وَاَمَّا الْجَمْعُ بَيْنَ فِعْلِهٖ وَفِعْلِ اَخِيْهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَوَاضِحٌ صَحِيْحٌ لِاَنَّ اَخَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَلَّمَ كَفًّا لِلْفِتْنَةِ وَخَوْفًا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاَهْلِهٖ وَشِيْعَتِهٖ وَاِحْسَاسًا بِالْغَدْرِ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَوِيَ فِيْ ظَنِّهٖ النُّصْرَةُ مِمَّنْ كَاتَبَهٗ وَوَثِقَ فَرَاَي مِنْ اَسْبَابِ قُوَّةِ نُصَّارِ الْحَقِّ وَضُعْفِ نُصَّارِ الْبَاطِلِ مَا وَجَبَ مَعَهٗ عَلَيْهِ الطَّلَبُ وَالْخُرُوْجُ فَلَمَّا انْعَكَسَ ذٰلِكَ وَظَهَرَتْ اَمَارَاتُ الْغَدْرِ فِيْهِ وَسُوْءُ الْاِتِّفَاقِ رَامَ الرُّجُوْعَ وَالْمُكَافَةَ وَالتَّسْلِيْمَ كَمَا فَعَلَ اَخُوْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمُنِعَ مِنْ ذٰلِكَ حِيْلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فَالْحَالَانِ

مشتقان۔

تلخیص الشافی جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۹۹

مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ:

بہرحال امام حسین اور ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہما کے فعل درمیان اتحاد و مطابقت بہت واضح ہے۔ وہ اس طرح کہ امام حسن نے خلافت سے دستبرداری اس لیے فرمائی۔ تاکہ اس کے ذریعہ فتنہ دب جائے۔ اور اپنی ذات اہل بیت اور اپنے محبوں ماننے والوں پر سے خطرہ ٹل جائے اور مجبوری و جبر یہ تھی۔ کہ آپ کو اپنے ہی ساتھیوں سے غداری کا خوف تھا۔ ادھر امام حسین علیہ السلام نے جب ظن غالب کے طور پر یہ سمجھا کہ جن لوگوں نے لگاتار انہیں خطوط لکھے۔ اور اپنی مدد کا اعتبار دلایا۔ وہ اپنی باتوں پر پورے اتریں گے۔ تو اس بنا پر آپ جان گئے۔ کہ حق کے معاونین کا پلہ بھاری ہے اور باطل کے پجاری کمزوری کا شکار ہیں۔ لہٰذا طلب خلافت اور یزید کے خلاف بغاوت و خروج ضروری ہو گیا ہے لیکن جب حالات یکسر اس کے الٹ ہو گئے۔ اور آپ نے ان لوگوں کی غداری بھانپ لی۔ اور بے اتفاقی اور عدم تعاون کے آثار دیکھے۔ تو آپ نے واپسی کا قصد فرمایا۔ اور امر خلافت سے دستبرداری کا ارادہ کر لیا۔ یہ اسی طرح ہوا۔ جس طرح اس سے قبل ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ دونوں بھائیوں کا رویہ ایک جیسا تھا۔

تلخیص الشافی

وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ اِذْ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ النَّفْسِ

وَاجِبٌ عَقْلًا وَ شَرْعًا وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَتَعَبَّدَ بِالصَّبْرِ عَلَى الْقَبِيْحِ وَاِنَّمَا يَتَعَبَّدُ بِالصَّبْرِ عَلَى الْحَسَنِ وَلَا خِلَافَ اَنَّ مَا وَقَعَ مِنَ الْقَتْلِ كَانَ قَبِيْحًا بَلْ مِنْ اَقْبَحِ الْقَبِيْحِ۔

(تلخیص الشافی جلد نمبر ۲ ص ۱۹۰

مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(شیعہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کسی کے خلاف حق کی آواز بلند کرنا چاہتا ہے لیکن اُسے یہ معلوم ہے کہ اس جرم میں وہ مجھے قتل کر دے گا۔ تو کیا ان حالات میں اُسے حق کی آواز بلند کرنی چاہیئے۔ بعض شیعہ علماء کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ اپنی ذات سے نقصان کو دُور رکھنا اور دُور کرنا عقلاً اور شرعاً لازم ہے۔ ان حالات میں صبر کا دامن تھام لینا اور اسے عبادت سمجھنا درست نہیں۔ کیونکہ صبر ہمیشہ اچھے کام کے سرانجام دینے میں مصائب پر کیا جاتا ہے۔ اور اسے سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر قتل ہو جائے (یعنی حق کا آوازہ دینے والا) تو اس کا یہ فعل بُرے کاموں میں سے سب سے بڑا کام ہوگا۔

تبصرہ:۔

تلخیص الشافی کی مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ جب کسی ظالم و جابر حکمران کو حق بات کہنے کی پاداش میں اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے لیے مصائب و تکالیف کے دروازے کھل جائیں گے۔ بلکہ قتل کرنے سے بھی حاکم وقت دریغ نہ کرے

گا۔ تو ایسی صورت میں اُس کے خلاف آوازِ حق بلند کرنا بدترین فعل ہوگا۔ ہاں اگر کامیابی کے امکانات واضح ہوں۔ تو پھر ایسا ضرور کرنا چاہیئے۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ور کہ جب تم میں سے کوئی برائی ہوتے دیکھے۔ تو اگر اُسے ہاتھ (یعنی طاقت) سے روک سکتا ہے۔ تو طاقت استعمال کرے۔ اگر اتنی طاقت نہیں۔ تو پھر زبان کی طاقت استعمال کرے۔ یعنی زبان سے روکے اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو دل سے ہی اُسے بُرا جانے الخ،،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں بھی یہی قانون جلوہ فرما ہے۔ کہ اگر کسی بُرائی کو مٹانے کی قوت نہیں۔ یعنی ہاتھ سے نہیں روک سکتا۔ تو ایسی صورت میں ہاتھ سے روکنا فرض نہیں۔ اور یہ درست نہیں۔ کہ خواہ مخواہ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالے اور قتل ہو جائے۔ بلکہ اس سے کم درجہ پر اُتر آئے۔ جو اُس کے اعتبار سے بڑا ہی درجہ ہے حتیٰ کہ زبان سے عاجز ہونے کی صورت میں صرف دل سے ہی بُرا جان لیا کرے۔ تو کافی ہے۔

تلخیص الشافی اور رسول اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کردار کو ملاحظہ کیا جائے۔ تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا۔ کہ یزید کے ہاتھ مضبوط ہیں۔ اور اہل مدینہ جو کچھ اس کی مخالفت میں کر رہے ہیں۔ یزید انہیں ضرور ستائے گا۔ اور ہلاکت و بربادی کا انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ تو آپ نے اہل مدینہ کو اس نقصان سے بچنے کے لیے ہدایت فرمائی۔ اور لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے منع فرمایا۔ ہاں اگر ایسے اسباب موجود ہوتے۔ کہ جن کی بنا پر اہل مدینہ کو اتنی قوت مل جاتی۔ کہ یزید کا مقابلہ کرنا ان کے لیے آسان ہوتا۔ اور کامیابی کے واضح امکانات ہوتے۔ تو پھر حضرت عبداللہ بن عمر کا انہیں منع کرنا قابلِ اعتراض ہوتا۔ لیکن ان امکانات کے معدوم ہونے

کی وجہ سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھ کر سنائی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”جس آدمی نے خلیفہ وقت کی مخالفت کی۔ اور اس کے خلاف، خروج و بغاوت کی۔ تو اس نے اسلام کے پٹہ کو اپنے گلے سے اتار پھینکا۔“

حسنین کریمین اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا کردار ایک جیسا ہے۔

تلخیص الشافی اور حدیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کردار کی توثیق کر دی۔ اور گزشتہ حوالہ جات میں آپ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک ضمنی سوال کے جواب ایک شیعہ محققین کے جواب کو بھی پڑھ چکے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین نے اپنے اپنے دور میں خلافت سے دستبرداری کی۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابتداءً خطوط کے پے در پے آنے کی وجہ سے خروج کا قصد فرمایا تھا۔ لیکن حالات کے یکسر تبدیل ہونے پر آپ نے کوفیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اہل کوفہ! مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ مجھے اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھنے (یعنی بیعت کر لینے) میں کوئی عار نہیں۔ آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ تو ان دونوں پر کوئی اعتراض نہیں۔ کہ انہوں نے امیر معاویہ کی بیعت کیوں کی۔ ان کے لیے خلافت سے دستبرداری کیوں اختیار کی۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت کرنے کی آمادگی کیوں ظاہر فرمائی؟ عدم اعتراض کی وجہ یہی وجہ ہے۔ کہ حالات ان کا ساتھ نہ دیتے تھے۔ لہٰذا ایسے حالات میں خروج کرنا کوئی قابل ستائش فعل ہرگز نہیں ہوگا۔ تو یہی صورت حال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تھی۔ انہیں بھی نظر آ رہا تھا

کہ اہل مدینہ کا انحراف خود ان کے لیے باعثِ مصیبت بن جائے گا۔ کیونکہ ان میں یزید کے فاسق و فاجر ہونے کے باوجود اس سے مقابلہ کرنے اور محاذ آرائی کی ہمت نہیں ہے۔

لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرات حسنین کریمین کا طرز عمل ایک ہی اصل کی مختلف شاخیں ہیں۔ تو اندریں صورت حضرت عبداللہ بن عمر پر اعتراض کرنا اور حسنین کریمین کی طرف سے صفائی پیش کرنا یا تو بغض و عداوت کی وجہ سے ہے۔ یا حضرات صحابہ کرام سے کینہ و حسد پر مبنی ہے یا پھر ان معترضین کی جہالت و نادانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک طرف حضرات حسنین کریمین کے کردار کو اپنایا۔ اور دوسری طرف آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا مسلک حق ہے۔ اور اہل تشیع غلطی پر ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات ائمہ اہل بیت معصوم نہیں ہوتے۔ یہ خاصہ صرف حضرات انبیائے کرام کا ہے۔ عصمتِ ائمہ اہل بیت دراصل اہل تشیع کا خود ساختہ عقیدہ ہے اور من گھڑت شرط ہے۔ ہم اس کی تفصیل سے گزشتہ اوراق میں تردید کر چکے ہیں مختصر یہ کہ اگر ائمہ اہل بیت کے لیے عصمت کو بطور شرط مانا جائے۔ تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت پر آمادہ ہونا قطعاً درست نہ ہوتا۔ اور نہ ہی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرتے۔ حتی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نہ ہوتا۔

نہج البلاغہ

وَاِنَّهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۰ صفحہ نمبر ۸۲ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:-
لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی امیر و حاکم ہونا ضروری ہے چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔)

لہذا صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو تلقین فرمانا محض اپنی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا آئینہ دار تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرات حسنین کریمین کا اسوہ بھی ان کے پیش نظر تھا۔

جواب امر دوم:-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے منع کرنے پر اہل تشیع یہ واویلا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ سب کچھ اہل بیت کی دشمنی اور محبتِ یزید کے پیش نظر کیا۔ محبتِ یزید میں بقول ان کے آپ اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ ان لوگوں کو بائیکاٹ تک کی دھمکی دی۔ جو یزید سے بیعت کا سلسلہ منقطع کریں گے اہل تشیع کے اس واویلے اور پروپیگنڈا کا اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے عمل سے موازنہ کرنے پر اور خود ان کے وضع کردہ اصول کے مطابق جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو اس کی کوئی اصل اور تصدیق نظر نہیں آتی۔ ذرا یہ لوگ بتلائیں تو سہی کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ آئیے اس مسئلہ پر ان کی کتب سے استشہاد پیش کریں۔ ملاحظہ ہو۔

روضہ کافی

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اُقِرَّ

لَكَ اَلَيْسَ تَقْتُلُنِيْ كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ بَلٰى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ بِمَا سَئَلْتَ۔

(الروضہ من الکافی جلد ۸ صفحہ ۲۳۵
حدیث یزید لعنہ اللہ مع علی بن حسین
علیہما السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(ایک قریشی کو یزید نے بلا کر اپنی بیعت کا کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اور اس انکار پر ڈٹے رہنے کی بنا پر یزید نے اُسے قتل کروا دیا تھا۔) اس واقعہ کے بعد یزید نے ایک آدمی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا۔ اور انہیں وہی کچھ کہا۔ جو قتل کیے گئے قریشی کو کہا گیا تھا۔ حضرت امام زین العابدین نے یہ سن کر پوچھا۔ اگر میں تیری بیعت کا اقرار نہ کروں۔ تو کیا تو مجھے اس قریشی کی طرح قتل نہیں کر دے گا؟ یزید علیہ اللعنہ نے کہا ہاں (تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہو گا۔ اور انکار پر تمہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ تو امام زین العابدین بولے۔ اچھا تو میں پھر تیری خواہش پوری کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ (یعنی تمہاری بیعت کر لیتا ہوں۔)

تو اب اس حوالہ کے بعد یہ سوال خود بخود ذہن میں ابھرتا ہے۔ کہ واقعہ حرہ میں جب لوگوں نے یزید کی بیعت سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ تو ان بیعت توڑنے والوں میں خود امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی تھے؟ تاریخ شاہد ہے۔ کہ امام موصوف سابقہ بیعت پر قائم رہے اور اس کو توڑنے کا کوئی ارادہ نہ کیا۔ کتب اہل سنت میں تو وضاحت و صراحت

کے ساتھ مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ

ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اِخْرَاجِ عَامِلِ یَزِیْدَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِهِمْ وَ هُوَ عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ عَمِّ یَزِیْدَ وَعَلٰی اِجْلَاءِ بَنِیْ اُمَیَّةَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَاجْتَمَعَتْ بَنُوْ اُمَیَّةَ فِیْ دَارِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَاَحَاطَ بِهِمْ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یُحَاصِرُوْنَهُمْ وَ اعْتَزَلَ النَّاسَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ (زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ) وَكَذٰلِكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَمْ یَخْلَعَا یَزِیْدَ۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۸ ص ۲۱۸
ثم دخلت سنۃ وستین مطبوعہ
بیروت)

ترجمہ:۔

(جب مدینہ کے رہنے والوں کو یزید کی بُری حرکات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور یزید کی بیعت سے دستبردار ہو گئے) پھر اس کے بعد اہل مدینہ نے دو باتوں پر اتفاق کر لیا۔ ایک یہ کہ یزید کے چچیرے بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ جو اس وقت اہل مدینہ پر یزید کی طرف سے عامل مقرر تھا۔ اور دوسری بات یہ تھی۔ کہ بنو امیہ کو ہرگز مدینہ میں نہیں رہنے

دیں گے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر اکٹھے ہو گئے۔ اور اہل مدینہ نے
ان کا محاصرہ کر لیا۔ امام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین اور عبداللہ بن عمر
بن الخطاب نے اہل مدینہ کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ ہی یزید کی بیعت توڑی۔

البدایۃ والنہایۃ

وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَجَمَاعَاتُ اَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ مِمَّنْ لَمْ يَنْقُضِ الْعَهْدَ وَلَا بَايَعَ اَحَدًا بَعْدَ بَيْعَتِهٖ لِيَزِيْدَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ نمبر ۲۳۲
ثم دخلت سنۃ اربع وستین
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور اہل بیت پیغمبر کی کثیر تعداد نے اس
بیعت کو نہ توڑا۔ جو انہوں نے یزید کے ہاتھوں پر کی تھی۔ اور اس کے بعد
کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔

مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کی کتب بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہیں۔
کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی۔ اور تا عمر اسی پر قائم رہے۔ اس
کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب لشکر یزید نے مدینہ پر حملہ کیا۔ جو واقعہ حرہ کے نام سے
مشہور ہے۔ تو اس لشکر کے سپہ سالار نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حفاظت
کے خصوصی انتظامات کیے۔ کیونکہ آپ ان لوگوں میں سے نہ تھے۔ جن کے خلاف
جنگ کرنا تھی۔ شیعہ مسلک کی مشہور تاریخ اس واقعہ کو یوں بیان کرتی ہے۔
ملاحظہ فرمائیں اگلے صفحہ پر۔

منتخب التواریخ منادی از جانب مسلم ندداد۔ .... ہر کس بیعت بایزید دارد در امان است پس ہر کس با او بیعت نکرد او را بقتل رساند..... لکن بحضرت علی بن الحسین (ع) صدمہ نرساند بواسطہ سفارشی کہ یزید کردہ بود والاشقاوت مسلم بن عقبہ از شمر و امثال او کمتر نبود۔

(منتخب التواریخ ص ۲۷۵ باب ششم در ذکر بعضے از وقعات زمان حضرت امام زین العابدین (ع) مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

مسلم بن عقبہ کی طرف سے ایک ڈھنڈورچی نے بآواز بلند کہا۔ جو شخص بھی یزید کے ساتھ سلسلہ بیعت رکھتا ہے۔ وہ آج امن میں ہے۔ پھر جس کسی نے یزید کی بیعت نہ کی تھی۔ اُس کو قتل کر دیا۔ لیکن حضرت امام زین العابدین رضی کو قطعاً کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ وجہ اس کی یہ تھی۔ کہ یزید نے خود ان کے بارے میں ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ .... وگرنہ مسلم بن عقبہ (جس نے اہل مدینہ کو بے دریغ قتل کیا) اپنے ظلم و ستم کے اعتبار سے شمر اور اس کے ساتھیوں سے کسی طرح کم نہ تھا۔

یزید کا وہ خالص غلام ،، ہونے پر بنی بیعت

مذکورہ حوالہ سے صاف صاف عیاں ہو گیا کہ جب اہل مدینہ پر واقعہ حرہ کے وقت یزیدیوں نے مظالم کے پہاڑ ڈھائے اس وقت ان میں سے امام زین العابدین رضی

بالکل امن وامان سے رہے۔ اور کسی نے ان کا بال بیکا بھی نہ کیا۔ اور اس کی وجہ بھی حوالہ مذکورہ میں موجود ہے۔ یعنی یہ کہ یزید کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم تھا۔ اب فوراً ذہن میں سوال ابھرتا ہے۔ کہ آخر یزید کو ان سے اتنی ہمدردی کیوں تھی؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ آپ بدستور یزید کی بیعت پر قائم تھے۔ اس سے بڑھ کر تاریخ یعقوبی کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جب واقعہ حرّہ میں یزیدیوں کو کامیابی ہو گئی۔ تو اہل مدینہ سے دوبارہ یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا۔ تو دوبارہ تجدید بیعت کرنے والوں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تاریخ یعقوبی

ثُمَّ اَخَذَ النَّاسَ عَلٰی اَنْ يُّبَايِعُوْا عَلٰی اَنَّهُمْ عَبِيْدُ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَكَانَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُؤْتٰى بِهٖ فَيُقَالُ بَايِعْ اٰيَةَ اَنَّكَ عَبْدٌ قِنٌّ لِيَزِيْدَ فَيَقُوْلُ لَا فَيُضْرَبُ عُنُقُهٗ فَاَتَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ عَلٰی مَا يُرِيْدُ اَنْ اُبَايِعَكَ قَالَ عَلٰی اَنَّكَ اَخٌ وَابْنُ عَمٍّ فَقَالَ وَاِنْ اَرَدْتَّ اَنْ اُبَايِعَكَ عَلٰی اَنِّیْ عَبْدٌ قِنٌّ فَعَلْتُ فَقَالَ مَا اَجْشَمَكَ هٰذَا فَلَمَّا اَنْ رَّاَى النَّاسُ اِجَابَةَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالُوْا هٰذَا ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَايَعَهٗ عَلٰی مَا يُرِيْدُ فَبَايَعُوْهُ عَلٰی مَا اَرَادَ۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۵۰-۲۵۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ پر فتح حاصل کر لی۔ تو اس نے بقیہ اہل مدینہ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ یزید کی اس بات پر بیعت کریں۔ کہ وہ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔ ایک قریشی کو یزید کے پاس لایا گیا۔ اور یزید کی، غلامی قبول کرنے پر یزید کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ تو اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس جواب پر اس کی گردن اڑا دی گئی۔ پھر مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ امام نے پوچھا۔ یزید کس بات پر بیعت لینا چاہتا ہے۔ کہا گیا۔ کہ آپ کا بھائی اور چچا زاد ہونے کی وجہ سے۔ اس پر امام نے فرمایا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ میں یزید کا غلام ہو کر اس کی بیعت کروں۔ تو میں اس پر بھی تیار ہوں۔ یہ سن کر مسلم نے کہا۔ ایسا کرنا آپ کے لیے کس قدر حشمت و رعب کی بات ہے۔ پھر جب لوگوں نے دیکھا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے کو قبول کر لیا ہے۔ تو کہنے لگے۔ یہ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے نے یزید کے ارادہ کے مطابق اس کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا ہم بھی اس کی شرائط کے مطابق اس کی بیعت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے بیعت کر لی۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بلا جبر و اکراہ تجدید بیعت کرنا اور ان کی سفارش سے بہت سے لوگوں کی جان بخشی ہونا۔

منتہی الآمال و بالجملہ چوں مسرف از قتل و غارت و ہتک اعراض مدینہ بپرداخت مردم را بہ بیعت یزید لعین و اقرار بر عبودیت و بندگی او خواند و ہر کہ اباء می کرد او را می کشت۔ تمامی اہل مدینہ بجز حضرت امام زین العابدین (ع) و علی بن عبداللہ بن عباس از ترس جان اقرار نمودند و بیعت کردند۔ ...... چوں آنجناب وارد شد و نگاہ مسرف بر آنحضرت افتاد چنداں ترس و رعب از آنحضرت در دل او جا کردہ کہ لرزہ او را گرفت و از برائے آنجناب بپائے خواست و آنحضرت را در پہلوئے خویش جائے داد و در کمال خضوع عرض کرد کہ حوائج خود را بخواہید قبول است پس ہر کہ را آنحضرت شفاعت کرد مسرف بجہت آنحضرت از او در گزشت و کمر ما از نزد او بیروں رفت۔

(منتہی الآمال جلد ۲ ص ۴۰ تصنیف
شیخ قمی۔ ظلم و تعدی لشکر یزید ملعون
در واقعہ حرہ۔ مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:۔

مختصر یہ کہ جب مسرف (یزید کی طرف سے اہل مدینہ کی سرکوبی کے لیے بھیجے جانے والے لشکر کا سردار) اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہوا۔ اور مدینہ کی عزت سے کھیل چکا۔ تو اس نے بقیہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ تم اپنے آپ کو یزید کی غلامی اور بندگی میں داخل کر لو۔ اور اس امر کا اقرار کر لو۔ پھر جو شخص اس اقرار سے انکار کرتا۔ اُسے وہ قتل کر دیتا۔ تمام اہل مدینہ نے ماسوائے حضرت امام زین العابدین اور علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنی جانیں بچانے کے لیے مذکورہ شرط پر یزید کی بیعت کر لی۔ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور مسرف کی نظر آپ پر پڑی۔ تو اس قدر اُس پر امام موصوف کا رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ امام موصوف کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو اپنے پہلو کے قریب جگہ دی۔ پھر انتہائی عاجزی سے عرض کی۔ آپ کی تمام ضروریات اور فرمائشیں ہم پوری کریں گے۔ آپ اس بارے میں کچھ فرمائیں۔ پھر جس شخص کے بارے میں امام موصوف نے (قتل نہ کرنے کی) سفارش کی۔ مسرف نے محض آپ کی خاطر اُس کی خلاصی کر دی۔ پھر عزت و احترام کے ساتھ اُن کے گھر سے رخصت ہوئے۔

تاریخ یعقوبی اور منتہی الآمال کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ سے قبل یزید کی بیعت کی تھی۔ اور اس واقعہ کے وقت بھی

آپ نے وہ سابقہ بیعت بحال رکھی۔ جبکہ بہت سے اہل مدینہ نئی بیعت رد کرنے کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ یہ نئی بیعت امام موصوف نے بھی۔ اور انہیں دیکھ کر اور بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور یہ نئی بیعت ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ ہر بیعت کرنے والا اس بات کا اقرار کرے گا۔ کہ وہ یزید کو اپنا آقا اور خود کو اس کا خالص غلام سمجھے گا۔

اہل مدینہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تجدید بیعت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند یزید کی بیعت کر رہے ہیں۔ اور اس کی غلامی کو قبول کر چکے ہیں۔ تو پھر ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔ بنا بریں تمام بقیہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت تسلیم کر لی۔

ان واقعات کے پیش نظر سابقہ اعتراض کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اعتراض اپنے اندر کوئی جان نہیں رکھتا۔ ایک طرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی کا عوام کو تنبیہ کرنا کہ وہ یزید کی بیعت نہ توڑیں۔ اور خود بھی اسی پر کاربند رہے۔ اور دوسری طرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنی سابقہ بیعت کو بھی برقرار رکھتے ہوئے نئے سرے سے یزید کی شرائط کے مطابق تجدید بیعت کی۔ اور اس غلامی یزید کے اقرار پر بیعت کرنے سے اہل مدینہ نے بھی امام موصوف کے مطابق یزید کی بیعت کر لی۔ اندریں حالات اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بوجہ بیعت نہ توڑنے کے محب یزید اور دشمن اہل بیت کہا جا سکتا ہے۔ تو یہی بات حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے واقع ہونے پر ان کے حق میں بھی ایسے الزامات لگنے چاہئیں۔ آخر بیعت یزید کو برقرار رکھنے میں دونوں مشترک ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایک ہی قسم کے فعل سے ایک مورد الزام دوسرا سزاوار تعریف؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

اگر اہل تشیع یہ شور و غل بپا کریں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کہ انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اور جو روایت اس سلسلہ میں مذکور ہوئی۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ تو میں تمام شیعوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی ایک فرد صرف ایک ہی روایت جو مسند اور صحیح ہو اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر دے۔ جس میں یہ بات واضح الفاظ میں موجود ہو۔ کہ یزیدی لشکر نے جب اہل مدینہ پر حملہ کیا۔ اور منکرِ بیعتِ یزید پر مظالم ڈھائے انہیں قتل کیا گیا۔ ان کے اسباب لوٹے گئے۔ تو کیا امام موصوف سے بیعت نہ کرنے پر ان سے بھی یہی سلوک ہوا۔

میرا دعویٰ ہے۔ کہ اگر کوئی ایک مستند و صحیح روایت ایسی پیش کی جائے۔ جس میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیعتِ یزید توڑنے کا ذکر ہو۔ اور ان کے مال و متاع کے لوٹنے کا تذکرہ ہو۔ تو فی روایت میں ہزار روپے نقد پیش کروں گا لیکن اس قسم کی روایت تو کجا بلکہ اس کے برعکس ایسی روایات بہت سی ملیں گی۔ جن میں یہ صاف صاف مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی واقعہ حرّہ سے قبل بھی بیعت کی تھی۔ اور واقعہ حرّہ کے بعد بھی نئی بیعت کی تھی۔ اور اس واقعہ میں آپکے مال و اسباب اور آپ کی ذات کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ جبکہ بیعت سے انکار کرنے والوں کو قتل تک کر دیا گیا تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب امر سوم

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی دھرا گیا ہے۔ کہ آپ نے یزید کی بیعت اس لیے نہ توڑی۔ کہ ایسا کرنے سے آپ کو بہت سا مالی فائدہ ہو۔ اور دنیوی ساز و سامان حاصل ہو جائے۔ اس الزام کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اے الزام دھرنے والو! یہ ثابت کر دو۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے بیعت نہ توڑی جو تم نے بیان کی ـــــــ لیکن ایسا تا قیامت ان سے نہ ہو سکے گا۔ البتہ ہم انہیں یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ اس دور کے اہل بیت کے سرتاج حضرت محمد بن حنفیہ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے یزید سے مال و دولت وصول کر کے خود بھی کھایا اور اہل بیت کے دیگر افراد کی ضروریات بھی اس سے پوری کیں۔ اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ پھر بھی اگر تمہارا الزام یہی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اس لیے قابلِ گرفت ہیں۔ کہ انہیں یزید کی طرف سے دنیوی مال و متاع کا لالچ تھا۔ تو یہی بلکہ اس سے بڑھ کر جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے۔ اب دونوں حضرات کے بارے میں ایک جیسا طرز و طریقہ ہونا چاہیے۔ ورنہ ایک مورد الزام ٹھہرے۔ اور دوسرے کو بری الذمہ قرار دیا جائے۔ یہ کون ذی عقل تسلیم کرے گا۔

رہا اس امر کا ثبوت کہ جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے یزیدی مال قبول کیا۔ خود اپنی ذات پر اُسے خرچ کیا اور دیگر اہل بیت کی ضروریات بھی اس سے پوری کیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں اگلے صفحہ پر۔

بحار الانوار

ثُمَّ تَجَهَّزَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَسَارَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى يَزِيْدِ ابْنِ مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ اَذِنَ لَهٗ وَ قَرَّبَهٗ وَاَدْنَاهُ وَ اَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلٰى سَرِيْرِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اٰجَرَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكَ فِيْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَقَصَكَ فَقَدْ نَقَصَنِيْ وَلَئِنْ كَانَ اَوْجَعَكَ فَقَدْ اَوْجَعَنِيْ وَلَوْ كُنْتُ اَنَا الْمُتَوَلِّيْ لِحَرْبِهٖ لَمَا قَتَلْتُهٗ وَلَدَفَعْتُ عَنْهُ الْقَتْلَ وَلَوْ بِحَزِّ اَصَابِعِيْ وَ ذِهَابِ بَصَرِيْ وَ لَفَدَيْتُهٗ بِجَمِيْعِ مَا مَلَكَتْ يَدِيْ وَ اِنْ كَانَ قَدْ ظَلَمَنِيْ وَ قَطَعَ رَحِمِيْ وَنَازَعَنِيْ حَقِّيْ وَلٰكِنْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ لَمْ يَعْلَمْ رَاْيِيْ فِيْ ذٰلِكَ فَعَجَّلَ عَلَيْهِ بِالْقَتْلِ فَقَتَلَهٗ وَلَمْ يَسْتَدْرِكْ مَافَاتَ وَبَعْدُ فَاِنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَيْنَا اَنْ نَرْضٰى بِالدَّنِيَّةِ فِيْ حَقِّنَا وَلَمْ يَكُنْ يَجِبُ عَلٰى اَخِيْكَ اَنْ يُنَازِعَنَا فِيْ اَمْرٍ خَصَّنَا اللّٰهُ بِهٖ دُوْنَ غَيْرِنَا وَعَزِيْزٌ عَلَيَّ مَا نَالَهٗ وَ السَّلَامُ فَهَاتِ الْاٰنَ مَا عِنْدَكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ فَتَكَلَّمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكَ فَوَصَلَ اللّٰهُ رَحِمَكَ

وَرَحِمَ حُسَيْنًا وَبَارَكَ لَهُ فِيمَا صَارَ اِلَيْهِ مِنَ الثَّوَابِ رَبِّهِ وَالْخُلْدِ الدَّائِمِ فِي جِوَارِ الْمَلِكِ الْجَلِيْلِ وَقَدْ عَلِمْنَا اَنَّ مَا نَقَصَنَا فَقَدْ نَقَصَكَ وَمَا عَرَاكَ فَقَدْ عَرَانَا مِنْ فَرَحٍ وَتَرَحٍ وَكَذَا الظَّنُّ اِنْ لَوْ شَهِدْتَ ذٰلِكَ بِنَفْسِكَ لَاخْتَرْتَ اَفْضَلَ الرَّاْيِ وَالْعَمَلِ وَلَجَانَبْتَ اَسْوَأَ الْفِعْلِ وَالْخَطَلِ وَالْاٰنَ فَاِنَّ حَاجَتِيْ اِلَيْكَ اَنْ لَّا تُسْمِعَنِيْ فِيْهِ مَا اَكْرَهُ فَاِنَّهُ اَخِيْ وَشَقِيْقِيْ وَابْنُ اَخِيْ وَاِنْ زَعَمْتَ اَنَّهُ قَدْ كَانَ ظَلَمَكَ وَكَانَ عَدُوًّا لَكَ كَمَا تَقُوْلُ قَالَ فَقَالَ لَهُ يَزِيْدُ اِنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ اِلَّا خَيْرًا وَلٰكِنْ هَلُمَّ فَبَايِعْنِيْ وَاذْكُرْ مَا عَلَيْكَ مِنَ الدَّيْنِ حَتّٰى اَقْضِيَهُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ اَمَّا الْبَيْعَةُ فَقَدْ بَايَعْتُكَ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ الدَّيْنِ فَمَا عَلَيَّ دَيْنٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاِنِّيْ مِنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كُلِّ نِعْمَةٍ سَابِغَةٍ لَا اَقُوْمُ بِشُكْرِهَا قَالَ فَالْتَفَتَ يَزِيْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ اِلٰى اِبْنِهِ خَالِدٍ فَقَالَ يَا بُنَيَّ اِنَّ ابْنَ عَمِّكَ هٰذَا بَعِيْدٌ مِنَ الْخِبِّ وَاللُّؤْمِ وَالدَّنَسِ وَالْكِذْبِ وَلَوْ كَانَ غَيْرُهُ كَبَعْضِ مَنْ عَرَفْتَ لَقَالَ عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ

كَذَا وَكَذَا لِيَسْتَغْنِمَ اَخْذَ اَمْوَالِنَا قَالَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ يَزِيْدُ فَقَالَ بَايَعْتَنِيْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ فَاِنِّيْ قَدْ اَمَرْتُ لَكَ بِثَلَاثِ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَابْعَثْ مَنْ يَقْبِضُهَا فَاِذَا اَرَدْتَ الْاِنْصِرَافَ عَنَّا وَصَلْنَاكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَلَا لَهٗ جِئْتُ قَالَ يَزِيْدُ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَقْبِضَهٗ وَتُفَرِّقَهٗ فِيْمَنْ اَحْبَبْتَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ قَالَ فَاِنِّيْ قَدْ قَبِلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ فَاَنْزَلَهٗ فِيْ بَعْضِ مَنَازِلِهٖ وَكَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِيٍّ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ صَبَاحًا وَمَسَآءً قَالَ وَاِذَا وَفَدَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَدْ قَدِمُوْا عَلٰى يَزِيْدَ وَفِيْهِمْ مُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ مُغِيْرَةَ الْمَخْزُوْمِيْ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ عَامِرِ الْاَنْصَارِيْ فَاَقَامُوْا عِنْدَ يَزِيْدَ لَعَنَهُ اللّٰهُ اَيَّامًا فَاَجَازَهُمْ يَزِيْدُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ اَجَازَ الْمُنْذِرَ ابْنَ الزُّبَيْرِ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَلَمَّا اَرَادُوا الْاِنْصِرَافَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اَقْبَلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى يَزِيْدَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْاِنْصِرَافِ مَعَهُمْ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَاَذِنَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ وَوَصَلَهٗ بِثَمَانِيْ اَلْفِ

دِرْهَمٍ وَاَعْطَاهُ عُرُوْضًا بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنِّيْ لَا اَعْلَمُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِكَ الْيَوْمَ رَجُلًا هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ وَقَدْ كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ لَا تُفَارِقَنِيْ وَتَاْمُرَنِيْ بِمَا فِيْهِ حَظِّيْ وَرُشْدِيْ فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَنْصَرِفَ عَنِّيْ وَاَنْتَ ذَامٌّ بِشَيْءٍ مِنْ اَخْلَاقِيْ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ اَمَّا مَا كَانَ مِنْكَ اِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ فَذَاكَ شَيْءٌ لَا يُسْتَدْرَكُ وَ اَمَّا الْاٰنَ فَاِنِّيْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ مُذْ قَدِمْتُ عَلَيْكَ اِلَّا خَيْرًا وَلَوْ رَاَيْتُ مِنْكَ خَصْلَةً اَكْرَهُهَا لَمَا وَسِعَنِي السُّكُوْتُ دُوْنَ اَنْ اَنْهَاكَ عَنْهَا وَاُخْبِرَكَ بِمَا يَحِقُّ لِلّٰهِ عَلَيْكَ مِنْهَا لِلَّذِيْ اَخَذَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَى الْعُلَمَاءِ فِيْ عِلْمِهِمْ اَنْ يُبَيِّنُوْهُ لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْهُ وَلَسْتُ مُؤَدِّيًا عَنْكَ اِلٰى مَنْ وَرَائِيْ مِنَ النَّاسِ اِلَّا خَيْرًا غَيْرَ اَنِّيْ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا الْمُسْكِرِ فَاِنَّهُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ وَلَيْسَ مَنْ وَلِيَ اُمُوْرَ الْاُمَّةِ وَدَعَا لَهُ بِالْخِلَافَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْاَشْهَادِ عَلَى الْمَنَابِرِ كَغَيْرِهِ مِنَ النَّاسِ فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِكَ وَ تَدَارَكْ مَا سَلَفَ مِنْ ذَنْبِكَ وَالسَّلَامُ قَالَ فَسُرَّ يَزِيْدُ لِمَا سَمِعَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ اَفْعَلُ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَلَا اَكُوْنُ اِلَّا عِنْدَ مَا تُحِبُّ قَالَ ثُمَّ وَدَّعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَرَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَفَرَّقَ ذٰلِكَ الْمَالَ كُلَّهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهِ وَسَائِرِ بَنِيْ هَاشِمٍ

وَقُرَیْشٍ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ وَقُرَیْشٍ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالذُّرِیَّةِ وَالْمَوَالِیْ اِلَّا صَارَ اِلَیْهِ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ الْمَالِ۔

(بحار الانوار تصنیف ملا باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۰۲ تاریخ حسین بن علی مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

پھر حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے تیاری کی۔ اور مدینہ منورہ سے چل پڑے چلتے چلتے آپ ملک شام میں یزید بن معاویہ کے پاس تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر یزید سے ملاقات کی درخواست کی۔ اُس نے اجازت دے دی اور اپنے قریب بٹھایا۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھ انہیں ایک ہی تخت پر بٹھا لیا پھر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابو القاسم! اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اجر سے نوازے۔ خدا کی قسم! اگر ان کی شہادت سے تمہیں نقصان پہنچا۔ تو اس سے مجھے بھی نقصان ہوا ہے۔ اور اگر ان کے واقعہ نے تمہیں دردمند اور دکھی کیا۔ تو مجھے بھی اس سے شدید صدمہ ہوا ہے۔ اگر میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا والی وارث ہوتا۔ اور مجھے کمان دی جاتی۔ تو میں انہیں نہ قتل کرتا۔ اور ہر ممکن قتل ہونے سے انہیں بچاتا۔ اگرچہ اس کی خاطر مجھے اپنے ہاتھ ضائع کرنا پڑتے اور آنکھوں کی بینائی سے محرومی اٹھانا پڑتی۔ میں اپنی تمام جائیداد ان کے بچانے کے لیے قربان کر دیتا۔ یہ سب کچھ اس بات کے جانتے ہوئے میں کر گزرتا۔ کہ انہوں نے میرے ساتھ زیادتی کی۔ میرے ساتھ رشتہ داری کے تعلق کو ختم کیا۔ اور میرے حق کے بارے میں انہوں نے مجھ سے

جھگڑا کیا۔ لیکن میں کیا کروں۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس بارے میں میری رائے نہ پوچھی۔ اور انہیں قتل کرنے میں جلد بازی سے کام لے کر قتل کر دیا۔ اور جو کچھ اُس نے کر دیا۔ اس کا تدارک نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی ممکن تھا۔ ان واقعات و حالات کے بعد یہ ہم پر لازم نہ تھا۔ کہ ذلت کو اپنے اوپر لازم کریں۔ اور نہ ہی آپ کے بھائی کے لیے یہ لازم تھا۔ کہ وہ ہمارے حق کے چھیننے میں ہم سے جھگڑا کھڑا کر دیتا۔ جو کہ اللہ کی طرف سے صرف ہمیں ہی عطا ہوا تھا۔ بہر حال جو کچھ ہو چکا ہے۔ مجھے اس کا سخت صدمہ ہے۔ والسلام۔

میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب آپ اپنی بات شروع کریں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد جناب محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ میں نے تیری باتیں اچھی طرح سُن لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تیری رشتہ داری کو قائم رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ امام حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ اور اللہ کی طرف سے جو انہیں ثواب حاصل ہوا۔ اس میں مزید برکت ڈالے۔ اور ہمیشہ کی جنت انہیں مبارک ہو وہ اللہ تعالیٰ کے فردوس میں رہیں۔ ہمیں معلوم ہے۔ کہ جس سے ہمیں نقصان پہنچا۔ وہ تمہارے لیے بھی باعث نقصان بنی۔ اور جو تمہارے لیے ان کی طرف سے خوشی غمی کے اسباب بنے۔ وہ ہمارے لیے بھی ہیں۔ اور ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ اگر تو بذاتہٖ اُن کے مقابلہ میں جنگ کے دوران موجود ہوتا۔ تو اپنی بہترین رائے پر عمل کرتا۔ اُن سے اچھائی کرتا۔ اور ان کے ساتھ بد سلوکی سے پرہیز کرتا۔ اب اس موضوع پر مجھ سے مزید باتیں نہ کرو۔ ممکن ہے کہ پھر تجھے ایسی باتیں سننی پڑیں۔ جو

میں سننا ناپسند نہیں کرتا۔ دیکھو امام حسین رضی اللہ عنہ میرے بھائی میرے والد کے بیٹے تھے۔ اگرچہ تمہارا خیال یہ ہے کہ وہ تیرے دشمن تھے۔ اور انہوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ جناب محمد بن حنیفہ کی یہ باتیں سن کر یزید کہنے لگا۔ آپ مجھ سے اُن کے بارے میں اچھی بات ہی سنیں گے۔ لیکن اس موضوع کو چھوڑو۔ اور آگے بڑھ کر میری بیعت کر لو۔ اور تمہیں جس قدر قرض دینا ہے۔ وہ مجھے بتلادو۔ تاکہ میں اس کی ادائیگی کا انتظام کردوں۔ جناب محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جہاں تک بیعت کرنے کا معاملہ ہے۔ وہ تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ (اور ابھی تک اُسی پر قائم ہوں۔ لہذا دوبارہ بیعت کی کوئی ضرورت نہیں) رہا میرے قرض کا معاملہ جو تم نے ذکر کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے کسی کا ادھار نہیں دینا۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کی نعمت وافر وکامل عطا فرمائی ہے۔ میں اُس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

راوی کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد یزید لعنت اللہ علیہ اپنے بیٹے خالد کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے بیٹے۔ یہ تمہارے چچا کا بیٹا۔ (محمد بن حنیفہ) ہر قسم کے لالچ، عیب اور دروغ گوئی سے پاک ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا۔ اور جانا پہچانا ہوتا۔ تو وہ ہماری پیش کش کے جواب میں یقیناً کہتا۔ کہ ہاں میں بہت مقروض ہوں۔ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ وہ اس طرح ہم سے مال و دولت کو غنیمت سمجھ کر ہڑپ کر جاتا۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ اس کے بعد جناب محمد بن حنفیہ کے پاس یزید آیا اور کہنے لگا۔ کیا تم نے میری بیعت کر لی ہے؟ جواب دیا۔ ہاں۔ اے امیر المؤمنین۔ اس کے بعد یزید نے اِن کے لیے تین لاکھ درہم دینے

کا اقرار کیا۔ اور ان سے کہا۔ کسی کو بھیج کر منگوا لینا۔ اور جب آپ کی واپسی کا ارادہ ہو۔ تو انشاء اللہ میں آپ سے ملاقات کروں گا۔ اس پیش کش کے جواب میں محمد بن علی نے کہا۔ مجھے اس مال و متاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس کی وصولی کے لیے یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر یزید نے کہا۔ اچھا تو پھر اسے لے کر اپنے خاندان کے اُن افراد کو بانٹ دینا۔ جنہیں آپ چاہیں۔ اِس پر محمد بن علی نے وہ رقم لے لی۔ اور کہا اے امیر المؤمنین! مجھے قبول ہے۔ پھر انہیں یزید نے ایک مخصوص مکان میں ٹھہرایا۔ اور جب تک یہ وہاں رہے۔ وہ روزانہ صبح و شام ان سے ملنے آتا تھا۔

اسی دوران اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس آیا۔ جس میں منذر بن زبیر، عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ المخزومی، عبداللہ بن حنظلہ بن عامر الانصاری بھی تھے۔ یہ وفد یزید کے ہاں کچھ دن ٹھہرا۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے یزید نے پچاس ہزار درہم کا وعدہ کیا۔ اور منذر بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دینے کو کہا۔ پھر جب ان لوگوں نے مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ کیا۔ محمد بن علی بذاتِ خود یزید کے پاس گئے۔ اور اس سے اجازت مانگی۔ کہ مجھے بھی اس قافلے کے ساتھ ہی مدینہ واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ یزید نے اجازت دے دی۔ اور دو لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم کا ساز و سامان ساتھ دیا۔ پھر کہا۔ اے ابوالقاسم! اس وقت تمہارے پورے خاندان میں میرے نزدیک تمہارے بغیر کوئی دوسرا ایسا شخص نہیں۔ جو تم سے زیادہ حلال و حرام کا عالم ہو۔ میری دیرینہ خواہش تھی۔ کہ تم میرے پاس ہی رہتے۔ اور مجھے ہر اس بات کی رہنمائی کرتے

جس میں میری بھلائی اور آخرت کی بہتری ہے۔ خدا کی قسم! میں یہ ہرگز پسند نہ کروں گا۔ کہ آپ یہاں سے جائیں۔ اور اس حال میں جائیں۔ کہ آپ کے دل میں میرے اخلاق کے متعلق کوئی قابلِ اعتراض تصویر ہو۔ جناب محمد بن حنفیہ بولے۔ کہ جو کچھ تمہاری طرف سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اُس کا تدارک تو ممکن نہیں۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ میں جب سے تمہارے ہاں مقیم ہوں۔ مجھے تمہارے اندر صرف اچھائی اور بھلائی ہی نظر آئی۔ بالفرض اگر مجھے تمہارے بارے میں کسی قسم کی بُرائی سننے یا دیکھنے میں آتی۔ تو میں چپ سا رہنے والا نہ تھا۔ بلکہ تمہیں ضرور اُس سے روکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے تمہیں ضرور آگاہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر عالم دین پر یہ لازم ہے۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے حق بیان کر دیں۔ اور اُسے مخفی نہ رہنے دیں۔ میں جب یہاں سے جاؤں گا تو اپنے ملاقاتیوں کو بھی تیرے بارے میں اچھی خبر سناؤں گا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ تمہیں اس نشہ آور شراب سے میں ضرور روکتا ہوں۔ یہ گندی ہے۔ اور شیطانی فعل ہے۔ اور دیکھو۔ جو شخص عوام کو اپنی بیعت کا کہتا ہو۔ اور بر سرِ منبر اپنی خلافت کا اعلان کرتا ہو۔ وہ اور عام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ لہٰذا تمہیں خوفِ خدا کھانا چاہیئے۔ اور اس سے قبل گزرے گناہوں پر معافی مانگنی چاہیئے۔ اور ان کا تدارک کرنا چاہیئے والسلام۔

راوی کہتا ہے۔ کہ یزید نے جب یہ گفتگو محمد بن علی سے سنی۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ انشاء اللہ میں آپ کے ارشادات پر عمل کروں گا۔ اور آپ کی پسند میری پسند ہوگی۔ اس کے بعد محمد بن علی

الوداع ہوئے۔ اور مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے وہ تمام دولت (جو یزید سے ملی تھی) اپنے رشتہ داروں کے علاوہ بنی ہاشم اور قریش کے تمام افراد میں بانٹ دی۔ یہاں تک ان میں سے کوئی اعلیٰ ادنیٰ ایسا نہ بچا۔ کہ جسے کچھ نہ ملا ہو۔ (یعنی سب کو تھوڑا بہت حصّہ ملا۔

بحارالانوار کے مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ واقعہ کربلا کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن علی رضی اللہ عنہ یزید کے پاس دمشق گئے۔ اور یزید کے مطالبۂ بیعت پر کہا۔ میں تو پہلے سے ہی تمہاری بیعت کر چکا ہوں۔ (نئی بیعت کی ضرورت نہیں)

۲۔ یزید نے انہیں ایک مخصوص مکان میں ٹھہرایا۔ اور روزانہ دو مرتبہ (صبح و شام) ان کے ہاں جاتا تھا۔

۳۔ یزید نے بوقتِ الوداع محمد بن علی کو دو لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم کا سامان ساتھ دیا۔

۴۔ بوقتِ الوداع یزید کے بارے میں محمد بن حنفیہ نے اقرار کیا۔ کہ تمہارے اندر مجھے کوئی خرابی نظر نہیں۔ اور علمائے حق کے رویہ کے مطابق میں تمہاری اس خوش خلقی اور بھلائی ہر ایک ملنے والے سے بھی بیان کروں گا۔

۵۔ یزید سے بوقت رخصت محمد بن علی نے یہ اعلان کیا۔ کہ یہاں سے جانے کے بعد میں وہی کچھ کروں گا۔ جو تمہیں اچھا لگتا ہو۔ اور بوقتِ ضرورت تمہارے ساتھ رابطہ رکھوں گا۔

۶۔ مدینہ منورہ پہنچ کر محمد بن علی نے یہ گرانقدر رقم اپنے رشتہ داروں اور بنی ہاشم و قریش میں تقسیم کر دی۔ کوئی بھی محروم نہ رہا۔

۷۔ یزید اس سے قبل شراب کا عادی تھا۔ لیکن محمد بن علی کے فرمان کے بعد

اس نے آئندہ کے لیے وعدہ کیا۔ کہ انشاء اللہ یہ بھی چھوڑ دوں گا۔

مجالس المؤمنین: مجلس چہارم در ذکر اکابر دین وافاضل مؤمنین از زمرۂ تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سید التابعین ابوالقاسم محمد بن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (ع)............ محمد مذکور علم و ورع و شجاعت بسیار داشت ولایۃ امیر المؤمنین علیہ السلام در حرب جمل و صفین بدست او بود۔ و بغایت شدید القوۃ بود........... و در تحفۃ الاحباء مسطور است کہ در روز حرب جمل حضرت امیر لوائے ظفر سیمائے خود را بدست قرۃ العین خویش محمد حنفیہ کہ سرو جویبار بخدمت و شجاعت بود دراد۔ و بوے فرمود۔ "تقدم" محمد بموجب فرمودہ پدر بزرگوار لوا را گرفت و لحظہ پیش بردانگاہ در اثنائے راہ متوقف شد.........

در کتاب کشف الغمہ و تاریخ ابن خلکان مسطور است کہ روزے از محمد حنفیہ پرسیدند کہ چونست کہ پدر تو را در ورطۂ قتال و مبارزت الطال و تنگنائے خیل و رجال در می آورد و برادر تو حسن و حسین را در کنف امن و سلامت نگاہ می دارد۔ محمد در جواب گفت کہ ایشاں بمنزلہ دو چشم اویند و من بجائے دست اویم و مقرر است کہ چشم خود را بدست نگاہ دارند۔

(مجالس المؤمنین جلد ۱ ص ۲۷۴ تا ۲۷۶ / مجلس چہارم مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

چوتھی مجلس میں دین کے ان اکابر اور مؤمنین کے ان افاضل کا تذکرہ ہوگا۔ جو حضرات تابعین کرام میں سے ہیں۔ سید التابعین جناب ابوالقاسم محمد بن علی

بن ابی طالب علیہ السلام۔

آپ علم و تقویٰ اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی ولائیت (جھنڈا) ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ انتہائی طاقت ور تھے۔

تحفۃ الاحباء میں مذکور ہے۔ کہ جنگ جمل کے وقت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے دستِ اقدس سے اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر جناب محمد بن حنیفہ نے اپنے والدگرامی کے ارشاد پر جھنڈا پکڑا۔ کچھ دیر ان کے سامنے رُکے۔ اور پھر پیش قدمی کی۔

کشف الغمہ اور خلکان نامی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ ایک دن لوگوں نے محمد بن حنیفہ سے پوچھا۔ کہ کیا راز تھا۔ کہ آپ کے والدگرامی نے آپ کو لڑنے کی جگہ اور گھوڑوں سے روندے جانے کے خطرہ میں ڈال دیا۔ اُدھر آپ کے دونوں بھائی حسنین کریمین کو اپنے پاس سلامتی میں رکھا؟ محمد بن حنیفہ نے جواب دیا۔ کہ حسنین کریمین والدگرامی کی آنکھوں کی مانند ہیں۔ اور میں ان کے ہاتھ کی مثل ہوں۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ جب آنکھوں پر کوئی مصیبت آنے لگتی ہے۔ تو پھر ہاتھ ہی اُس کا دفاع کرتے ہیں۔

تبصرہ:۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہ توڑنے کا لوگوں کو سختی سے مشورہ اس لئے دیا تھا کہ انہیں دنیوی مفاد تھا۔ لیکن مقام تعجب ہے۔ کہ یہ مفروضہ ابھی تک ثابت

نہ ہو سکا۔ اُدھر شیعہ تاریخ نے تو اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ کہ جناب محمد بن حنفیہ نے کثیر مال و دولت وصول کی۔ اور اہل مدینہ میں تقسیم کی۔ اور انہوں نے علامہ باقر مجلسی کی تحقیق و تحریر کے مطابق یزید سے رخصت ہوتے وقت صاف صاف اقرار کیا تھا۔ کہ میں یہاں سے مطمئن ہو کر رخصت ہو رہا ہوں۔ اور مجھے تمہارے اندر بجز خیر اور کچھ نظر نہ آیا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ رخصتی کے بعد میں انہی خیالات کی تبلیغ بھی کرتا رہوں گا۔ اہل بیت کے عظیم سپوت سے اپنے اس عہد کے بارے میں یہی توقع ہو سکتی ہے۔ کہ انہوں نے اسے نبھانے کی ہر ممکن کوشش کی ہو گی۔ ان کی علمیت، شجاعت اور پرہیزگاری بے مثل تھی۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے دست و بازو تھے۔

ان اوصاف حمیدہ کے ہوتے ہوئے یہ بھی یقینی امر ہے۔ کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہ توڑی۔ اسی طرح امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی بیعت یزید پر آخر دم تک قائم رہے۔ تو کیا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا فتویٰ ان پر بھی لگاؤ گے؟ اُدھر صرف دولت کا لالچ بطور الزام تھا۔ اِدھر دولت قبول کر کے اُسے اپنے ساتھ لے جانے کی تصریح ہے۔ اُدھر لوگوں کو تکالیف سے بچانے کیلیے بیعت یزید نہ توڑنے کا قول ہے۔ اور اِدھر بیعت یزید کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالے رہنے کا بیّن ثبوت ہے۔ کیا دشمنانِ صحابہ یہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ اندریں حالات کس کی شان عظیم اور کس کا کردار اچھا ہے؟ ایک عجیب منطق دیکھئے۔ کہ اہل تشیع ہر امام کو معصوم گردانتے ہیں۔

لہذا حضرت عبد اللہ بن عمر تو غیر معصوم ہوئے۔ اور امام زین العابدین و محمد بن علی معصوم۔ اگر ایک گناہ یا غلطی غیر معصوم کرے۔ تو وہ ہے ہی غیر معصوم اس سے اس کا صدور ممکن لیکن اسی طرح بلکہ اس سے سنگین غلطی معصوم کرے۔ تو پھر عصمت

کس چیز کا نام ہوا؟ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو محض دشمنی کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ اور امام زین العابدین و محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہما کو محض ازو محبت ۱۱ کے ناطے سے معاف کر دیا گیا۔ عدل وایمانداری کا کتنا عظیم مظاہرہ ہے۔ جس پر دنیائے شیعیت زندہ ہے؟

فتوحات شیعہ میں مولوی اسماعیل کا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو الزام تراشا گیا۔ ورکہ انہوں نے یزید کی بیعت خود بھی برقرار رکھی اور دوسرے لوگوں کو توڑنے سے منع کیا،، یہ کن حالات میں کہا گیا۔؟ اس کا تذکرہ تک مصنف نے نہ کیا۔ کیونکہ اگر حالات سے آگاہ کر دیا جاتا۔ تو ہر قاری سمجھ جاتا۔ کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اس پر متفق ہیں۔ کہ جب کسی ظالم اور جابر حکمران کی مخالفت میں کامیابی کے نمایاں آثار وشواہد موجود نہ ہوں۔ اُس وقت خروج وبغاوت درست نہیں۔ ایسی ہی بغاوت اور خروج کو تلخیص الشافی میں ,,واقبح القبائح،، کہا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بھی ابتداء میں کامیابی کے آثار پر تھا۔ جو بعد میں غداری اہل کوفہ وشام کی وجہ سے ناپید ہو گئے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا۔ وہ امام زین العابدین اور محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہما کی موافقت ہے ان کی مخالفت نہیں۔ اگر مخالفت کی ہے۔ تو کوئی ایک حدیث مسند ومرفوع اہل تشیع کے اکابر واماء پیش کر دیں۔ جس میں بالصراحت مذکور ہو۔ کہ امام زین العابدین اور محمد بن حنیفہ نے بیعت یزید توڑ دی تھی۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔ اور اگر موافقت ہے۔ جیسا کہ دلائل نے ثابت کر دیا۔ تو پھر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر ہی الزام دراصل دشمنی صحابہ کی دلیل ہے۔ اسی پر جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا جبکہ ان کا کردار اور سیرت حضرت امام زین العابدین اور محمد بن حنیفہ سے ملتی جلتی ہے۔ دراصل ان ائمہ اہل بیت کی

تنقیص ہے اور ان سے بیزاری کا بالواسطہ طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

تلخیص الشافی کی مذکورہ عبارت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین اہم باتیں تحریر تھیں۔ جب آپ نے دیکھا۔ کہ خط لکھنے والے نام نہاد محب یزید کے ہمنوا بن گئے ہیں۔ اور حالات یکسر پلٹ گئے ہیں۔ تو ایسے میں آپ نے تین باتوں کا مطالبہ کیا تھا۔ اول یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں مجھے واپس جانے دیا جائے۔ دوم یہ کہ مملکت اسلامیہ کی کسی سرحد پر جا کر رہنے دیا جایا۔ سوم یہ کہ مجھے یزید کے پاس لے جایا جائے تاکہ اَضَعَ یَدِی فِی یَدِہٖ یعنی میں اس کی بیعت کروں۔ باوجود اس کے کہ یہ تین تجاویز خود شیعہ مسلک کی کتاب میں مرقوم ہیں۔ لیکن انہی کا ایک نام نہاد مبلغ مولوی اسماعیل علیہ، علیہ گوجروی بے بسی کے عالم میں ہزیانی کیفیت طاری ہونے پر لکھتا ہے۔ کہ ان تین تجاویز والی عبارت دراصل اہل سنت کی کتابوں میں موجود تھی۔ تلخیص الشافی چونکہ مناظرہ کی کتاب ہے۔ اس لیے اس میں یہ عبارت سنیوں کو الزام دینے کے لیے پیش کی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ ہم شیعوں نے اس عبارت کو جزو ایمان سمجھتے ہوئے اسے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

"تلخیص الشافی مذہب شیعہ کی ایک مناظرہ کی کتاب ہے۔ اور عبارت بطور الزام کتب اہل سنت سے نقل کی گئی ہے۔ اور اہل سنت کی تمام تاریخوں میں موجود ہے آپ ہمیں الزام تو نہ دیں۔" (فتوحات شیعہ ص ۲۶۱) اس شبہ کے ازالہ کے لیے گزارش

ہے۔ کہ جہاں تک اس عبارت کا کتب اہل سنت میں پایا جانا مذکور ہوا۔ اس سے ہمیں ہرگز انکار نہیں اور انکار کریں بھی کیوں۔ ابھی گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ جب حالات ناساز گار ہوں۔ اور جانی مالی نقصان کے سامنے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ تو ایسے میں ظالم و فاسق حاکم کے خلاف علم بغاوت و خروج نہیں اٹھانا چاہیئے۔ لہذا جب امام عالی مقام نے حالات کا رُخ دیکھا۔ تو آپ نے کوئی ناجائز اور غلط مطالبہ نہیں کیا۔

مگر حیرت اس امر پر ہے۔ کہ "مبلغ اعظم"، کو اس کذب بیانی پر کس نے اکسایا اور منہ سے یہ کہا کہ یہ عبارت دراصل سنیوں کی ہے۔ تلخیص میں صرف الزامی طور پر مذکور ہوئی۔ اگر یہی حقیقت ہوتی۔ تو صاحبِ تلخیص عبارت مذکورہ کے ساتھ بطور حوالہ کسی کتاب کی نشاندہی کرتا۔ لیکن کوئی شیعہ مولوی عبارت مذکورہ کے ساتھ کوئی حوالہ دکھا دے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ دوسری کذب بیانی کی وجہ یہ ہے۔ کہ تلخیص الشافی کی مذکور عبارت سے پہلے کی چند سطور کو دیکھا جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے۔ کہ صاحب تلخیص نے یہ بحث کیوں چھیڑی ہے؟ تو بات واضح ہو جائے گی کہ صاحب تلخیص نے دراصل یہ باتیں ایک بحث کے ضمن میں تحریر کی ہیں۔ وہ یہ کہ جب کسی کے پاس کامیابی و کامرانی کے اسباب نہ ہوں۔ تو اسے وقت کے حاکم کے خلاف علم و بغاوت بلند نہیں کرنا چاہیئے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

اس موضوع پر شیخ طوسی صاحب تلخیص کہتا ہے۔ کہ جب یہی قاعدہ و قانون ہے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں خروج کیا۔ حالانکہ اسبابِ کامیابی موجود نہ تھے؟ اس سوال کا خود ہی جواب لکھا۔ کہ ابتداء میں حالات امام حسین کے موافق تھے! اور کوفیوں کے ہزاروں خطوط اس امر کی دلیل تھے۔ لیکن جب میدان کربلا میں پہنچے۔ تو حالات یکسر تبدیل ہو گئے۔ اور کامیابی کی جگہ ناکامی یقینی نظر آنے لگی۔ تو اس وقت آپ نے خروج کا مسئلہ معطل کر دیا۔ اور یزیدیوں کو چند تجاویز پیش کیں۔ یہ تجاویز کرنا دلیل

اس قانون وقاعدہ کی تائید میں تھیں۔ جو صاحبِ تلخیص نے سوال وجواب اور بحث کے لیے منتخب کیا تھا۔

ایک دفعہ اصل عبارت پھر ملاحظہ ہو جائے۔ تاکہ کذب بیانی آشکارا ہو جائے۔

تلخیص الشافی

فَكَيْفَ يُقَالُ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اِخْتَارُوْا مِنِّیْ اِمَّا الرُّجُوْعُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِیْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ اَنْ اَضَعَ يَدِیْ فِیْ يَدِ يَزِيْدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ يَرٰی مِنِّیْ رَاْيَهٗ وَاِمَّا اَنْ تَسِيْرُوْا بِیْ اِلٰى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكُوْنَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِهٖ لِیْ مَا لَهٗ وَعَلَیَّ مَا عَلَيْهِ ---------- فَاَبٰى عَلَيْهِ۔

(تلخیص الشافی جلد چہارم ص ۱۸۶
ذکر اعتراض بموقف الحسین علیہ السلام)

ترجمہ:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے جان بوجھ کر ہلاکت کو گلے لگایا۔ حالانکہ روایت موجود ہے۔ کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا۔ میری طرف سے تین تجاویز ہیں۔ ان میں سے جو قبول کر لو۔ تمہاری مرضی ہے۔ یا تو مجھے واپس اسی جگہ جانے دیا جائے جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا پھر میں بیعت کے لیے اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھنے کے لیے تیار ہوں۔ آخر وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔ میرے

متعلق وہ اچھی رائے ہی رکھتا ہوگا۔ یا تم مجھے مملکت اسلامیہ کی کسی طرف چھوڑ آؤ۔ تاکہ میں وہاں کے بسنے والوں کے ساتھ رہ پڑوں۔ اور اُن کے نفع و نقصان میں شریک ہو جاؤں۔۔۔۔۔ امام کی کوئی بات بھی انہوں نے نہ مانی۔

تلخیص الشافی کی مذکورہ عبارت غور سے پڑھیے۔ اور بار بار پڑھیے۔ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ تجاویز ایک سوال کے جواب کے طور پر پیش نہیں کی گئی۔ سوال نے کس نے اٹھایا؟ کیوں اٹھایا؟ اور اس کا جواب کس نے دیا؟ صاف ظاہر کہ سوال قانون مذکورہ پر وارد ہوتا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر کامیابی نظر نہ آتی ہو۔ تو حاکم وقت کے خلاف خروج درست نہیں۔ اور ایسا کرنے سے خود موت کو دعوت دینا ہے۔ اس لیے امام حسین نے یزید کے خلاف کیوں خروج کیا؟ تو اس کا جواب روایت مذکورہ سے دیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ جواب صاحب تلخیص الشافی امام صاحب کی برارت کے لیے دے رہا ہے۔ اور اس سے اپنے مسلک کا اظہار کر رہا ہے۔ اس لیے مولوی اسماعیل کا اسے "بطور الزام ذکر کرنا"، کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیعتِ یزید نہ توڑنا اور اہل مدینہ کو بھی اس سے باز رہنے کی تلقین کرنا اس وجہ سے نہ تھا۔ کہ آپ یزید کو اچھا اور خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ آپ سمجھتے تھے۔ کہ ہم اہل مدینہ اگر محاذ آرائی کریں گے۔ تو کامیابی کی قطعاً کوئی صورت نہیں۔ اس محاذ آرائی سے سراسر نقصان ہی نقصان ہوگا۔ صحیح بخاری کے شارحین نے بھی اس حدیث کی یہی تشریح لکھی ہے۔ ارشاد الساری وغیرہ شروح کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر کے فعل کی تائید کتب شیعہ میں سے ایک ضابطہ اور اصل کے ذریعہ بھی ہم نے تحریر کر دی۔ اور اس کی توثیق کے لیے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور

جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا بھی عمل پیش خدمت کر دیا ہے۔ لہذا حق آشکارا ہو گیا۔ اور باطل و کذب دُم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب صاحبانِ انصاف کو حق قبول کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور از روئے تعصب و عناد یزید کو اہل سنت کا امام کہنے سے توبہ کرنی چاہیئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

باب سوم

اہل سُنّت پر امامت سے متعلقہ اعتراضات

اعتراض اوّل

ائمہ اہل بیت کی تقلید چھوڑ کر دوسروں کی تقلید مخالفت رسول ہے

اہل سنت وجماعت کی کتب احادیث وتفاسیر میں وضاحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم اگر ان پر سختی سے کاربند رہے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ قرآن کریم اور اہل بیت۔ دونوں کا باہم اس قدر اتحاد ہے۔ کہ حوض کوثر پر دونوں حضور کی بارگاہ میں اکھٹے حاضر ہوں گے۔

یہ مضمون جس حدیث میں مذکور ہوا۔ وہ "حدیث ثقلین"، سے موسوم ہے۔

اہل سنت ان دونوں چیزوں سے روگردانی کرتے ہیں۔ قرآن حضرت علی المرتضیٰ لے کر حاضر ہوئے۔ تو اس وقت کے خلیفہ اور دوسرے صحابہ نے اسے ٹھکرا

ترک کے ایک اصل کو خیرباد کہہ دیا۔ دوسری چیز اہل بیت تھی۔ تو سنیوں نے اسے چھوڑ کر حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلانا پسند کیا۔ ائمہ اہل بیت میں سے کسی کی طرف ان کی نسبت نہیں۔ نتیجہ یہ کہ حدیث ثقلین،، میں موجود دونوں چیزیں چھوڑ دیں۔ اور پھر دعویٰ ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ ادھر یہ حدیث دونوں کی کتب میں موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مشکوٰۃ شریف:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقُصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ باب مناقب اہل بیت النبی مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ نے
فرمایا۔ اے لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اس
کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری
عترت یعنی اہل بیت نبی۔ اس کو امام ترمذی نے روایت فرمایا۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اسے مضبوطی
سے پکڑے رکھا۔ تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک
دوسرے سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب جو ایک رسی آسمانوں سے
زمین تک لٹکائی گئی ہے۔ اور میری عترت یعنی اہل بیت۔ یہ دونوں
ہرگز باہم جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ میں حوض کوثر پر آؤں گا۔ تو تم دیکھتے
رہنا کہ ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔
جیسا کہ اوپر سطور میں گزر چکا ہے۔ اہل سنت و جماعت نے ان دونوں کی پرواہ
نہ کی۔ اور یوں وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وصیت پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے
خود مورد طعن ہوئے۔

جواب اوّل:

”حدیث ثقلین“ میں جن امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں سے اول یہ کہ قرآن
کریم کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔
دوسری بات تمسک اہل بیت النبی ہے۔ اس سے مراد ان سے دلی عقیدت
اور محبت رکھنا ہے۔
تیسری بات ان دونوں کو جدا نہ کرنے کی ہے۔ تو اس سے مراد واضح۔ ہے کہ

قرآنی تعلیمات پر عمل اور آل بیت کی محبت دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ ایک دوسرے سے بڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن بہر حال مقدم ہے۔ اور اس کی عظمت مسلم ہے۔ کیونکہ اہل بیت بھی قرآن پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اور ان پر بھی قرآن کی اتباع لازم ہے۔

تمسک بالکتاب کی وضاحت

اہل بیت سے تمسک کا مطلب یہ ہرگز نہ ہے۔ اور نہ کبھی لیا گیا۔ کہ صرف اس نسبت کی بنا پر ان میں سے ہر ایک کا ہر کام اور ان کا ہر قول واجب الاتباع ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہزاروں ایسے ہیں۔ جو اپنے تئیں اہل بیت سے منسلک کرتے ہیں۔ اور ان کے عمل کی یہ حالت ہے۔ کہ کبھی بھولے سے بھی نماز نہ پڑھی۔ زنا، چوری اور دوسرے کبیرہ گناہ ان کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ تو کیا ایسے لوگوں کے قول و فعل کی اتباع کے لزوم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول سماعت فرمایئے۔

نہج البلاغہ:

وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ مِنْ فَاقَةٍ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۷۶ ص ۲۵۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جان لو کہ قرآن کے بعد کسی کو کسی سے کوئی حاجت نہیں۔

اس کی شرح ابن میثم میں اس کی وضاحت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

شرح ابن میثم:

ای لیس بعد نزولہ للناس وبیانہ الواضح حاجۃ بالناس الی بیان حکم فی اصلاح معاشھم ومعادھم۔

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۳۲۵،
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یعنی لوگوں کے لئے اس قرآن کریم کے نزول کے بعد اور اس کے واضح بیان کے بعد کسی شخص کی طرف سے اس کے معاش اور معاد کے احکام کے بارے میں اصلاحی وضاحت اور حاجت کی ضرورت نہیں ہے۔

نہج البلاغۃ:

الم اعمل فیکم بالثقل الاکبر

(نہج البلاغۃ خطبہ ۸۷ ص ۱۲۰ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا میں نے تمہارے اندر رہتے ہوئے ثقل اکبر یعنی قرآن کریم پر نہ عمل کیا۔

اس کی شرح میں ابن میثم نے یوں لکھتا ہے

شرح ابن میثم:

والثقل الاکبر کتاب اللہ واشار بکونہ اکبر الی انہ الاصل المتبع المقتدی۔

(شرح ابن میثم جلد دوم ص ۲۰۲ شرح الفصل الثالث من الخطبۃ الرابع والثمانین۔ مطبوعہ تہران۔

ترجمہ:
ثقل اکبر سے مراد کتاب اللہ ہے۔ اور "اکبر" سے اشارہ اس طرف ہے۔ کہ قرآن کریم ہی اصل ایسا ہے۔ جس کی اتباع ہونی چاہیئے۔ اور اس کی اقتداء کرنی چاہیئے۔

نہج البلاغہ:

وعلیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ للمتمسک والنجاۃ للمتعلق۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۶ ص ۲۱۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:
تم کتاب اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ مضبوط رسی اور ظاہر نور اور شفاء نافع اور پیاس بجھانے والی سیرابی اور تمسک کرنے والے کے لیے

عصمت اور عال کے لیے نجات ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تفسیر ابن میثم کی زبانی سنیئے۔

شرح ابن میثم:

ثُمَّ شَرَعَ فِي الْحَثِّ عَلَى لُزُوْمِ كِتَابِ اللّٰهِ بِاَوْصَافٍ نَبَّهَ بِهَا عَلَى فَضِيْلَتِهٖ الْاَوَّلُ كَوْنُهٗ الْحَبْلَ الْمَتِيْنَ وَلَفْظُ الْحَبْلِ مُسْتَعَارٌ لَهٗ وَوَجْهُ الْمُشَابَهَةِ كَوْنُهٗ سَبَبًا لِنَجَاةِ الْمُتَمَسِّكِ بِهٖ وَرَشَّحَ بِذِكْرِ الْمَتَانَةِ الثَّانِيْ كَوْنُهٗ نُوْرًا مُّبِيْنًا وَلَفْظُ النُّوْرِ اَيْضًا اِسْتِعَارَةٌ لَهٗ بِاِعْتِبَارِ الْاِهْتِدَاءِ بِهٖ اِلَى الْمَقَاصِدِ الْحَقِيْقِيَّةِ فِيْ سُلُوْكِ سَبِيْلِ اللّٰهِ الثَّالِثُ كَوْنُهٗ الشِّفَاءَ النَّافِعَ اَيْ مِنْ اَلَمِ الْجَهْلِ وَكَذٰلِكَ الرِّيُّ النَّاقِعُ لِلْعَطْشَانِ مِنْ مَّاءِ الْحَيٰوةِ الْاَبَدِيَّةِ كَالْعُلُوْمِ وَالْكَمَالَاتِ الْبَاقِيَةِ الرَّابِعُ كَوْنُهٗ عِصْمَةً لِّلْمُتَمَسِّكِ وَنَجَاةً لِّلْمُتَعَلِّقِ وَمَعْنَاهُ كَالَّذِيْ سَبَقَ فِيْ كَوْنِهٖ حَبْلًا۔

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۲۶۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

پھر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لزوم پر

اُبھارنے کے لیے اپنا ارشاد شروع فرماتے ہیں۔ اس ارشاد میں آپ نے قرآن کریم کے کچھ اوصاف بیان فرماکر اس کی فضیلت کی طرف توجہ دلائی۔ وصف اول یہ ہے کہ اسے "حبل المتین"، کہا یعنی مضبوط رسی۔ لفظ "حبل" قرآن کریم کے لیے بطور استعارہ استعمال فرمایا۔ دونوں کے درمیان مشابہت یہ ہے۔ کہ قرآن پاک ہر اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے۔ جو اس سے تمسک کرتا ہے۔ اور خواہشات سے نجات پانے کی صورت میں ایسا شخص دوزخ کے طبقات میں گرنے سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ جس طرح رسی ہر اس شخص کو نجات دینے کا سبب بنتی ہے۔ جو اُسے تھام لیتا ہے۔ اور لفظ متین میں مذکور متانت ترشیح ہے۔ دوسرا وصف اس کا نور مبین ہونا ہے۔ اس میں لفظ نور بھی قرآن کریم کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ہر شخص کو جو اس سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اُسے اللہ کے راستے میں چلنے میں حقیقی مقاصد کی راہنمائی کرتا ہے۔ تیسرا وصف یہ کہ یہ قرآن الشفاء النافع ہے۔ یعنی جہالت کے دکھوں سے مُکھی کرتا ہے۔ اور اسی طرح یہ وصف کہ قرآن الری الناقع ہے یعنی ابدی زندگی کے لیے پیاسے کے لیے پانی ہے۔ اس کے علوم اور کمالات ایسے ہیں۔ جنہیں کبھی فنا نہیں۔ چوتھا وصف اس کا عصمت ہونا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ہر تمسک کرنے والے اور اس سے تعلق رکھنے والے کو حفاظت اور نجات عطا فرماتا ہے۔ اور اس کا مطلب قرآن کے رسی ہونے کے مفہوم کی طرح ہی رہے۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے ...

اور اس کی اولیت کا بیان بالکل وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔ اس قرآن کے بتلائے ہوئے احکام اور ارشادات زندگی کی ہر نوع پر محیط ہیں۔ اس میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

لہٰذا اس ثقل اکبر کے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی قرآن مضبوط رسی، روشن سورج، سرچشمۂ ہدایت، اہل علم کے پیاسے کے لیے پانی اور امراض قلبیہ کے مریض کے لیے نسخہ شافیہ ہے۔ تمسک بالقرآن کا یہی مطلب ہے۔ جو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے

اہل بیت سے تمسک کی وضاحت

"حدیث ثقلین" میں دوسری بات "تمسک باہل بیت اور عترت الرسول" ہے جس کا مفہوم اور مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں اہل بیت کا احترام اور ان کی محبت ہونی چاہیے۔ لہٰذا ان سے محبت کرنے والا، جبکہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہوگا، گمراہ نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہر جائز اور ناجائز میں ان کو پیشوا اور راہنما بنالو بلکہ ان کی اقتدا اور اتباع اس وقت ہے۔ جب یہ خود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تبع ہوں۔ یہ مطلب ہم ہی نہیں بیان کرتے بلکہ کتب اہل تشیع بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

احتجاج طبرسی:

أُنْشِدُكُمْ بِاللهِ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ كِتَابُ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي فَأَحِلُّوْا

حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ وَاعْمَلُوْا بِمُحْكَمِهٖ وَاٰمِنُوْا بِمُتَشَابِهِهٖ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَاَحِلُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ وَعِتْرَتِيْ وَوَالُوْا مَنْ وَالَاهُمْ وَانْصُرُوْهُمْ عَلٰى مَنْ عَادَاهُمْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَزَالَا فِيْكُمْ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ دَعَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلِيًّا فَاجْتَذَبَهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ اَللّٰهُمَّ مَنْ عَادٰى عَلِيًّا فَلَا تَجْعَلْ لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَقْعَدًا وَلَا فِي السَّمَآءِ مَصْعَدًا وَاجْعَلْهُ فِيْ اَسْفَلِ دَرْكٍ مِّنَ النَّارِ۔

(احتجاج طبرسی جلد اوّل ص ۱۸۴،۲۰۷
احتجاج الحسن علی جماعۃ الخ
مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید۔)
(۲۔ احتجاج طبرسی طبع قدیم ص ۱۴۷
مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ (آپ نے فرمایا تھا) لوگو! بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم (اگر اس پر عمل پیرا رہے تو اس کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت

تو کتاب اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حلال سمجھو۔ اور اس کے حرام کردہ کو حرام جانو۔ اس کے واضح اور محکم احکام پر عمل کرو۔ اس کے متشابہات پر ایمان لاؤ۔ اور یوں کہو۔ ہم اللہ کی کتاب پر ایمان لائے۔ جو اس کی نازل کردہ ہے۔ اور میری اہل بیت اور عترت سے محبت رکھو۔ اور ہر اس شخص سے دوستی رکھو۔ جو ان کا دوست ہو۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرتے رہنا۔ اور وہ دونوں چیزیں تم میں اس وقت تک رہیں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے پیش کی جائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہیں اپنے ہاتھ سے اپنے نزدیک کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! جو بھی اس (علی) سے دوستی کرے۔ تو بھی اس سے دوستی کرنا۔ اور جو اس سے عداوت رکھے۔ تو بھی اس سے عداوت رکھنا۔ اے اللہ! جو بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو اس کا نہ زمین میں ٹھکانہ بنانا اور نہ ہی آسمانوں میں اس کی کوئی جگہ بنانا۔ اور اسے دوزخ کی آگ کے نچلے گڑھے میں ڈالنا۔

حیات القلوب:

شیخ مفید بسند معتبر از ابو سعید خدری روایت کردہ است کہ آخر خطبہ کہ حضرت رسول خدا صلے برائے ما خواندہ خطبہ بود کہ در مرض آخر خود خواند و از خانہ بیروں آمد تکیہ کردہ بر حضرت امیر المومنین و بر میمونہ آزاد کردہ خود پس بر منبر نشست و گفت ایہا الناس بدرستیکہ درمیان شما گذاردم دو چیز بزرگ و ساکت شد پس مردے برخاست و گفت یا رسول اللہ

دو چیز کہ گفتی کدام اند پس حضرت در غضب شد تا رنگ مبارکش سرخ شد فرمود کہ من نگفتم آں را مگر آنکہ می خواستم تفسیر آں بکنم ولیکن از ضعف بیماری نفسم تنگ شد پس فرمود کہ یکے از آنہا قرآن است کہ ریسمانی است آویختہ از آسمان بزمین یک طرفش بدست خدا است و یک طرفش بدست شما و دیگرے اہل بیت من اند پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ ایں سخن را بشما می گویم و می دانم کہ مردانی چند ہستند کہ ہنوز در پشتہائے اہل شرک اند و بدنیا نیامدہ اند و امید از ایشاں زیادہ از اکثر شما دارم پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ دوست نمی دارد اہل بیت مرا بندہ مگر آنکہ حق تعالیٰ رحمت خود را از و محجوب میگرداند در روز قیامت راوی گفت کہ من ایں حدیث را بخدمت حضرت امام محمد باقر عرض کردم و حضرت تصدیق آں فرمود۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۷۹
باب شصت و سوم در وصیت
آنحضرت۔ مطبوعہ لکھنؤ۔ طبع قدیم)

ترجمہ:

شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ آپ نے اپنا سب سے آخری خطبہ جو ہمیں دیا۔ وہ آپ نے اپنی بیماری کے دوران دیا تھا۔ آپ یہ خطبہ دینے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور میمونہ جو ان کی آزاد کردہ لونڈی تھیں سے کندھوں پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے کاشانہ سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں یقیناً تمہارے اندر دو بڑی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک شخص اٹھا۔

اور پوچھنے لگا۔ یا رسول اللہ! وہ دو چیزیں کون سی ہیں۔ جن کا آپ نے ابھی ذکر فرمایا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے۔ حتیٰ کہ آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے ان دو چیزوں کی بات اسی لیے کی تھی۔ کہ تمہارے سامنے اُن کی تفسیر کر دوں۔ لیکن بیماری میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے میرے سانس پھول گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ ان دو چیزوں میں سے ایک قرآن ہے۔ جو کہ آسمانوں سے زمین تک لٹکی ہوئی ایک رسی ہے۔ جس کا اوپر کا سرا اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور دوسرا سرا بندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ پھر فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ بات میں تمہیں سنا رہا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ چند ایسے خوش نصیب آدمی ہوں گے۔ جو ابھی مشرکین کی پشت میں ہیں۔ (یعنی پیدا نہیں ہوئے) اور دنیا میں نہیں آئے۔ مجھے ان سے بہ نسبت تمہارے زیادہ امید ہے۔ پھر فرمایا۔ خدا کی قسم! جو شخص میری اہل بیت سے دوستی اور محبت رکھے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بروز قیامت محبوب بنائے گا۔ اس روایت کو بیان کرنے والا کہتا ہے۔ کہ میں نے یہ روایت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔ تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی

حیات القلوب:

شیخ مفید بسند معتبر از عبد اللہ بن عباس روایت کردہ است ......

بدانید کہ من میروم بسوئے پروردگار خود و در میان شما چیزے میگذارم کہ اگر بآں متمسک شوید ہرگز گمراہ نمی شوید و آں کتاب خدا است کہ در میان شما است دو در ہر صبح و شام تلاوت می کنید پس رغبت منمائید در دنیاو

حسد مبرید بریکدیگر و دشمنی مکنید باہم و برادران باشید چنانچہ خدا شمارا امر فرمودہ است و بہ تحقیق کہ اہل بیت و عترت خود را در میان شما می گزارم و شمارا وصیت میکنم بایشاں۔ پس وصیت می کنم شمارا بانصار زیراکہ دانستید حقہائے ایشاں سبقہائے ایشاں را نزد خدا و نزد رسول و نزد مومناں توسعہ دادند براے شما در خانہ ہائے خود و نصف میوہ ہائے خود را بشما بخشیدند و اختیار کردند شمارا بر خود ہر چند کہ خود محتاج بودند پس کیکہ والی امرے شود در میان مسلمانان باید کہ نیکو کار انصار را نوازد و از بدکردار ایشاں عفو نماید۔ و ایں آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۱۷۷ تا ۱۱۷۸۔ باب شصت و سوم در وصیت آنحضرت۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم۔)

ترجمہ:

شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں اپنے پروردگار کے ہاں جا رہا ہوں۔ (یعنی اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔) اور تمہارے درمیان کچھ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم اس سے متمسک رہو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک قرآن کریم ہے۔ جسے تم روزانہ صبح و شام پڑھتے ہو۔ لہذا دنیا کی طرف رغبت نہ کرنا۔ اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرنا۔ اور آپس میں دشمنی نہ رکھنا۔ اور بھائی بھائی بن کر رہنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم بھی دیا ہے اور دوسری چیز یہ کہ میں اپنی اہل بیت اور عترت تم میں چھوڑے جا رہا

ہوں۔ تمہیں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں۔ ان کے حقوق کو یاد رکھنا۔ اور ان کی کوششوں کو بھی مدِ نظر رکھنا۔ جو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے کی ہیں۔ انہوں نے تمہاری خاطر اپنے رہائشی گھروں کو قربان کیا اور آدھے پھل تمہیں عنایت کیے۔ اور اپنی ذات پر تمہیں فوقیت دی۔ حالانکہ ان اشیاء کے وہ خود بھی محتاج تھے۔ لہٰذا جو شخص کسی کام پر مقرر ہو اور مسلمانوں کے درمیان اُسے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو۔ اس کو چاہیئے۔ کہ انصار کے اچھے کاموں پر انہیں نوازے۔ اور ان کے بُرے کاموں سے درگزر کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری مجلس اور تقریر تھی۔ جو آپ نے منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خلاصہ:

اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے "ودتمسک باہل بیت النبی،، کی تفسیر و تشریح بھی ہم نے ذکر کی۔ ان کتب کی عبارات سے اس کا معنی جو بیان کیا گیا۔ مختصر طور پر یہ ہے۔

قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے محبت اور عقیدت رکھی جائے۔ اسی لیے آپ نے منبر کے نزدیک بُلا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت اللہ کی محبت اور ان سے عداوت اللہ سے عداوت قرار دی۔ وصال شریف کے قریب آپ نے اپنی اہل بیت اور صحابہ کرام کے ساتھ عقیدت رکھنے پر زور دیا۔ اور اس سے وصیت فرمائی۔ شیخ مفید کے بقول یہ روایات سند کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت و عترت

رسول سے تمسک کا مطلب ان سے محبت کرنا اور ان کی تعظیم کرنا ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم نے بھی بیان فرمایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی[1]

(سورۃ شوریٰ پ ۲۵)

ترجمہ:

فرما دیجیے میں تم سے اس تبلیغ کرنے پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ صرف یہ مطالبہ ہے۔ کہ قرابت والوں سے تمہاری دوستی ہونی چاہیے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم

اہل تشیع نے ائمہ اہل بیت کی روایات کو قابل عمل نہ رہنے دیا۔

جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ حضرات اہل بیت سے تمسک کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ہر فرد اہل بیت کا قول و فعل واجب الاتباع ہے۔ چاہے وہ بدکردار اور بدعمل ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ ان سے محبت رکھی جائے۔ اور اگر یہی کہا جائے۔ کہ ان کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔ تو پھر ان حضرات سے مراد مخصوص لوگ ہوں گے۔ جو صاحبانِ علم اور عمل صالح کے پیکر ہیں۔ ان کی تقلید کرنے میں کسی کو انکار نہیں۔ لیکن ان کی تعلیمات اور ارشادات بعینہ ان کے ثابت

ہوں۔ تو پھر تقلید کا حکم ہوگا۔ اور اگر اُن میں اِن کے حاشیہ نشینوں نے کمی بیشی کر کے غیر معتبر اور ناقابلِ یقین بنا دیا ہو۔ تو پھر تقلید نہ ہوگی۔

یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے ارشادات اور ان کی تعلیمات میں اس قدر کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ کہ انہیں خود فرمانا پڑا۔ کہ ہماری کوئی بات اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے جب تک وہ قرآن کریم کی تعلیمات وارشادات کے موافق نہ ہو۔ بصورت دیگر ان کو ہرگز تسلیم نہ کیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِیْ هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا حَدِيْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ اَوْ تَجِدُوْنَ مَعَهٗ شَاهِدًا مِنْ اَحَادِيْثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَاِنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ دَسَّ فِيْ كُتُبِ اَصْحَابِ اَبِيْ اَحَادِيْثَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا اَبِيْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ (ص) فَاِنَّا اِذَا حَدَّثْنَا قُلْنَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ الرَّسُوْلُ (ص)

قَالَ يُوْنُسُ وَافَيْتُ الْعِرَاقَ فَوَجَدْتُ بِهَا قِطْعَةً مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ جَعْفَرَ (ع) وَوَجَدْتُ اَصْحَابَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) مُتَوَافِرِيْنَ فَسَمِعْتُ مِنْهُمْ وَاَخَذْتُ كُتُبَهُمْ فَعَرَضْتُهَا مِنْ بَعْدُ عَلٰى اَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا (ع) فَاَنْكَرَ مِنْهَا اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً

مِنْ اَحَادِيْثِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) وَقَالَ لِيْ اِنَّ اَبَا الْخَطَّابِ كَذَبَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لَعَنَ اللّٰهُ اَبَا الْخَطَّابِ۔

(رجال کشی ص ۱۹۵ تذکرہ مغیرہ بن سعید۔ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہماری کوئی ایسی حدیث قبول نہ کرنا۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف ہو۔ وہ روایت قبول کرنا جو ان دونوں کے موافق ہو۔ یا اس کی ہماری کوئی پہلے سے موجود حدیث تائید کرے۔ بے شک مغیرہ بن سعید لعنت اللہ علیہ نے میرے والد کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی بہت سی احادیث شامل کر دی ہیں۔ جو میرے والد صاحب نے ہرگز نہیں بیان فرمائیں۔ سو اللہ سے ڈرو۔ اور ہماری کوئی روایت و حدیث جو قول و سنت رسول کے مخالف ہو۔ قبول نہ کرو۔ ہم جب حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو یوں کہتے ہیں اللہ نے فرمایا۔ رسول کریم نے فرمایا۔

یونس کہتا ہے۔ کہ میں عراق گیا۔ وہاں مجھے امام ابو جعفر کے چند اصحاب سے ملنے کا اتفاق ہوا اور مجھے ابو عبداللہ کے اصحاب سے بھی ملنے کا موقعہ ملا۔ میں نے ان دونوں قسم کے اصحاب سے احادیث سنیں۔ اور ان کی کتابوں کو ساتھ لے لیا۔ پھر میں نے ان احادیث اور ان کی کتب میں مذکورہ روایات کو حضرت امام ابوالحسن الرضا کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے ان میں سے بہت زیادہ تعداد میں احادیث سے انکار

کردیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ احادیث ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ کی نہیں ہیں۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ ابوالخطاب نے ابوعبداللہ کی طرف جھوٹی احادیث اور روایات کی نسبت کردی۔ اللہ کی اس پر پھٹکار۔

شیعہ مذہب کے چار ستون جنہوں نے از خود احادیث وضع کر کے ائمہ کی طرف منسوب کیں اور شیعہ فرقہ قائم ہو گیا

بات تشنہ رہے گی۔ اگر ہم کتب حدیث شیعہ کے ان راویوں کا مختصر سا تذکرہ نہ کر دیں۔ جن پر ان کی کتب احادیث کا دارومدار ہے۔ ان چار مدد راویوں کے متعلق کتب شیعہ یہ کہتی ہیں۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو شیعہ مذہب راکھ کا ڈھیر بن گیا ہوتا۔

رجال کشی:

عَنْ جَمِيلِ بْنِ دراج قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْجَنَّةِ - بُرَيْدُ بْنِ مُعَاوِيَةَ العجلی وابابصير ليث ابن البختری المرادی ومحمد بن مسلم وزرارة اربعة بخباء امناءُ الله علی حلاله وحرامه لولا هولاء انقطعت اثار النبوة واندرست۔ (رجال کشی ص ۱۵۲ تذکرہ ابوبصیر لیث بن البختری مطبوعہ کربلا

ترجمہ:

جمیل بن دراج سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سُنا۔ کہ خوشخبری ہے جنت کی مخبتین کے لیے یعنی برید بن معاویۃ العجلی، ابو بصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارۃ۔ یہ چاروں بزرگ آدمی اللہ کے حلال وحرام کے امین تھے اگر یہ نہ ہوتے۔ تو آثارِ نبوت منقطع ہو جاتے۔ اور مٹ جاتے۔

اہل تشیع کے بقول ان کے مذہب کی بنیاد احادیث ائمہ اہلبیت پر ہیں اور یہ بات واضح ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان لوگوں نے خود احادیث تو نہیں سنی ہوں گی۔ بلکہ کسی راوی اور واسطہ کے ذریعہ پہنچی ہوں گی۔ ان تک پہنچنے کے واسطے یہی چار آدمی ہیں۔ جن کے بارے میں امام جعفر سے منسوب روایت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ گئے ہوتے۔

آیئے ان چار ستونوں کے بارے میں مختصر سا تذکرہ ہو جائے۔ کہ یہ کیسے راوی تھے۔ اور ان کی روایت کا درجہ کیا ہے؟

رجال کشی:

عن مسمع کرد بن ابی یسار قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ (ع) یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ بَرِیْدًا لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۳۴ تذکرہ زرارۃ بن اعین۔ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:
مسمع بن ابی یسار کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا۔ کہہ رہے تھے۔ اللہ کی پھٹکار برید پر اور خدا کی لعنت زرارۃ پر۔

رجال کشی:

عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ الشَّيْءَ حَتّٰى يَكُوْنَ۔

(رجال کشی ص ۱۵۱ تذکرہ ابو البصیر لیث بن بختری مطبوعہ کربلا۔)

ترجمہ:
مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ اللہ کی پھٹکار ہو محمد بن مسلم پر۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا۔

رجال کشی:

عن حماد الناب قَالَ جَلَسَ اَبُوْ بَصِيْرٍ عَلٰى بَابِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لِيَطْلُبَ الْاِذْنَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَقَالَ لَوْ كَانَ مَعَنَا طَبَقٌ لَاَذِنَ قَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ فَشَغَرَ فِيْ وَجْهِ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ اُفٍّ اُفٍّ

مَاهٰذَا؟ قَالَ جَلِيْسُهٗ هٰذَا كَلْبٌ شَغَرَ فِيْ وَجْهِكَ

(رجال کشی ص ۱۵۵ تذکرہ ابوبصیر مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حماد الناب کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر اندر آنے کی اجازت کے لیے بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ ابوبصیر نے کہا۔ اگر ہمارے پاس کھانے سے بھرا ایک طبق ہوتا۔ تو امام ضرور مجھے بلوا لیتے۔ اور اندر آنے کی اجازت دے دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنار میں ایک کتا آیا۔ اور اس نے ابوبصیر کے منہ پر پیشاب کر دیا۔ بولا یہ کیا ہے؟ اس کے کسی ساتھی نے کہا کتا ہے۔ جس نے تمہارے منہ پر پیشاب کر ڈالا۔

یہ تھی حالت اُن چار راویوں کی کہ جو اگر نہ ہوتے۔ تو آثار نبوت مٹ گئے ہوتے۔ حضرت امام جعفر نے انہیں لعنتی کہا۔ بدعقیدہ بتلایا۔ اور انہیں اپنے ہاں آنے کی اجازت بھی نہ دی۔ ایک طرف تو امام موصوف ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان پر لعنتیں ڈالی جا رہی ہیں۔ جو بظاہر تناقض نظر آتا ہے تو یہ بھی ہماری زیر بحث بات کی دلیل ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی روایات واحادیث میں اس قدر کذب وافترا سمو دیا گیا ہے۔ کہ اس کا امتیاز ناممکن سا ہو گیا ہے۔ امام موصوف کی یہ منافقت نہیں۔ بلکہ ان کے ماننے والوں کی شرارت ہے۔

امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کا وہ زمانہ ہے۔ کہ جس میں انہیں ”تقیہ“ سے

کام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ بڑی وضاحت اور جوانمردی سے انہوں نے تبلیغ فرمائی۔ لہذا اس کلام کو تقیہ پر محمول کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اصل الشیعہ واصولہا

وَجَاءَتِ الْفَتْرَةُ بَيْنَ دَوْلَتَيْ أُمَيَّةَ وَبَنِي الْعَبَّاسِ فَاتَّسَعَ الْمَجَالُ لِلصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَارْتَفَعَ كَابُوسُ الظُّلْمِ وَحِجَابَاتُ التَّقِيَّةِ فَتَوَسَّعَ فِي بَيْتِ الْأَحْكَامِ الْإِلٰهِيَّةِ وَنَشْرِ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ الَّتِي اسْتَقَاهَا مِنْ عَنْ صَافِيَةٍ مِنْ آبَائِهِ عَنْ جَدِّهٖ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَظَهَرَتِ الشِّيعَةُ ذٰلِكَ الْعَصْرَ ظُهُورًا لَمْ يَسْبِقْ لَهُ فِي مَا غَبَرَ مِنْ أَيَّامِ آبَائِهِ وَتَوَلَّعُوا فِي تَحَمُّلِ الْأَحَادِيثِ وَبَلَغُوا مِنَ الْكَثْرَةِ مَا يَفُوتُ حَدَّ الْإِحْصَاءِ حَتّٰى أَنَّ أَبَا الْحَسَنِ الْوَشَّادِ قَالَ لِبَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ أَدْرَكْتُ فِي هٰذَا الْجَامِعِ يَعْنِي (مَسْجِدَ الْكُوفَةِ) أَرْبَعَةَ آلَافِ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْوَرَعِ وَالدِّينِ كُلٌّ يَقُولُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ۔

(اصل الشیعہ واصولہا مترجم ص۵۱-۵۲ مطبوعہ لاہور)

--

ترجمہ:

صادق آل محمدؐ کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے مواقع جاتے رہے تھے۔ بنا بریں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطرہ کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب، رجوع نہیں ہوتے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگانِ معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے بقول ابوالحسن وشاؒ میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ حدثنی جعفر بن محمد۔ یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔ بہر کیف بنو امیہ اور بنو العباس کی بے پناہ جاہ طلبی، طوفانی تشدد، حد سے گزری ہوئی دنیا پرستی پھر غیر محدود رنگ رلیاں اور اس کے برعکس فرزندانِ علی کی علم دوستی، عبادت گزاری، حق پسندی اور غلط سیاست سے احترازیہ ایسے صریح اور قوی موثرات تھے۔ جو تشیع کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کرتے گئے۔

ایک بہانہ

مذہب شیعہ کے ستونوں کے بارے میں سطور بالا کے اندر آپ پڑھ چکے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ لوگ ملعون تھے۔ اس کا جواب یا اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے بعض شیعوں کا یہ بہانہ ہے۔ کہ امام موصوف نے یہ سب کچھ از روئے تقیہ فرمایا۔ ''اصل الشیعہ واصولہا'' کی عبارت سے اس بہانے کی دو ٹوک تردید ہو جاتی ہے۔ جب تقیہ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ (اگر شیعوں کے مطابق تھی) اور دور امام باقر و جعفر زریں دور تھا۔ شیعیت کا عروج تھا۔ تو ایسے دور میں ان حضرات کو تقیہ سے کام لینے کی کون سی مجبوری تھی۔ اس لیے امام موصوف کے ارشادات کو ''تقیہ'' پر محمول کرنے کا بہانہ تلاش کرنا بالکل بے سود ہے۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کی دوغلی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف محبت اہل بیت اور دوسری طرف ان کی طرف من گھڑت اور جھوٹی روایات کی نسبت۔ غالباً اسی وجہ سے ابو بصیر کے منہ پر کتے نے پیشاب کر کے اس کے دوغلے پن کو ظاہر کر دیا۔

رجال کشی:

عن ابن مسکان قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ اباجعفر و اما جعفر فان فی قلبی علیہ لفتۃ فقلت لہ وما حمل زرارۃ علی ھذا؟ قال حملہ ھذا ان اباعبداللہ اخرج مخازیہ۔

ترجمہ:

ابن مسکان کہتا ہے۔ کہ میں نے زرارہ کو یہ کہتے سنا۔ اللہ تعالیٰ ابوجعفر امام باقر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ البتہ جعفر یعنی امام جعفر صادق تو ان کے متعلق، میرے دل میں انتشار ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے ابن مسکان سے اس کی وجہ پوچھی۔ اور پوچھا ایسے اتنی بات کرنے پر کیوں جسارت ہوئی؟ کہا اس لیے۔ کہ امام جعفر صادق نے اس کی ذلت و رسوائی کے اسباب ظاہر کئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دوغلاپن اور منافقت ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اس میں حضرات ائمہ اہل بیت کا قطعاً دخل نہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ منافقین کی جو علامات قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ سب کی سب اہل تشیع میں پائی جاتی ہیں۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدِ الشَّامِيِّ قَالَ قَالَ اَبُوالْحَسَنِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ (ع) مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اٰيَةً فِي الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا وَهِيَ فِيْمَنْ يَنْتَحِلُ التَّشَيُّعَ۔

(رجال کشی ص ۲۵۴ تذکرہ ابوالخطاب مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی آیت منافقین کے بارے میں نازل کی۔ وہ (بدرجہ اتم) اس شخص میں پائی جاتی ہے

جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتا ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی۔ تقلید ان کے اقوال وارشادات اور تعلیمات پر ہوتی ہے۔ لیکن جن کے ذرائع سے ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں۔ انہی کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ملعون قرار دے دیا۔ حالانکہ مذہب شیعہ کے یہ چار راوی بنیادی ستون ہیں۔ جب ان کا حال یہ ہے۔ تو پھر ان کے بعد والے راویوں کی "وہ شان" تو نرالی ہی ہو گی۔ ان کی شرارتوں اور من گھڑت روایتوں نے کسی ایک حدیث و روایت کو معتبر نہ رہنے دیا۔ تو ایسے میں تقلید کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔

کیونکہ ان کی باتوں کا ثبوت موجود ہے۔ اگر ایسے ہی ائمہ اہل بیت کرام کی تعلیمات ہوتیں۔ تو ہمارے سر ماتھے۔ پڑھو تم اس مقام پر تھوڑی سے سیر مذہب امامیہ کے دیگر راویوں کی بھی ہو جائے تو بات مزید واضح ہو جائے گی۔

امام حسن و حسین، زین العابدین و باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرنے والوں کا حال

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ (ع) قَالَ كَانَ لِلْحَسَنِ (ع) كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ (ع) كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ۔

(رجال کشی ص ۱۹۷ تذکرہ مغیرہ بن سعید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ امام حسن پر روایات کے سلسلہ میں بہتان تراشنے اور جھوٹ باندھنے والے بہت سے لوگ تھے۔ جنہوں نے امام موصوف سے سُنا تو کچھ بھی نہیں۔ (لیکن ان کی طرف منسوب کر کے بہت سی روایات انہوں نے ذکر کیں) اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی جھوٹ باندھنے والے جھوٹ باندھتے تھے حالانکہ

ان لوگوں نے قطعاً امام موصوف سے سنا نہیں۔ مختار نامی راوی امام علی بن الحسن رضی اللہ عنہ پر جھوٹی روایات ڈالتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے باپ (امام باقر رضی اللہ عنہ) پر بہتان تراشتا تھا۔

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) قَالَ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ) قَالَ هُمْ سَبْعَةٌ اَلْمُغِیْرَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَبَنَانٌ وَصَایِدُ النَّهْدِیْ وَحَمْزَةُ بْنُ عَمَّارَةَ الزَّبِیْدِیْ وَالْحَارِثُ الشَّامِیْ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ وَاَبُو الْخَطَّابِ ------

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا (ع) كَانَ بَنَانٌ یَكْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَكَانَ مُغِیْرَةُ بْنِ سَعِیْدٍ یَكْذِبُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرَ (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِیْرٍ یَكْذِبُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَكَانَ اَبُو الْخَطَّابِ یَكْذِبُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ۔

(رجال کشی ص ۲۵۶ تذکرہ ابوالخطاب مطبوعہ کربلا۔)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے

اس قول کی تعبیر میں فرمایا۔ وہ کیا میں تمہیں وہ لوگ بتلاؤں جن پر شیاطین اترتے ہیں۔ ان لوگوں پر جو پرلے درجے کے بہتان لگانے والے اور بہت بڑے گناہ کرنے والے ہیں،،، اس آیت کا مصداق سات آدمی ہیں۔ مغیرہ بن سعید، بنان، صائد النہدی، حمزہ بن عمارۃ الزبیدی، حارث الشامی، عبداللہ بن عمرو بن الحارث ابوالخطاب ابوالحسن الرضا کہتے ہیں۔ بنان نے علی بن حسین پر جھوٹ باندھے۔ جس کی سزا کے طور پر اللہ اس کو لوہے کی گرمی کی سزا دے۔ اور مغیرہ بن سعید نے امام باقر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھے اس کو بھی اللہ تعالیٰ لوہے کی گرمی کی سزا دے۔ محمد بن بشیر نے ابوالحسن موسیٰ پر جھوٹ باندھا۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ لوہے کی حرارت کا عذاب دے۔ اور ابوالخطاب نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق پر جھوٹ باندھے۔ اللہ اسے بھی لوہے کی گرمی کی سزا دے۔

رجال کشی:

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ كَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَتَعَمَّدُ الْكِذْبَ عَلٰى اَبِيْ وَيَاْخُذُ كُتُبَ اَصْحَابِهِ وَكَانَ اَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُوْنَ بِاَصْحَابِ اَبِيْ يَاْخُذُوْنَ الْكُتُبَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ فَيَدْفَعُوْنَهَا اِلَى الْمُغِيْرَةِ فَكَانَ يَدُسُّ فِيْهَا الْكُفْرَ وَالزَّنْدَقَةَ وَيُسْنِدُهَا اِلٰى اَبِيْ ثُمَّ يَدْفَعُهَا اِلٰى اَصْحَابِهِ فَيَاْمُرُهُمْ اَنْ يَبُثُّوْهَا فِي الشِّيْعَةِ فَكُلَّمَا كَانَ فِيْ كُتُبِ اَصْحَابِ اَبِيْ مِنَ الْغُلُوِّ فَذَاكَ

مِمَّا دَسَّهُ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فِيْ كُتُبِهِمْ ---- قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ (ع) يَوْمًا لِاَصْحَابِهٖ لَعَنَ اللهُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَلَعَنَ اللهُ يَهُوْدِيَّةً كَانَ يَخْتَلِفُ اِلَيْهَا يَتَعَلَّمُ مِنْهَا السِّحْرَ وَالشَّعْبَذَةَ وَ الْمَخَارِيْقَ اِنَّ الْمُغِيْرَةَ كَذَبَ عَلٰى اَبِيْ فَسَلَبَهُ اللهُ الْاِيْمَانَ ---- وَاِنَّ قَوْمًا كَذَبُوْا عَلَيَّ مَالَهُمْ اَذَاقَهُمُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ فَوَاللهِ مَا نَحْنُ اِلَّا عَبِيْدُ الَّذِيْ خَلَقَنَا وَاصْطَفَانَا مَا نَقْدِرُ عَلٰى ضَرٍّ وَّلَا نَفْعٍ اِنْ رَحِمَنَا فَبِرَحْمَتِهٖ وَاِنْ عَذَّبَنَا فَبِذُنُوْبِنَا وَاللهِ مَالَنَا عَلَى اللهِ حُجَّةٌ وَلَا مَعَنَا مِنَ اللهِ بَرَآءَةٌ

(رجال کشی ص۱۹۶ تذکرہ مغیرہ بن سعید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ مغیرہ بن سعید وہ شخص ہے۔ جو جان بوجھ کر میرے والد پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ میرے والد کے اصحاب کی کتابیں مغیرہ کے اصحاب اس کے پاس لے جاتے۔ کیونکہ ان دونوں کا میل ملاپ رہتا تھا تو پھر مغیرہ میرے والد کے اصحاب کی کتب میں کفر اور بے دینی کی باتیں درج کر دیتا۔ اور ان کی نسبت میرے والد کی طرف کر دیا کرتا تھا۔ ملاوٹ شدہ کتابیں وہ اپنے اصحاب کو دے دیتا۔ اور انہیں ہدایت کرتا۔ کہ ان باتوں کو مذہب شیعہ میں ذرا مضبوطی سے رکھنا۔ لہٰذا جب بھی تمہیں میرے

والد کے اصحاب کی کتابوں میں اس قسم کی زیادتی نظر آئے۔ تو یہ وہی ہوگی جو مغیرہ بن سعید نے ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے درج کردی تھی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا اللہ تعالیٰ مغیرہ بن سعید پر لعنت بھیجے۔ اور یہودیوں پر بھی۔ مغیرہ کا یہودیوں کے پاس آنا جانا تھا۔ ان سے جادو، شعبدہ بازی اور خلاف عادت کام سیکھنا مغیرہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا۔ تو اللہ نے اس کا ایمان سلب کرلیا........ اور بے شک کچھ لوگوں نے مجھ پر بھی جھوٹ باندھا اللہ انہیں لوہے کی حرارت کا عذاب دے۔ خدا کی قسم! ہم اسی اللہ کے بندے ہیں۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور برگزیدہ فرمایا۔ ہم نہ نقصان اور نہ نفع کے مالک ہیں۔ اگر ہم پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے۔ تو یہ اس کی رحمت کا صدقہ ہے۔ اور اگر ہمیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے۔ تو اس کی وجہ ہمارے گناہ ہوتے ہیں۔ نہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی حاصل ہے۔ اور نہ ہی ہمارے پاس بری الذمہ ہونے کا کوئی اس کی طرف سے پروانہ ہے

ایک مشہور اشکال:

اہل تشیع کے کچھ افراد اہل سنت پر یہ اعتراض و اشکال پیش کرتے ہیں۔ کہ تم اپنے آپ کو ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا مقلد کہتے ہو۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ان کے مرید تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق ان کی والدہ امام جعفر صادق کے عقد میں ہونے کی وجہ سے باپ بیٹے کا رشتہ بھی ہوا۔ ان تین رشتوں کے پیش نظر ان کی بجائے اہل سنت کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تقلید اور ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے میں کیا ہچکچاہٹ ہے

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی تقلید کیونکر جائز ہے۔

جواب اول :

اس اشکال کا پہلا جواب وہی ہے۔ جو ابھی ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے۔ یعنی یہ کہ ہمیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کے راویوں کے طرزِ عمل کی بنا پر اعتبار نہیں جب واسطہ ہی ملعون، کذاب اور زندیق ہو۔ تو اس کی روایت کہاں درست ہوگی؟

جواب دوم :

تقلید کے بارے میں افضل و مفضول کا معاملہ محض دھوکہ دہی کے لیے ذکر کیا گیا ہے ورنہ اس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ تقلید کے لیے بنیادی بات یہ ہے۔ کہ اس شخص کی زندگی کے معاملات اور اس کے استخراجی قوانین و اصول موجود ہوں جن سے مزید قانون سازی ہو سکے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد ترتیب خلافت کے اعتبار سے افضلیت ہے۔ تمام صحابہ کرام مطلقاً تابعین کرام سے افضل ہیں۔ اگر افضل و مفضول کی تقلید کا مسئلہ ہوتا۔ تو ہم سبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے۔ ہزاروں لاکھوں ابو حنیفہ ہوں لیکن پھر بھی صدیق اکبر سے افضل نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ خلفائے اربعہ جہاد اور معاملات ملکی و ملی میں اس قدر مصروف رہے۔ کہ انہیں قواعد و اصول وضع کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ بلکہ ان کے دور میں اس کی ضرورت بھی پیش نہ آئی لیکن امام ابو حنیفہ نے محنت کی اور اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ جس سے تا قیامت نئے پیش آنے والے مسائل کا حل نکل سکتا تھا۔ اسی طرح امام شافعی، مالک، احمد بن حنبل نے اپنی اجتہاد کا

بصیرت کو بروئے کار لاکر جزئیات فقہیہ کی بنیاد اور اصول وضع کیے۔ تو مسلمانوں نے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کر کے ان کی طرف نسبت میں فخر محسوس کیا۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملنے والے اصول و قواعد پر ہی یقین نہیں کہ واقعی ان کے ہیں کیونکہ ان سے اخذ و استنباط کرنے والے بقول امام جعفر ملعون و زندیق ہیں۔ اور کذاب ہیں۔ تو پھر کس منہ سے ان کی روایات کو امام موصوف کی روایات قرار دیا جائے۔ اس لیے امام موصوف اگرچہ امام ابو حنیفہ کے استاد، مرشد اور باپ تھے۔ لیکن تقلید کی بنیاد موجود نہیں۔ اس لیے تقلید امام ابو حنیفہ کی کی گئی۔

جواب سوم:

یہ بات، بالکل درست ہے۔ کہ حضرت امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما علم و عمل کے پیکر تھے۔

لیکن یہ بھی درست ہے۔ کہ ان سے مروی روایات و احادیث میں اہل تشیع کے مذہب کے ستونوں نے خلط ملط کر دیا ہے۔ اگر اس مقام پر یہ وہم ڈالا جائے کہ ائمہ اہل بیت کی اتباع اور ان سے تمسک کا تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے؟

تو یاد رکھیے۔ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تمسک اہل بیت سے مراد کیا ہے۔ وہ ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر ان حضرات سے تمسک کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تو تمہاری کتابیں یہ بھی کہتی ہیں کہ اسی طرح آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بھی حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا اتباع جس طرح اہل بیت کی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کی بھی ہونی چاہیے۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

معانی الاخبار:

عَنْ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اٰبَائِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ مَا وَجَدْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَکُمْ بِهٖ لَا عُذْرَ لَکُمْ فِیْ تَرْکِهٖ وَ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ کَانَتْ فِیْهِ سُنَّةٌ مِنِّیْ فَلَا عُذْرَ لَکُمْ فِیْ تَرْکِ سُنَّتِیْ وَ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ سُنَّةٌ مِّنِّیْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا بِهٖ فَاِنَّمَا مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ بِاَیِّهَا اُخِذَ اِهْتَدٰی وَبِاَیِّ اَقَاوِیْلِ اَصْحَابِیْ اَخَذْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

(۱)۔ معانی الاخبار تصنیف شیخ صدوق ص ۱۵۶ تذکرہ معنی وو مثل اصحابی، کالنجوم، مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۲)۔ بصائر الدرجات جزء اول، تصنیف الشیخ العیسیس بن فروخ ص ۱۱ نادر من الباب الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جعفر بن محمد اپنے آباؤ اجداد رضوان اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تمہیں اللہ کی کتاب میں مل جائے

تو اس پر عمل کرنا تمہارے لیے لازم ہے۔ اس کے چھوڑنے پر تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا۔ اور جو تمہیں اللہ کی کتاب میں نہ ملے۔ اور سنتِ پیغمبر میں مل جائے۔ تو اس کے چھوڑنے میں تمہارا کوئی عذر نہیں مانا جائے گا۔ اور جس مسئلہ میں میری کوئی سنت اور حدیث نہ ملے۔ تو پھر جو صحابہ کرام کا قول ہو اسی کے مطابق عمل کرو۔ میرے اصحاب کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ستارے۔ تم جس کے ارشادات کے پیچھے چل پڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ اور جس کو اپنا مقتدا بنا لیا۔ ہدایت مل جائے گی۔

"معانی الاخبار" کی اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عترت اور اہل بیت کی اطاعت و اتباع کی رغبت دی ہے اسی طرح آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اتباع و اطاعت کا بھی فرمایا ہے۔ اس لیے صرف آل بیت کی اتباع پر ہی توقف کرنا اور صحابہ کرام کو اس میں شامل نہ کرنا یکطرفہ کاروائی ہے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ ان میں سے کسی کی طرف اپنی نسبت کر لی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ وہی ہے۔ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی اصول و قواعد فقہیہ مرتب نہ کیے تاکہ آئندہ پیش آنے والے مسائل کا حل ان کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا۔ اگرچہ مقام مرتبہ کے اعتبار سے سبھی افضل تھے۔ اور ان کے بعد آنے والے ان سے کم درجہ تھے۔ لیکن اسی طرح اہل تشیع نے بھی کیا۔ وہ اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے "فقہ جعفریہ کے پیروکار" کہلاتے ہیں۔ فقہ علویہ (حضرت علی المرتضیٰ کی طرف منسوب) فقہ حسنیہ (حضرت امام حسن کی طرف منسوب) فقہ حسینیہ (حضرت امام حسین کی طرف منسوب) کے پیروکار نہیں کہلاتے۔ تو کیا اس نسبت کی وجہ سے انہوں نے افضل کو چھوڑ کر مفضول کی نسبت اپنا لی؟

جواب: وہی ہوگا کہ ان (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) کے پیشرووں نے چونکہ اصول فقہ کا علم مدوّن اور مرتب نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کے قواعد و ضوابط مقرر فرمائے۔ لہذا ان کی طرف مذہب شیعہ کی نسبت نہ کی گئی۔

اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے مستحق تھے۔ کہ ان کی تقلید کی جاتی۔ لیکن ان کی طرف سے کسی اصول و قواعد کے مرتب ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہ تذکرہ امام ابوحنیفہ کے حصہ میں آیا۔ اس لیے ہم نے ان کی تقلید اپنائی۔ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے اگرچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اصول و قواعد فقہیہ کا تذکرہ فرمایا۔ لیکن ان کی طرف تقلید کی نسبت اس وجہ سے نہ کی گئی۔ کہ ان کی روایات اور ان کے ارشادات جن ذرائع اور اسباب سے ہمیں علم ہوا۔ ان کو نہ تو خود امام موصوف قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ اس قابل و لائق ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ امام موصوف کی کسی بات پر یقین کیا جاسکے۔ کہ یہ بات واقعی امام موصوف کی ہے۔ اس لیے امام موصوف کی طرف تقلید کی نسبت نہ ہوئی۔

اس مقام پر ایک دو سوال ہم بھی اہل تشیع سے پوچھ لیتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

۱۔ اے اہل تشیع! تم نے اپنے مذہب کی نسبت امام جعفر صادق کی طرف کر کے افضل کو چھوڑ دیا۔ اور مفضول کی تقلید کر لی۔ ایسا کیوں؟

۲۔ جعفریہ فقہ کے مقلدو! حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات و احادیث جن چار ستونوں کے ذریعہ تم تک پہنچیں۔ ان کے بارے میں خود تمہاری کتب امام موصوف کی زبانی ملعون و کذاب، اور زندیق کہہ رہی ہیں۔ ایسے افراد کے ذریعے پہنچنے والی احادیث و روایات پر تمہارے مذہب کی عمارت ہوئی اور فقہ جعفریہ کے مقلد بنے۔ یہ تقلید کیونکر درست قرار پائی؟

۳۔ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد

مربداور بیٹے ہیں۔ ان تین طرفہ رشتہ داریوں کو تم بھی مانتے ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق وہ الفاظ نہیں ملتے۔ جو ان چار افراد کے بارے میں امام موصوف کی طرف سے پائے جاتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ تم امام ابو حنیفہ کی تشریحات اور مستندات کو قبول نہیں کرتے؟

اسی موضوع کے ضمن میں ایک بات جو بطور اعتراض کہی جاتی ہے۔ میں اس کا بھی مختصر سا جواب دینا چاہتا ہوں اگرچہ جواب ہو چکا ہے۔ لیکن سوال سامنے نہیں تھا سوال یہ ہے۔ کہ سنیوں کی سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب "صحیح البخاری" ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ اس عظیم کتاب میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں احادیث رسول جمع کی گئی ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت خصوصاً حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں ملتی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنیوں کو آل بیت سے دشمنی تھی۔ اس لیے ان کی حدیث کی روایت نہ کی۔ حالانکہ ان کے پاس احادیث کا کافی ذخیرہ تھا؟

اس اعتراض کا جواب جو ہے۔ آپ کی توجہ اس طرف مبذول ہو چکی ہو گی مختصر یہ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ تو انہیں بہت سی احادیث مختلف ذرائع سے دستیاب ہوئیں۔ لیکن ان تمام احادیث کو آپ نے اپنی صحیح میں درج نہ فرمایا۔ بلکہ اس کے لیے ان کی شرائط تھیں۔ جن پر جو حدیث پورا اترتی۔ اسے درج فرما دیتے اور جو ان شرائط کے پورا کرنے سے قاصر ہوتی۔ اسے چھوڑ دیتے۔ اسی طرح صحیح مسلم شریف اور دیگر صحاح کی شرائط ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بنفسہ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہ پایا۔ تاکہ ان سے بالمشافہ احادیث کی سماعت فرما کر انہیں اپنی صحیح میں درج فرما دیتے۔ لاجرم انہیں وسائط و اسباب و ذرائع کے حصول پر

توقف کرنا پڑا۔

چونکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تک جتنے ذرائع ان کے اور امام حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے درمیان تھے۔ ان کے بارے میں آپ گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے۔ کہ وہ کذاب، ملعون و زندیق تھے۔

تو ایسے ذرائع سے ملنے والی حدیث کسی بھی "محدث" کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

اس لیے ان ذرائع کے مخدوش ہونے کی وجہ سے ان کی مرویات، صحاح ستہ میں درج نہیں ہوئیں۔ یہ نہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی حدیث ہی نہ تھی۔

اس تحقیق و تفصیل سے مذکور طعن کا جواب بالکل واضح ہو گیا۔ کہ ہم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی باوجود افضل ہونے کے تقلید کیوں نہیں کرتے۔ اور ابوحنیفہ کی تقلید باوجود مفضول ہونے کے کیوں کرتے ہیں۔ یہاں افضل و مفضول کا کوئی مسئلہ نہیں اور نہ ہم اس کے منکر ہیں۔ اللہ تعالےٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض دوم

بارہ خلفاء والی حدیث "ائمہ اہل بیت" کی خلافت کے لیے نص قطعی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث پاک میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ بات ہے۔ کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ اور یہ بھی واضح بات ہے۔ کہ وہ بارہ خلفاء یہ ہیں۔

۱۔ حضرت علی (۲) حضرت حسن (۳) حضرت امام حسین (۴) امام زین العابدین (۵) امام باقر، ۶، امام جعفر صادق (۷) امام موسیٰ کاظم (۸) امام موسیٰ رضا کاظم (۹) امام تقی (۱۰) امام نقی (۱۱) امام حسن عسکری۔ (۱۲) امام مہدی علیہم الرحمۃ)

ان بارہ ائمہ کا نام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ پھر اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام گنوا کر جن کی امامت کی خبر دی۔ اہل سنت ان بارہ[12] ائمہ کو چھوڑ کر دوسرے کئی ایک فاسق و فاجر لوگوں کے نام ان میں شامل کرتے ہیں۔ اور ان حقیقی نامزد ائمہ کی ترتیب سے انکار کرتے ہیں۔ تو سنیوں کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ اہل بیت کے ساتھ بغض و عداوت کا نتیجہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بھی نافرمانی ہے۔ اس لیے محبت اہل بیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اگر تم واقعی اپنے آپ کو اس محبت کا اہل سمجھتے ہو۔ تو ائمہ اہل بیت کی امامت کے قائل ہو جاؤ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

ان کراب بھی تائب ہو جاؤ۔ اہل سنت کی کتب میں ائمہ اہل بیت کی امامت و خلافت کے متعلق نص قطعی ملاحظہ ہو۔

ینابیع المودۃ:-

وَفِي فَرَائِدِ السِّمْطَيْنِ بِسَنَدِهٖ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ يَهُودِيٌّ يُقَالُ لَهٗ نَعْثَلٌ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَسْئَلُكَ عَنْ اَشْيَاءَ ...... فَاَخْبِرْنِي عَنْ وَصِيِّكَ مَنْ هُوَ فَمَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَصِيٌّ وَاِنَّ نَبِيَّنَا مُوسٰى بْنَ عِمْرَانَ اَوْصٰى يُوشَعَ بْنَ نُونٍ فَقَالَ اِنَّ وَصِيِّي عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ وَبَعْدَهٗ سِبْطَايَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ تَتْلُوهُ تِسْعَةُ اَئِمَّةٍ مِنْ صُلْبِ الْحُسَيْنِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَسَمِّهِمْ لِي قَالَ اِذَا مَضَى الْحُسَيْنُ فَابْنُهٗ عَلِيٌّ فَاِذَا مَضٰى عَلِيٌّ فَابْنُهٗ مُحَمَّدٌ فَاِذَا مَضٰى مُحَمَّدٌ فَابْنُهٗ جَعْفَرٌ فَاِذَا مَضٰى جَعْفَرٌ فَابْنُهٗ مُوسٰى فَاِذَا مَضٰى مُوسٰى فَابْنُهٗ عَلِيٌّ فَاِذَا مَضٰى عَلِيٌّ فَابْنُهٗ مُحَمَّدٌ فَاِذَا مَضٰى مُحَمَّدٌ فَابْنُهٗ عَلِيٌّ فَاِذَا مَضٰى عَلِيٌّ فَابْنُهٗ الْحَسَنُ فَاِذَا مَضَى الْحَسَنُ فَابْنُهُ الْحُجَّةُ مُحَمَّدُ الْمَهْدِيُّ فَهٰؤُلَاءِ اثْنَا عَشَرَ۔

(ینابیع المودۃ تالیف حافظ سلیمان بن ابراہیم القندوزی الحنفی ص۴۴۱ الباب السادس والسبعون فی بیان الائمہ الاثنا عشر باسمائھم مطبوعہ قم جدید)

ترجمہ:۔

فرائد السمطین میں بسندہ حضرت مجاہد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک یہودی نعثل نامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ یا محمد! میں آپ سے چند سوالات کا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں ...... آپ بتلائیے۔ کہ آپ کا وصی کون ہے۔ کیونکہ ہر نبی نے کسی نہ کسی کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔
اور ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا وصی علی بن ابی طالب ہے۔ اور اس کے بعد میرے دونوں نواسے حسن و حسین ہوں گے۔ اور ان کے بعد ۹ امام (وصی) میرے نواسے حسین کی نسل سے ہوں گے۔ یہودی کہنے لگا۔ یا محمد! ان کے مجھے نام بتلائیے۔ آپ نے فرمایا۔ جب حسین کا انتقال ہو گا۔ تو اس کا بیٹا علی، علی کے انتقال کے بعد اس بیٹا محمد، محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جعفر، جعفر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا موسیٰ، موسیٰ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا علی، علی کے بعد اس کا بیٹا محمد، محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا علی،

علی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا حسن اور حسن کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا
مہدی وصی ہوگا۔ تو یہ ہیں بارہ ائمہ اہل بیت۔

طریقۂ استدلال:۔

"ینابیع المودۃ"، اہل سنت کی قابل اعتبار کتب میں سے ہے۔ جس کے مصنف کا نام سلمان بن ابراہیم ہے۔ اور یہ اہل سنت کے ایک معتمد امام ہیں انہوں نے مستند اور قطعی حدیث کے ساتھ اپنی کتاب میں جو کچھ نقل کیا۔ اس میں حضرات ائمہ اہل بیت کے نام لے کر ان کی خلافت و امامت کو ذکر کیا۔ اس خلافت و امامت کی ترتیب خود اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ حدیث مذکور کے حوالہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیں وصی اور خلیفہ تھے۔ اور یہ خلافت حضرت علی المرتضٰی سے چل کر امام مہدی تک آئی۔ لہٰذا ان ائمہ کے اسماء کی تصریح کے بعد ان کے زمانہ کے دوران کوئی دوسرا امامت و خلافت کا قطعاً مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اہل سنت نے جن خلفاء کی اپنی کتب میں ترتیب ذکر کی۔ وہ صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق سے لے کر ولید تک جو بارہ امام سنیوں نے شمار کئے ہیں۔ ان سب کی خلافت اس حدیث صریح کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ نہ امام برحق ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ان کی خلافت درست ہے۔

جواب اوّل:۔

شیعہ استدلال کے مطابق اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ بارہ ائمہ و خلفاء کی امامت و خلافت

بالترتیب ایک ایسا امر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ تو پھر یہ مسئلہ منصوص من اللہ ٹھہرا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ کہ اللہ رب العزت جس امر کا ارادہ فرمالے۔ اور اُسے نافذ کرنا چاہے۔ اُسے دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ خود ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ (پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ:۔ یعنی تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

خود رب العزت نے قرآن کریم میں آدم کی خلافت کا ذکر ان کی پیدائش سے قبل فرشتوں کے سامنے فرمایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت کا ذکر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اعلان وارادے کو عملی طور پر پورا کر کے چھوڑا۔ ایسا کرنے سے کون اس کو روک سکتا ہے۔ جبکہ اس کی شان یہ ہے

قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء الخ۔

ترجمہ:۔ فرما دیجئے۔ اے اللہ! اے مالک الملک! تو جسے چاہتا ہے ملک و حکومت عطا کر دیتا ہے۔

اگر واقعی ان بارہ ائمہ کی امامت و خلافت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ تو پھر کیا وجہ کہ اس فیصلہ پر عمل نہ ہو سکا؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تو تبدیل نہیں ہوتے۔ اور اس حدیث سے ان کی تبدیلی کی طرف راہ نکلتی ہے۔ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل اور یہ حدیث نہ متواتر نہ مشہور بلکہ موضوع ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حرف آتا ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ ان بارہ ائمہ اہل بیت میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی خلافت پر فائز رہے۔ ان کے بعد صرف چھ ماہ تک امام حسن نے یہ منصب اپنے پاس رکھا۔ امام حسین کو خلافت کا ایک دن بھی نہ مل سکا۔ ان کے بعد امام زین العابدین نے شیعوں کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں امامت

قبول ہی نہیں کی پھر کس طرح وہ ترتیب منصوص من اللہ ہو سکتی ہے۔ جس پر اللہ نے بالفعل خلافت و امامت کی ترتیب نہ چلنے دی۔ شیعہ کتاب سے امام زین العابدین کے انکار خلافت کا حال سنیئے۔

تاریخ ائمہ :۔

اور عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو چالیس دن گزر گئے۔ تو دفعۃً یزید کے مرنے کی خبر آئی۔ اس کے بعد حصین مدینہ واپس آیا۔ اور رات کو چند سواروں کے ساتھ مدینہ سے باہر گیا۔ تاکہ اپنی فوج کی غذا کا سامان کرے۔ وہاں دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ اور حضرت کے ساتھ اونٹ پر غذا کا سامان کافی ہے۔ اس نے حضرت کو نہیں پہچانا۔ اور کہا مجھے اس سامان کی ضرورت ہے۔ میرے ہاتھ بیچ دو۔ حضرت نے اس کو جواب دیا۔ کہ یہ سامان بیچنے کا نہیں ہے۔ ہاں اگر تم کو ضرورت ہو تو یونہی سب لے لو۔ اس جود و سخا کو دیکھ کر حصین نے حضرت سے پوچھا۔ تم کون ہو۔؟ حضرت نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حصین بن نمیر ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت اس کو پہچان گئے۔ کہ یہ کربلا میں لشکر یزید کے ساتھ تھا۔ اور بڑے بڑے ظلم کئے تھے۔ مگر حضرت نے ان باتوں کا کوئی خیال نہ کیا اور اس سے پوچھا اب میں جاؤں؟ اس نے کہا نہیں یزید مر گیا۔ اور دنیا بے خلیفہ ہو گئی ہے۔ لوگ ایسے شخص کی تلاش میں ہیں۔ جس کی بیعت کریں گے آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلیئے۔ تاکہ پوری دنیا کو آپ کا تابع کر دوں۔ کیونکہ اس وقت روئے زمین پر آپ کے سوائے کوئی امام برحق نہیں ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں نے خدائے عزوجل سے نذر کی ہے۔ (ظاہری بادشاہت) قبول نہیں کروں گا۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنا اونٹ بڑھایا۔ اور حصین بن نمیر کے خیمہ کے دروازے پر وہ کل سامان اتار کر اپنے گھر تشریف

لے گئے۔

(تاریخ ائمہ مصنفہ سید علی حیدر نقوی ص۲۹۴
مطبوعہ کتب خانہ شاہ نجف لاہور)

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حصین بن نمیر وہ شخص ہے۔ جو یزید کی طرف سے سپہ سالار تھا۔ اس نے جب عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا۔ تو امام زین العابدین اس کے پاس غلہ لے کر پہنچے اور مفت دینے کی پیش کش کی۔

۲۔ حصین بن نمیر اس سخاوت سے متاثر ہوا۔ اور پوچھا نام کیا ہے۔ جب پتہ چلا کہ یہ علی بن حسین ہیں۔ تو فوراً یزید کی موت کا ذکر کر کے امام موصوف کو خلیفہ بننے کی پیش کش کی۔ لیکن آپ نے اُسے ٹھکرا دیا۔

۳۔ امام زین العابدین نے خلافت کی پیش کش یہ کہہ کر ٹھکرا دی۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے۔ اور نذر مانی ہے۔ کہ خلافت ظاہری قبول نہیں کروں گا۔

ان امور سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر ائمہ اہل بیت کی امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوتی۔ اول تو اس کی خاطر کسی سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اس کے لیے کوئی بہانہ بنا دیتا۔ لیکن جب حصین بن نمیر نے مفت غلہ کی پیش کش کے جواب میں امام زین العابدین کو خلافت کی پیش کش کی۔ تو آپ نے نذر پوری کرنے کی غرض سے غلہ تو دے دیا۔ لیکن خلافت سے انکار کر دیا۔ تو اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ائمہ اہل بیت کی خلافت ظاہرہ کے بارے میں نہ تو کوئی آیت قرآنیہ آئی ہے۔ اور نہ ہی کسی حدیث نبوی میں صراحتہً اس کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت امامت کے

روحانی بادشاہ ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اگر خلافت ظاہری منصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت کی مسند پر بٹھایا جاتا اور اگر منصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت کا بوجھ اتار نہ پھینکتے۔ اور اس سے دست برداری ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے اسباب پیدا نہ فرماتا جو خلافت سے دست برداری یا محرومی کا ذریعہ بنتے۔

جواب دوم: ینابیع المودہ کا مصنف شیعہ ہے۔

"ینابیع المودۃ" کے مصنف بقول معترض اہل سنت کے امام ہیں۔ اور ان کی کتاب سنیوں کی قابل اعتبار کتاب ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس کتاب کا مصنف سلمان بن ابراہیم ۱۲۹۴ھ میں فوت ہوتا ہے۔ یعنی آج سے تقریباً ایک سو آٹھ سال قبل۔ اس لیے اہل سنت کے سلف صالحین میں سے تو یہ ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی اس کے دور یا اس کے بعد میں آنے والے علماء محققین نے اس کی ثقاہت اور عدالت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ بلکہ ایک واعظ تھا۔ اور وعظ و نصیحت کے میدان میں رہنا اور بات ہے۔ اور تحقیق کے باغ میں زندگی بسر کرنا اور بات ہے۔ پھر اس واعظ کی تحریرات سے شیعت ٹپکتی ہے۔ کیونکہ بہت سے مقامات پر دوران تحریر جب حضرات ائمہ اہل بیت کا نام ذکر کرتا ہے۔ تو انہیں معصوم لکھتا ہے۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک یہ ایک اجماعی معاملہ ہے۔ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان معصوم نہیں۔ لہٰذا اس قسم کے معمولی واعظ اور غیر محتاط مصنف کی باتیں اہل سنت کا نہ تو مسلک ہو سکتی ہیں۔ اور نہ ہی ان کو بطور دلیل سنیوں کے خلاف استعمال کرنا زیب دیتا ہے۔ بلکہ ابھی شیعوں کی معتبر کتاب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ص۹۹ج ۲۵ میں یہ واضح ترین عبارت نظر آئی ہے کہ ینابیع المودۃ یُعَدُّ مِنْ کُتُبِ الشِّیْعَۃِ۔ اب معاملہ واضح ہو گیا ہے

جوابِ سوم : اس حدیث کے راوی شیعہ ہیں

چلیئے صاحب "ینابیع المودۃ" کو بالفرض سُنّی مان لیتے ہیں۔ لیکن حقیقت ہے۔ کہ "ینابیع" میں مذکور روایت کی سند کو ایک اور کتاب کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ جس کا نام خود مصنف نے "فرائد السمطین" ذکر کیا۔ آیئے ہم اس اصل کتاب کو کھولیں اور اس مذکور حدیث کی سند دیکھیں۔

قَالَ اَبُوْجَعْفَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ بابویہ القمی اَخْبَرَنِیْ اَبُوالْمُفَضَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِب الشَّیْبَانِیْ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُطَرِّفِ بْنِ سَوَارِ بْنِ الْحَسَنِ الْقَاضِیْ الْحَسَنِیْ بِمَکَّۃَ اَنْبَاَنَا اَبُوالْحَاتِمِ المهلی المغیرۃ بن مُحَمَّدٍ قَالَ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ کَثِیْرٍ الْکُوْفِیْ عَنْ هَیْثَمِ بْنِ حمید عَنْ اَبِیْ هَاشِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ یَهُوْدِیْ الخ

فرائد السمطین جلد ۲ ص ۱۳۲ باب حادی والثلاثون

صاحب فرائد السمطین۔ نے مذکور حدیث کی سند میں جس شخص کو اپنا شیخ ذکر کیا۔ یا جس شخص سے یہ روایت سُنی۔ یہ وہی شخص ہے جو "من لا یحضرۃ الفقیہ" نامی کتاب کا مصنف ہے۔ یعنی محمد بن علی بن بابویہ القمی۔ مذکورہ کتاب "من لا

یحضرہ الفقیہ) مذہب شیعہ کی صحاحِ اربعہ میں سے ایک ہے اور اس راوی کو "شیخ صدوق" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ متعصب شیعہ ہے۔

آپ اندازہ کرلیں کہ جس روایت کا راوی ایک ایسا شخص ہو جس کے شیعہ ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہ ہو کیونکہ مذہب شیعہ کا یہ ایک بہت بڑا امام ہے بلکہ مذہب شیعہ کا اکثر و بیشتر طور پر یہ بانی اور موجد ہے، تو ایسے کٹر شیعہ بلکہ مذہب شیعہ کے بانی سے منقول روایت اہلِ سنّت پر کیوں کر حجت ہو سکتی ہے۔

اسی سند کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "فرائد السمطین" کے مصنف کو اس شیعہ عالم کی شاگردی کا تعلق رہا ہے۔ اور اسی تعلق کو اس روایت سے اور بھی پختہ کر کے ظاہر کر دیا ہے۔ کیونکہ اس روایت میں مسلک شیعہ کو بیان کیا گیا ہے تو ان شواہد کے ہوتے ہوئے اس مصنف کے سُنّی ہونے پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے۔

اسی کتاب میں مصنف نے جہاں کہیں ائمہ اہلِ بیت کا ذکر کیا۔ ان کے اسمار گرامی کے ساتھ "معصوم" لکھا۔ جو شیعہ مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ اہل سنت (جیسا کہ گذر چکا) انبیائے کرام کے علاوہ کسی انسان کو معصوم نہیں کہتے۔ اس سے بھی اس کے شیعہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ صاحب "ینابیع المودۃ" پختہ سُنّی نہیں۔ (اگر سُنّی مانا جائے) بلکہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ بھی شیعی مسلک پر کاربند ہے۔ کیونکہ کسی سُنّی کا اپنی کتاب میں ایسی بات لکھنا جو مسلک اہلِ سُنّت کے بالکل برعکس ہو قطعاً متوقع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جب اس نے ایسی بات یا عقیدہ ذکر کیا (یعنی یہ کہ امامت ائمہ اہلِ بیت منصوص من اللہ ہے) جس کا اہلِ سُنّت کے مسلک سے دور کا بھی تعلق نہیں تو پھر اسے سُنّی کون کہے گا؟ اس پر مزید یہ کہ اس کی مذکورہ کتاب اہلِ تشیع نے قم میں چھپوائی اور وہاں سے اس کی اشاعت کی۔

الحاصل

بارہ ائمہ اہلِ بیت کے بارے میں ہر سنی کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ عالم روحانیات میں عوام کے بادشاہ ہیں۔ مگر جن احادیث میں بارہ خلفاء امراء یا ملوک کا تذکرہ آیا۔ ان سے مراد ظاہری منصب کے حاملین اور ظاہری امامت وخلافت کی صراحت اس طور پر ہے کہ ان خلفاء کے دورِ خلافت میں دین مضبوط ہوگا۔ سرحدیں پرامن رہے گا۔ لہٰذا ان احادیث سے مراد ائمہ اہلِ بیت ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ہر ایک منصب خلافتِ ظاہری پر متمکن نہ ہوا۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول کی تصدیق منظور ہے تو پھر ان بارہ ائمہ سے مراد وہی لینے پڑیں گے۔ جن کو اہلِ سنت بارہ خلفاء کہتے ہیں اور تاریخی شواہد بھی اس کی تصدیق وتائید کرتے ہیں۔ پھر یہ امر بھی پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی میں بارہ اشخاص کو مختلف تین الفاظ (خلفاء، امراء، ملوک) سے ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ کے بارہ امام ہی نہ ہوں گے۔ بلکہ اُن میں کچھ محض عنانِ حکومت سنبھالنے والے ہوں گے۔ یہ تمام حقائق اسی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔ (وباللہ التوفیق)

اعتراض سوم

صحابہ ثلاثہ ظالم ہونے کی وجہ سے لائق

خلافت نہ تھے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔

(پ نمبر ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ رکوع نمبر ۱۵)

ترجمہ:

اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند کلمات

سے آزمایا جو انہوں نے پورے کر ڈالے۔ اللہ نے فرمایا میں آپ
کو لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ عرض کیا اور میری اولاد سے
بھی۔ فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

اس آیت سے دو امر ثابت ہوئے۔

۱۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے تمام آزمائشیں پوری کر ڈالیں جو اللہ نے ان پر ڈالی تھیں
تو اعلان ہوا کہ اے حضرت ابراہیم علیہ السلام! ہم آپ کو امام بنانے والے
ہیں۔

۲۔ منصب امامت کے ملنے پر انہوں نے اپنی اولاد کے لیے اس منصب کی عرض
کی۔ تو جواب ملا۔ یہ منصب ظالموں کو نہیں ملے گا۔

نتیجہ:

منصبِ امامت پر فائض ہونے کے لیے ظلم سے کنارہ کش ہونا شرط لازم ہے
یا تو یوں کہیئے۔ کہ ظالم "امام" نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

ان الشرك لظلم عظيم (شرک بہت بڑا ظلم ہے)

کتب تاریخ اس امر کی شاہد ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ اسلام لانے سے قبل مشرکانہ
زندگی بسر کرتے رہے۔ اور شرکیہ زندگی گزارنے والا بہت بڑا ظالم ہوتا ہے۔
لہذا اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق یہ تینوں حضرات "امامت" کے قابل اور
اہل نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے خلافت و امامت دبائے رکھی۔ تو
معلوم ہوا۔ کہ یہ تینوں غاصب ہونے کی وجہ سے "خلیفۃ الرسول" کہلانے کے
مستحق نہیں ہو سکتے۔؟

جواب اول: شیعوں کا تصور امامت

طعن مذکورہ کا جواب دینے سے قبل میں یہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آیت مذکورہ کی معتبر اور مستند تفسیر ذکر کر دی جائے۔ کیونکہ جواب کا اس پر کافی دار و مدار ہے۔ سو عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت سی آزمائشوں میں مبتلا فرمایا۔ نارِ نمرود کی آزمائش، وطن مالوف سے ہجرت کی آزمائش، بڑھاپے میں عطا کئے گئے لخت جگر کی قربانی کی آزمائش، بے آب و گیاہ میدان میں بیوی بچے کو چھوڑ آنے کی آزمائش، اسی سال کی عمر میں ختنہ کرنے کی آزمائش وغیرہ۔ ان کے علاوہ مونچھیں پست کرنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال کاٹنے اور مسواک و مانگ وغیرہ اعمال وافعال کی بجا آوری کے ذریعہ ابتلاء و آزمائش لینے کے بعد جب اللہ کے فضل و کرم سے انہوں نے ثابت قدمی دکھائی۔ تو خالق کائنات نے انہیں فرمایا۔ انی جاعلك للناس اماما۔ تمہیں انسانیت کا پیشوا و امام بنانے والا ہوں۔ اور تا قیامت تمہاری پیروی جاری رہے گی۔

آیت کریمہ مذکورہ میں "امامت" سے مراد اگرچہ نبوت ہی ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نبوت دوسرے انبیائے کرام سے عام تھی۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو اصول دین عطا فرمائے۔

بعد کے تمام انبیائے کرام نے انہی اصول کی پیروی کی۔ اور بایں وجہ وہ امام کہلائے۔ اور باقی پیغمبروں نے اپنے آپ کو "ابراہیمی" کہلانے پر فخر محسوس کیا۔

اس مقام پر یہ خدشہ نہ پڑے۔ کہ اس طرح تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہمارے آقا و نبی الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بھی ٹھہرے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تو اس خدشہ کا تدارک یوں سمجھیے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے "للناس اماما" کے الفاظ ذکر ہوئے یعنی انسانوں کے امام۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "للعالمین نذیرا" (یعنی تمام کائنات کے ڈرانے والے) کے الفاظ مذکور ہیں۔ اس لیے اگرچہ یہ درست ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملتِ ابراہیمی کے ہی مبلغ تھے لیکن آپ کو اللہ رب العزت نے وہ مقام عطا فرمایا۔ کہ تمام انبیائے کرام سے آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ کی ذات والاصفات اس سے مستثنیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں جس امامت کا ذکر فرمایا۔ اس سے مراد اہل تشیع کی مروجہ امامت نہیں ہے۔ ان کے ہاں امامت کا تصور اس قدر عظیم ہے کہ یہ اپنی کتب میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام انبیائے کرام کی نبوت دراصل امامت کی رہین منت ہے۔ اسی لیے جس پیغمبر نے "امامت" کے بارے میں اچھے خیالات نہ رکھے۔ اُسے مختلف پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آدم علیہ السلام جنت سے کیوں نکالے گئے؟ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کیوں ڈالے گئے؟ یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں کیوں پھینکا گیا؟ یہ سب کچھ اس لیے ہوا؟ کہ انہوں نے "امامت" کو قبول نہ کیا۔ حوالہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

"امامت و ولایت" کے قبول کرنے میں توقف کرنے پر پیغمبروں کو سزائیں دی گئیں

انوار نعمانیہ:

إنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا مِنْ آدَمَ إلىٰ أنْ صَارَ جَدُّكَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ إلَّا وَ قَدْ عَرَضَ عَلَيْهِ وِلَايَتَكُمْ أهْلَ الْبَيْتِ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ سَلِمَ وَ تَخَلَّصَ وَ مَنْ تَوَقَّفَ عَنْهَا وَ تَتَعْتَعَ فِيْ حَمْلِهَا لَقِيَ مَا لَقِيَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَ مَا لَقِيَ نُوْحٌ مِنَ الْغَرَقِ وَ مَا لَقِيَ إبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّارِ وَ مَا لَقِيَ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْجُبِّ وَ مَا لَقِيَ أيُّوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْبَلَاءِ وَ مَا لَقِيَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْخَطِيْئَةِ إلىٰ أنْ بَعَثَ اللهُ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأوْحَى اللهُ إلَيْهِ أنْ يَا يُوْنُسُ تَوَلَّ أمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا وَ الْأئِمَّةَ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ صُلْبِهٖ فَقَالَ

كَيْفَ اَتَوَلّٰى مَنْ لَمْ اَرَهُ وَلَمْ اَعْرِفْهُ وَ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الْحُوْتِ اَنِ الْتَقِمِيْ يُوْنُسَ

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۲۵ نور علوی

مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیائے کرام بھیجے۔ ان میں سے ہر ایک پر اے اہل بیت تمہاری ولایت پیش کی گئی۔ پھر جس نے اسے مانا۔ وہ سلامت رہا اور نجات پا گیا۔ اور جس پیغمبر نے اس میں توقف کیا۔ اور پس و پیش کیا۔ تو اسے جو سزا ملی وہ ملی۔ حضرت آدم سے معصیت کا قصور حضرت نوح کو طوفان سے واسطہ، ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود کا سامنا یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں پھینکا جانا، ایوب علیہ السلام کو بیماری لگنا، داؤد علیہ السلام کو خطار کا سامنا، کرنا پڑا یہ سب کچھ اسی توقف کی وجہ سے ہوا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی۔ اسے یونس! امیر المومنین علی اور ان کی اولاد کی ولایت کو تسلیم کر لو۔ عرض کی۔ یا مولیٰ۔ جس کو دیکھا نہیں جس کو جانتا نہیں اس کی ولایت کیسے تسلیم کر لوں؟ یہ کہہ کر ناراض ہو کر چل پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا۔ کہ یونس کو نگل جا۔

حضرت آدم علیہ السلام ائمہ اہل بیت کے ساتھ حسد و بغض کی بنا پر ظالم قرار دیئے گئے

معانی الاخبار:

قَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ ----- اِيَّاكُمَا اَنْ تَنْظُرَا اِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ وَتَتَمَنَّيَا مَنْزِلَتَهُمْ عِنْدِيْ وَمَحَلَّهُمْ كَرَامَتِيْ فَتَدْخُلَا بِذٰلِكَ فِيْ نَهْيِيْ وَعِصْيَانِيْ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ قَالَا رَبَّنَا وَمَنِ الظّٰلِمُوْنَ؟ قَالَ الْمُدَّعُوْنَ لِمَنْزِلَتِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ قَالَا رَبَّنَا فَاَرِنَا مَنَازِلَ ظَالِمِيْهِمْ فِيْ نَارِكَ ----- قَالَ عَزَّ وَجَلَّ مَكَانُ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمُ الْمُدَّعِيْنَ لِمَنْزِلَتِهِمْ فِيْ اَسْفَلِ دَرْكٍ مِنْهَا ----- فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ----- وَحَمَلَهُمَا عَلٰى تَمَنِّيْ مَنْزِلَتِهِمْ فَنَظَرَا اِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ فَخُذِلَا حَتّٰى اَكَلَا مِنْ شَجَرَةِ الْحِنْطَةِ ----- فَقَالَ لَهُمَا اِنَّكُمَا ظَلَمْتُمَا اَنْفُسَكُمَا بِتَمَنِّيْ مَنْزِلَةِ مَنْ فُضِّلَ عَلَيْكُمَا ----- فَقَالَا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ الْاَكْرَمِيْنَ عَلَيْكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ

وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَنْ تُبِتَّ عَلَيْنَا ..... فَلَمْ يَزَلْ أَنْبِيَاءُ اللهِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَحْفَظُوْنَ هٰذِهِ الْأَمَانَةَ وَيُخْبِرُوْنَ بِهَا أَوْصِيَاءَهُمْ۔

(معانی الاخبار تصنیف ابن بابویہ قمی، ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ باب معنی الامانۃ التی عرضت الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا دونوں کو فرمایا۔ خبردار! تم دونوں حضرات ائمہ کرام کی طرف حسد کی نظر سے مت دیکھنا۔ اور ان کا جو میرے نزدیک مقام و مرتبہ ہے اس کی آرزو مت کرنا۔ اور جو میں نے انہیں بزرگی عطا کی اس کی خواہش نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور حکم عدولی کے مرتکب ہو کر ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ کہنے لگے۔ یارب! ظالم کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو ائمہ اہل بیت کے مقام کے ناحق مدعی ہوں گے۔ عرض کیا۔ پروردگارا! دوزخ کی آگ میں ایسے ظالموں کا مقام تو دکھا دیجئے۔ اللہ نے فرمایا۔ ان کے مقام و مرتبہ کے دعوے داروں کا مقام دوزخ کے سب سے نچلے حصہ میں ہے۔ شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ ڈالا۔ اور ان کے مرتبہ و منزلت کی تمنا ابھارا۔ تو ان دونوں نے ان کی طرف حسد کی آنکھ سے دیکھا۔ اور رسواد ہوئے۔ حتیٰ کہ درخت گندم کھا لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم دونوں نے یقیناً اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے مقام و مرتبہ کی تم نے خواہش کی جنہیں تم پر فضیلت دی گئی ہے...

دونوں عرض کرنے لگے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے درخواست کرتے ہیں۔ جو تیرے نہایت برگزیدہ بندے ہیں۔ اور تمام ائمہ اہل بیت کے واسطہ سے سوالی ہیں۔ کہ تو ہماری توبہ قبول فرما ....
اسی لیے تمام انبیائے کرام اس امانت کی حفاظت فرماتے رہے اور اپنے وصیت شدہ احباب کو اس کی خبر کرتے رہے۔

اصولِ کفر میں سے دو (حسد، حرص) آدم علیہ السلام میں پائے گئے

اصول کافی:

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِكْبَارُ وَالْحَسَدُ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ نُهِيَ عَنِ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلٰى اَنْ اَكَلَ مِنْهَا۔

(۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۲۸۹ کتاب الایمان والکفر باب فی اصول الکفر الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ امالی شیخ صدوق ص ۲۵۱، المجلس الخامس وا... مطبوعہ قم ایران۔)

ترجمہ:

حضرت امام ابو جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص، تکبر اور حسد۔ بہر حال حرص تو حضرت آدم علیہ السلام کو جب درخت (کھانے) سے منع کیا گیا۔ تو انہوں نے حرص کی وجہ سے اُسے کھالیا۔

بحار الانوار:

فَإِيَّاكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ فَأَخْرَجَكَ عَنْ جِوَارِي فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ وَتَمَنَّى مَنْزِلَتَهُمْ فَتَسَلَّطَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ حَتّٰى أَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ نُهِيَ عَنْهَا وَتَسَلَّطَ عَلٰى حَوَّاءَ لِنَظَرِهَا إِلٰى فَاطِمَةَ (ع) بِعَيْنِ الْحَسَدِ حَتّٰى أَكَلَتْ مِنَ الشَّجَرَةِ كَمَا أَكَلَ آدَمُ فَأَخْرَجَهُمَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ جَنَّتِهِ ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۱۶ تصنیف ملا باقر مجلسی ص ۲۶۲ تاریخ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ عیون اخبار الرضا جلد اول ص ۲۲۹ تصنیف شیخ صدوق۔ اختلاف الناس فی الشجرہ۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم! خبردار کہ تو نے حسد کی نظر سے ۔

ائمہ اہل بیت کو دیکھا۔ ورنہ میں تجھے اپنے پڑوس سے نکال دوں گا۔ سو انہوں نے حسد کی آنکھ سے دیکھا۔ اور ان کے مرتبہ کے حصول کی خواہش کی۔ تو شیطان نے قابو پالیا اور بالآخر اس درخت کو کھا لیا جس سے منع کیا گیا تھا ادھر حوا پر بھی شیطان نے قابو پالیا کیونکہ انہوں نے بھی حضرت فاطمہ رضی کی طرف حسد کی نظر سے دیکھا تھا۔ بالآخر انہوں نے درخت کا پھل کھا لیا۔ جیسا کہ حضرت آدم نے کھا لیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اپنی جنت سے باہر نکال دیا۔

لمحۂ فکریہ:

طعن زیر بحث میں اہل تشیع نے جس اصل اور ضابطہ کے پیش نظر حضرات خلفائے ثلاثہ کو نااہل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ انہیں سرے سے مسلمان ہی نہ مانا۔ اسی اصل ضابطہ کی رُو سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی منصب امامت و نبوت کے حق دار نہیں بنتے۔ بلکہ ان میں کفریہ اصول پائے جانے کی وجہ سے (معاذ اللہ۔) کافر ٹھہرے۔ حضرت آدم کو حاسد اور حریص کہا گیا۔ اور اس جرم کی پاداش میں ان سے جنت چھین لی گئی۔ حضرت نوح، یونس، ابراہیم وغیرہ کو ان کی من گھڑت امامت میں توقف کی بنا پر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ سبحان اللہ! ایک ہی تیر سے کیا کیا شکار کیا؟

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

"رابع الخلفاء" کی انوکھی توجیہ اور

اس کی زد میں آنے والے

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک قول (جو مناقب ابن شہر آشوب صفحہ ۶۳ ج ۳ میں مذکور ہے۔) میں نے تحفۂ جعفریہ کے سرورق پر لکھا۔ قول یہ ہے۔ مَنْ لَمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَابِعُ الْخُلَفَاءِ فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ۔ جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت۔ اس واضح قول کو دیکھ کر اہل تشیع کی ہنڈیا میں اُبال آگیا۔ اور مجھے لکھا کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا تم غلط مطلب لے رہے ہو۔ یعنی یہ کہ آپ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی کے بعد چوتھے خلیفہ ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے پہلے تین خلفاء جو ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت آدم، حضرت داؤد اور حضرت ہارون علیہم السلام۔ کیونکہ اس قول کی تفسیر ہماری کتاب "عیون اخبار الرضا" میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔

عیون اخبار الرضاء:

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (ع) قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ (ص) فِیْ بَعْضِ طُرُقَاتِ الْمَدِیْنَةِ اِذْ لَقِیَنَا شَیْخٌ طَوِیْلٌ کَثُّ اللِّحْیَةِ بَعِیْدُ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ (ص) وَرَحَّبَ بِہٖ

ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَابِعَ الْخُلَفَاءِ۔

(عیون اخبار الرضا جلد دوم ص ۹
من دان بغیر سماع الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسین بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں (علی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے۔ کہ اچانک ہمیں ایک طویل القامت گھنی داڑھی والا بزرگ ملا۔ جس کی چھاتی بہت چوڑی تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ اور خوش آمدید کہا پھر میری طرف مڑ کر مجھے کہا۔ اے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو۔

دیکھئے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چوتھا خلیفہ کہا گیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے پہلے تین خلفاء ہو چکے ہیں۔ کیونکہ خلافت صدیقی، فاروقی اور عثمانی کا دور تو بعد میں آرہا ہے۔ تو وہ تین گزشتہ خلفاء کون تھے۔؟ وہی حضرات، انبیائے کرام ہیں۔ جن کی خلافت کا ذکر قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اول حضرت آدم، دوم حضرت داؤد اور سوم حضرت ہارون علیہم السلام۔

اہل تشیع کی اس انوکھی توجیہہ کا تفصیلی جواب جلد اول میں تحریر ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خلافت دو قسم کی ہے۔ خلافت اللہ اور خلافت الرسول حضرت آدم، حضرت داؤد اور حضرت ہارون علیہم السلام خلیفۃ اللہ تھے۔ یہی نہیں بلکہ تمام پیغمبر خلیفۃ اللہ ہیں۔ ہماری گفتگو اس خلافت میں نہیں ہے۔ بلکہ خلیفۃ الرسول ہمارا موضوع ہے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی ترتیب میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا چوتھا نمبر ہے۔ اور خلافت سے مراد خلافۃ الرسول تمہیں بھی تسلیم ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم خلیفۃ بلافصل کا عقیدہ رکھتے ہو۔ تو حضرت علی کس کے بلافصل خلیفہ ہیں۔ تو تم خود ان سے پہلے تین خلفاء کا ہونا تسلیم کر رہے ہو۔ پھر "بلافصل" کہاں کا عقیدہ؟ اور دوسری بات یہ کہ اگر ترتیب وہی مانی جائے جو "عیون اخبار رضا" سے مراد ہے۔ تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ اللہ ہونے کی وجہ سے نبی ماننا پڑے گا۔ اور تمہاری ہی کتب ائمہ اہل بیت میں سے کسی ــــ کو نبی ماننے والے کو ملعون بتلاتی ہیں۔

تیسری اہم بات یہ کہ اگر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ اسی ترتیب سے مانا جائے۔ جو معترض کے ہاں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام ہوئے۔ تو پھر ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ جب تم حضرت آدم کو ظالم اور حاسد بلکہ ان پر شیطان کا تسلط تسلیم کرتے ہو۔ تو پھر ایسے شخص کو تمہارے اصول و قواعد خلیفہ و امام ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہیں۔ جب وہ اس منصب کے اہل ہی نہ ٹھہرے۔ تو پھر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا چوتھا درجہ کن تین کے بعد متحقق ہوگا؟

☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت سے استدلال اور خود ان کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں نازل شدہ آیت کریمہ سے جو طعن کی صورت بنائی گئی۔ اس میں معترض نے عجیب و غریب روپ اپنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو منصب خلافت اور امامت سے قاصر مانا۔ حالانکہ انہیں خلیفہ اول بھی تسلیم کیا گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں جو اللہ رب العزت نے فرمایا۔ کہ "منصب امامت" ظالم کو نہیں دیا جا سکتا اس سے استنباط یہ کیا گیا۔ کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات بہرحال طے شدہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام "امام" ہوئے۔ اور معصوم بھی تھے۔ لیکن اہل تشیع انہیں باوجود "امام" ماننے کے معصوم نہیں قرار دیتے۔ بلکہ گنہگار اور غلطی کا مرتکب کہتے ہیں۔ ان دونوں باتوں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیت و شانِ امامت اور ان سے گناہ کا صدور) دونوں کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ مقبول شیعہ:

کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا۔ اور

رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے رسول مقرر کیا۔ اور امام مقرر کرنے سے پہلے خلیل بنایا اور جب یہ سب مدارج طے ہو گئے تو ارشاد فرمایا۔ انی جاعلك للناس اماما اس سبب سے جناب ابراہیم علیہ السلام کی نظر میں امامت کی وہ عظمت تھی۔ کہ اس کا انہوں نے اپنی اولاد کے لیے بھی سوال کیا۔ یعنی عرض کی ومن ذریتی یعنی میری اولاد سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا۔ (خدا نے) فرمایا۔ لاینال عهدی الظالمین۔ میرا معاہدہ ظالموں سے نہیں ہے۔

(ترجمہ قرآن۔ از مقبول شیعہ زیر آیت
انی جاعلك للناس اماما
پارہ اول مطبوعہ لاہور)

تفسیر لوامع التنزیل:

مراد از فَاَتَمَّهُنَّ آنست کہ تمام کرد ابراہیم و اعتقاد نمود بامامت ائمہ اثنی عشر تا حضرت قائم آل محمد کہ تسع از ایشان از اولاد حضرت امام حسین اند و چوں حق تعالے می خواست ما را مے عزم ابراہیم بر مامور بہ باعتقاد کردن او بامامت ائمہ اثنی عشر جزائے باو دہد قَالَ گفت انی جاعلك بدرستیکہ من گردانندہ توام بعد از مرتبہ نبوت للناس برائے مردماں۔

(تفسیر بہیہ حاشیہ لوامع التنزیل
جلد اول ص ۴۹ مطبوعہ لاہور۔)

ترجمہ: فَاَتَمَّهُنَّ سے مراد یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

بارہ اماموں کی امامت کا اعتقاد مکمل کر لیا۔ یہ بارہ امام حضرت قائم آل (امام مہدی) تک ہیں۔ ان میں سے ۹/ اماموں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بارہ ائمہ کی امامت کے اقرار کرنے اور اعتقاد رکھنے کی جزاء عطا فرمائے۔ تو فرمایا کہ بے شک میں تجھے مرتبہ نبوت کے بعد لوگوں کی امامت کا مرتبہ عطا کر رہا ہوں۔

انوار نعمانیہ:

وَقَدْ عُرِضَ عَلَيْهِ وِلَايَتُكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ سَلِمَ وَتَخَلَّصَ وَمَنْ تَوَقَّفَ عَنْهَا وَتَتَعْتَعَ (ا) فِيْ حَمْلِهَا لَقِيَ مَا لَقِيَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمُصِيْبَةِ وَمَا لَقِيَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْغَرَقِ وَمَا لَقِيَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّارِ۔

(انوار نعمانیہ جلد اوّل ص ۲۵ مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

ترجمہ:

اے اہل بیت! تمہاری ولایت ہر ایک پیغمبر پر پیش کی گئی۔ سو جس نے مان لی۔ وہ سلامتی میں رہا۔ اور خلاصی پا گیا۔ اور جس نے اس کے ماننے میں توقف کیا۔ اور لیس و پیش کیا۔ تو اُسے کوئی نہ کوئی، مصیبت آن لگی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مصیبت (درخت کا پھل کھانے

کی صورت میں) حضرت نوح علیہ السلام کو طوفانِ آب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالا جانا اسی امامت کے نہ ماننے کی وجہ سے تھا۔

مقام غور:

مذکورہ تین عدد حوالہ جات سے مختصر طور پر درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام نبوت سے پہلے مقام عبدیت حاصل تھا۔ پھر نبوت اور اس کے بعد رسالت اور پھر درجۂ خُلّت عطا ہوا۔

۲۔ "خلیل اللہ" ہونے کے بعد منصب امامت عطا ہوا۔

۳۔ منصبِ امامت اس لیے عطا ہوا۔ کہ انہوں نے بارہ ائمہ اہل بیت کی امامت کا اعتقاد قائم کیا۔

۴۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع شروع میں بارہ اماموں کی امامت ماننے میں توقف کیا۔ تو اس بنا پر انہیں نارِ نمرود میں ڈالنے کی سزا دی گئی۔

قطع نظر اس کے کہ ان حوالہ جات میں باہم کس قدر تناقض ہے۔ اتنی بات سب میں مشترک ہے۔ کہ منصب امامت ایسا عظیم منصب ہے۔ کہ عبدیت، نبوت رسالت اور خلت کے بعد اس کا درجہ آتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ امامت کے لیے اس سے نچلے چار درجات کا ہونا ضروری ہے۔ (یعنی عبدیت، نبوت، رسالت خلت) لیکن یہ نہیں۔ کہ ہر عبد، ہر نبی، ہر رسول اور خلیل "امام" بھی ہو۔ مقبول احمد شیعہ کے ترجمہ میں مُلاں کلینی کی عبارت دوبارہ پڑھ لیں۔ اور ائمہ اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول وارشاد بھی ملاحظہ کریں۔ پھر دونوں کا تقابل اور موازنہ کریں۔ قول امام جعفر یہ ہے۔

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِی الْحَسَنُ الْوَشَّا عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ مَنْ شَکَّ فِیْ ذٰلِکَ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

(رجال کشی ص ۲۵۵ ذکر ابو الخطاب)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا جو بھی یہ کہے۔ کہ ہم (اہل بیت) نبی ہیں۔ تو اس پر اللہ کی پھٹکار۔ اور جو اس میں شک کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت۔

آپ نے دیکھا۔ کہ اہل تشیع کی من گھڑت امامت نے کیا کیا گل کھلائے کس کس کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ ان ظالموں نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی معاف نہ کیا۔ جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے یوں دیا۔ کہ خود اپنے ہی ائمہ کی زبانی لعنتی قرار پائے۔ نبوت و رسالت سے منصبِ امامت کو فوقیت دی۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بقول ائمہ اہل بیت کو نبی ۔ والے پر لعنت ہے تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (جو خود بھی منصبِ امامت پر فائز ہیں۔) نے نبوت کو امامت سے کہیں اعلیٰ اور ارفع فرمایا۔ اور بے اصل لوگ عقیدہ یہ رکھتے ہیں۔ کہ منصبِ امامت سب درجات سے اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم: اس آیت میں امامت سے مراد نبوت ہے

آیت مذکورہ میں "امامت" سے مراد نبوت ورسالت عامہ ہے۔ اور ایسی امامت کا واقعی کوئی ظالم وفاسق مستحق نہیں ہو سکتا یعنی کوئی نبی اور رسول فاسق و فاجر نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حقیقت ہے۔ کیونکہ تمام انبیائے کرام اور رسولان عظام پیدائش سے تا انتقال فسق وفجور اور ظلم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ وہ معصوم ہوتے ہیں۔

اگر آیت مذکورہ میں "امامت" سے مراد اہل تشیع کی امامت ہے اس کے لیے ظالم آدمی اس لائق نہیں کہ اسے یہ منصب عطا کیا جائے۔ تو پھر ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا اگر ظلم کے بعد سچی توبہ کر لی جائے۔ تو بھی ایسا شخص مستحق قرار نہیں پائے گا؟ یا یہ کہ منصب امامت کے استحقاق کے لیے ضروری ہے۔ کہ پیدائش سے تا دمِ آخر اس شخص سے قطعاً ظلم کا وقوع نہ ہوا ہو۔ اگر وجہ اول مراد ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے۔ جب کہ تم خود مان بھی رہے ہو۔ کہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام دونوں خلیفہ اور امام برحق تھے۔ ان دونوں کے متعلق تم نے یہی لکھا ہے۔ کہ حضرت آدم کو بارہ ائمہ کی امامت کے ماننے میں توقف کی بنا پر معصیت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ کہ آپ ظالم ٹھہرے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی نار نمرود کا سامنا اسی بنا پر کیا۔ تو اس کے باوجود انہیں امامت عطا کر دی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر ظلم کرنے کے بعد سچی توبہ قبول کر لی جائے۔ تو منصبِ امامت مل سکتا ہے۔ بلکہ دیا

گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ جن تین خلفاء اور ائمہ کے بعد چوتھے خلیفہ اور امام ہیں۔ ان میں یہ دونوں حضرات بھی شامل ہیں۔ صفحات گزشتہ میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول (بقول اہل تشیع) اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ (من لم یقل انی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ) جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے گا اس پر اللہ کی لعنت۔

اور اگر دوسری شق مراد ہو یعنی امام و خلیفہ کے لیے لازم ہے۔ کہ وہ پیدائش سے لے کر آخری وقت تک ظلم کا مرتکب نہ ہو۔ اور چونکہ خلفاء ثلاثہ کی ابتدائی زندگی ظلم و شرک سے عبارت ہے۔ اس لیے وہ خلافت و امامت کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ یہ قانون اصلاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ محض من گھڑت اصل ہے۔ اگر اسے حقیقت پر مبنی قرار دیا جائے۔ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بھی اس اصل کا نشانہ بن جائے گی۔ کیونکہ معتبر کتب شیعہ میں درج ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کیا تھے۔ اور کس دین و مذہب پر تھے۔ ہم اس بات کو اہل تشیع پر چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اس دین پر نہ تھے۔ ورنہ پہلے سے موجود دین کو پھر سے قبول کرنے کا کیا مطلب؟

سطور بالا سے معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ میں "امامت" سے مراد نبوت و رسالت ہے۔ اور معصوم ہونا بھی نبی اور رسول کے لیے ہی لازم ہے۔ اور ابتدائے پیدائش سے تا انتقال شرک و ظلم اور فسق و فجور سے پاک ہونا بھی انہی حضرات کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ باقی رہی خلافت و امامت تو اس کے استحقاق کے لیے فی الحال کفر و شرک کا نہ ہونا ہی کافی ہے۔ اہل تشیع کی کتب میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغۃ:

اَنَّہٗ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِہِ الْمُؤْمِنُ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْھَا الْکَافِرُ وَیُبَلِّغُ اللّٰہُ فِیْھَا الْاَجَلَ وَیُجْمَعُ بِہِ الْفَیْءُ وَیُقَاتَلُ بِہِ الْعَدُوُّ وَتَاْمَنُ بِہِ السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ بِہٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۴۰ ص ۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(فرمایا) آدمیوں کے لیے سوائے اس کے چارہ نہیں ہے۔ کہ ان پر کوئی امیر اور رئیس مقرر ہو۔ خواہ وہ شخص نیکوکار ہو۔ جس کے زمانہ امارت میں مومن اپنی آخرت کے لیے عمل کرے گا۔ اور خواہ وہ امیر اور رئیس بدکار اور فاجر ہو۔ اس کے عہد میں کافر مال دنیا سے متمتع ہوگا اور اس کی امارت میں خداوند عالم مرگ اور اجل کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور اسی امیر کے سبب سے مال غنیمت و خراج جمع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے راستے امن پذیر رہتے ہیں۔ اور قوی (ظالم) سے ضعیف (مظلوم) کا حق لیا جاتا ہے۔ حتی کہ امیر نیکوکار کے عہد میں مومن آسائش پاتا ہے۔ اور امیر فاجر کے عہد میں

مطلقاً آسائش و آرام موجود ہے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۵۹ - ۶۰
مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوا کہ خلیفہ و امام کے لیے معصوم ہونا کوئی شرط نہیں۔ بلکہ فاسق و فاجر بھی اس منصب پر آسکتا ہے۔

یہ درست ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کا بچپن اور ابتدائی دور کوئی اسلامی دور نہ تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد یہ ثابت کرنا مشکل ہے۔ کہ ان سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا۔ اور اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوئے۔ تو ان میں سے اولیں خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ہے۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلیٰ امامت پر بنفس نفیس کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ کیا حضور نے (معاذ اللہ) ایک فاسق و فاجر کو ہی امامت کے منصب کے لیے منتخب کرنا تھا۔ اس وقت کوئی معصوم نظر نہ آیا۔ یا تھا ہی کوئی نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی اقتدار میں نمازیں ادا کیں۔ تفسیر قمی ص ۵۰۴ پ ۱۲ زیر آیت فآت ذی القربیٰ اور احتجاج طبرسی ص ۶۰ طبع قدیم اور ص ۱۲۶ جلد اول طبع جدید کی عبارات ہم پچھلی جلد میں نقل کر چکے ہیں۔ جن میں واضح طور پر مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں نمازیں ادا کیں۔ اور بحار الانوار جلد ہشتم ص ۲۱۴ (قلمی) مطبوعہ ایران قدیم۔ جلد ۲۹ ص ۱۲۳ / طبع جدید میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے ادا کی گئی نمازیں گھر آ کر لوٹایا نہیں کرتے تھے۔

راقم الحروف اہل تشیع سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ بتلاؤ۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں فاسق و فاجر سمجھ کر ان کی اقتدار میں اور ان کی امامت

میں نمازیں ادا کیں۔ یا انہیں متقی اور پکا مسلمان سمجھ کر؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ کو متقی اور پرہیزگار سمجھتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۸ ص ۲۵۰
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عمر فاروق کے شہروں کی آبادی اللہ کے لیے ہے۔ اس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور امراض نفسانیہ کا علاج کیا۔ سنت کو قائم کیا۔ فتنوں سے پہلے چلا گیا۔ بالکل پاک دامن گیا۔ بہت کم اس نے غلطیاں کیں۔ خلافت کی بھلائیوں کو حاصل کیا۔ اللہ کی اطاعت اور تقوے کا حق ادا کر دیا۔

ابن میثم

وَهُوَ الْعَدْلُ وَاِقَامَةُ دِيْنِ اللّٰهِ الَّذِيْ بِهٖ يَكُوْنُ الثَّوَابُ الْجَزِيْلُ فِي الْاٰخِرَةِ وَالشَّرَفُ الْجَلِيْلُ فِي الدُّنْيَا۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ۔
جلد ۴ ص ۹۸)

ترجمہ:

وہ عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا کہ جس کی وجہ سے انہیں آخرت میں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اور اس دنیا میں عظیم بزرگی حاصل کر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور اس کا خوف کھاتے رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سنتِ نبوی کے پابند تھے۔ اور فتنوں کی آمد سے قبل ہی رحلت فرما گئے تھے۔ اور انتقال کے وقت آپ کی شخصیت پاکیزگی اور امور خیر کی جامع تھی۔ اسی قسم کی ایک حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اگرچہ اہل تشیع ان کے قول کی بہت سی تاویلات کرتے ہیں۔ لیکن اس قول کے صریح الفاظ یا معنی خود بتاتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

انوارنعمانیہ:

و قد سئل فی مجلس الخلیفۃ عن الشیخین فقال هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق فماتا علیہ علیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۹۹ و نور تقوی مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

ایک مرتبہ خلیفہ وقت کی مجلس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا۔ (کہ وُہ کیسے تھے) فرمایا۔ وہ دونوں عادل اور انصاف پرور آدمی تھے دونوں ساری زندگی حق پر رہے۔ اور حق پر ہی انہوں نے انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ کی تاقیامت ان پر رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ارشادات آپ نے ملاحظہ کیے۔ اور گزشتہ اوراق میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور پھر نہ لوٹائیں۔ تو ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے ہم اہل تشیع سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ اگر یہ حضرات (بقول شما) فاسق و فاجر تھے۔ تو پھر ان کی اقتداء میں حضرت علی المرتضیٰ کی نمازیں ضائع ہوگئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی پوچھی جاسکتی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے شیخین کو عادل قاسط فرمایا۔ اور ان کے لیے تاقیامت رحمتوں کی دعا مانگی۔ کیا یہ سب کچھ (معاذ اللہ) منافقانہ طور پر تھا۔ اگر یہی کہو۔ تو پھر وہ محبتِ اہل بیت،، کہاں گئی۔ اور اپنے میں ''جعفری،، کہلانے کا کیا جواز بنتا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع خود ان کرداروں کے عامل اور ایمان سے عاری ہیں۔ اور اہل بیت کے دشمن اور ائمہ اہل بیت کے مبغوض ہیں۔

جواب سوم:

اہل تشیع نے مذکور طعن زیر نظر میں جو یہ اصل بیان کیا ہے۔ کہ وہ جس شخص سے ایک مرتبہ بھی شرک صادر ہو جائے۔ وہ منصبِ امامت کا اہل نہیں ہو سکتا یہ اصل قرآن کریم کے مضامین اور حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث کے مخالف

ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر (۱)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ۔

ترجمہ:

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور پرہیزگاری اختیار کریں۔ تو ہم ان کے سابقہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

آیت کریمہ سے اس امر کی صراحت و وضاحت مل گئی۔ کہ ایمان قبول کرنے سے گزشتہ زندگی کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اس مضمون کو اہل تشیع مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ چند عبارات پیش خدمت ہیں۔

منہج الصادقین:

در ایں تنبیہ است بر عظم معاصی و کثرتِ ذنوبِ ایشاں و بر آنکہ اسلام قطع ذنوب سابقہ میکند و اگرچہ کبیرہ بودہ باشد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۲۸۲ سورۃ المائدہ۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اس آیت کریمہ میں ایک تنبیہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ اہل کتاب کے گناہ بہت بڑے تھے۔ اور بکثرت تھے۔ اور دوسری تنبیہ اس بات کی

کہ اسلام گزشتہ دور کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

تفسیر صافی:

فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَجُبُّ مَا قَبْلَهٗ وَاِنْ جَلَّ

(تفسیر صافی جلد اول ص ۴۵۶ سورۃ المائدہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اسلام یقیناً گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت مذکورہ اور اس کی شیعہ مفسرین کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ اسلام قبول کرنا ایسی عظیم دولت ہے۔ اور اتنا عظیم انعام خداوندی ہے کہ اس کی بدولت مسلمان ہونے والے کے گزشتہ زندگی کے صغیرہ کبیرہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لہذا اسلام لانے کے بعد کسی شخص کو اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہوا ہو تو فاسق و فاجر کہنا غلط ہے

آیت نمبر (۲)

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

ترجمہ:

فرما دیجئے۔ اے میرے ایسے بندو جنہوں نے گناہ کی وجہ سے

اپنے اوپر ظلم کر لیا ہے۔ تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ یقیناً تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اور وہ واقعی مہربان اور بخشنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں خداوند کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر جو بیش بہا انعام و فضل فرمایا۔ ایسا کسی دوسری امت کو نصیب نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ آپ کیوں خوشی کا اظہار نہ فرماتے جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے (اسلام لانے کے بعد) سابقہ تمام گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا اور (اپنی رحمت بے پایاں سے ناامید ہونے سے منع فرمایا۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ اہل تشیع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اس فراوانی سے پریشانی لاحق ہو گئی۔ یہ برابر رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے سے واقع شرک و کفر کی وجہ سے کوئی شخص خلیفہ اور امام بننے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ بدستور فاسق و فاجر ہے۔ اور ایسا شخص اس منصب کے لائق نہیں ہوتا اس من گھڑت اصل کی تردید خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان:-

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) اَنَّهٗ قَالَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ اٰیَةٌ اَوْسَعُ مِنْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الْاٰیَة وَفِیْ مُصْحَفِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا لِمَنْ یَّشَاءُ وَقِیْلَ اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ وَحْشِیٍّ قَاتِلِ حَمْزَةَ حِیْنَ اَرَادَ اَنْ یُّسْلِمَ وَخَافَ اَنْ لَّا تُقْبَلَ تَوْبَتُهٗ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْاٰیَةُ اَسْلَمَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّةً فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَلْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً وَهٰذَا لَا يُصِحُّ لِاَنَّ الْاٰيٰتَ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ وَوَحْشِيٌّ اَسْلَمَ بَعْدَهَا بِسِنِيْنَ كَثِيْرَةٍ وَلٰكِنْ يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ قُرِئَتْ عَلَيْهِ الْاٰيٰتُ فَكَانَتْ سَبَبُ اِسْلَامِهٖ فَالْاٰيٰتُ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰی عُمُوْمِهَا فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ لِلتَّائِبِ لَا مَحَالَةَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۸ ص ۵۰۳ جزء ۹
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پورے قرآن کریم میں یاعبادی الذین اسرفوا الخ سے بڑھ کر کوئی دوسری آیت (گناہ گاروں کو مغفرت کی امید دلانے والی) نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہ جس کے چاہے گا معاف کر دے گا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ آیت کریمہ وحشی کے متعلق نازل ہوئی۔ جو امیر حمزہ کا قاتل تھا۔ کیونکہ جب اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اسے خوف لاحق ہوا۔ کہ میری توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو وہ اسلام لے آیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ یا حضرت! کیا آیت کریمہ مذکورہ (میں خوشخبری) صرف وحشی کے لیے ہی ہے۔ یا امت کے تمام گناہ گاروں کے لیے؟ تو اس کے جواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ لیکن یہ بیان درست نہیں

ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اور وحشی نے اس کے نزول کے کئی سال بعد اسلام قبول کیا۔ لیکن یہ ممکن ہے۔ کہ یہ آیت ان کو سنائی گئی ہو۔ اور اس کی وجہ سے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے۔ (اور سابقہ گناہوں کی معافی کا مسئلہ حل ہو گیا) لہذا آیت کریمہ اپنے عموم پر محمول ہے۔ سو اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

تفسیر منہج الصادقین:

(ان اللہ) بدرستیکہ خدائے تعالیٰ (یغفر الذنوب) بیامرزد گناہاں (جمیعا) ہمہ آں صغیرہ و کبیرہ را اگرچہ از حد متجاوز باشد بغیر از شرک کہ آمرزیدہ نمی شود۔ کقولہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و شبہ نیست در آنکہ مشرک اگر بعد از اسلام بمیرد نیز در تحت ایں آیۃ کریمہ داخل است بدلیل اجماع و حدیث مشہور الاسلام یجب ما قبلہ۔ اما در عمومیۃ آں شبہ نیست و در بعض روایت دیگر واقع شدہ کہ ایں آیت در شان عیاس ابن ابی ربیعہ و ولید و جمعے از نفر ایشاں نازل شدہ وقتی کہ بعد از اسلام بجہت تعذیب کفار مر ایشاں را مرتد شدند و باز قصد اسلام کردند اما بجہت خوف عدم قبول توبہ اہمال می نمودند و بعد از نزول ایں آیت اسلام آوردند واز بلدۂ شرک طریق مہاجرت اختیار کردند و ایں نیز نافی عموم آں نیست چہ خصوص مورد نفی عموم آیۃ نمی کند چنانچہ در کتب اصول مقرر گشتہ۔ بدانکہ باجماع امت جمیع ذنوب تائب موحد مغفور است و در غیر او معلق است بمشیت او سبحانہ اگر خواہد بعدل خود او را عذاب نماید و اگر نہ بفضل خود او را بیامرزد۔ کما قال و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء و ایں کہ بعضے تخصیص

آیہ باطل تو یہ میکنند بر خلاف ظاہر است و مخالف مذہب حق و قرآن و
این کر اسماء بنت بریدہ از حضرت سید الانبیاء وام ائمۃ المہدی فاطمۃ الزہرا
علیہم افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات نقل کردہ کہ ان اللہ یغفر
الذنوب جمیعًا و لا یبالی مؤید قول مذکور است و باید دانست
کہ توجیہہ در این آیت بچند چیز است یکے آنکہ فرمودہ یا عبادی کہ
متضمن لطف خطاب است و نگفتہ یا ایہا العصاۃ کہ مشعر بر
قہر است دوم آنکہ ایثار اسرفوا نمودہ بر اخطئوا چہ آں محتوی بر
رفق عتاب است دون ثانی سیم آنکہ فرمود لا تقنطوا کہ صریحًا دال است بر
نہی قنوط و آں مستلزم تحریم یاس است از مغفرت و عدم جواز نومیدی از رحمت
چہارم آں کہ اکتفا بذکر لا تقنطوا ننمودہ بلکہ بجہت مبالغہ و تاکید تفصیل، آں
نمودہ بقولہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔ پنجم آنکہ وضع مظہر
در موضع مضمر نمودہ و فرمودہ کہ ان اللہ تا اسناد مغفرت بصریح اسم خود کردہ
باشد نہ بضمیریکہ راجع باسم او باشد ششم آنکہ استیعاب مغفرت خود نمودہ
بجمیع ذنوب و آں را مخصوص نساختہ ببعضے دون بعضی۔ ہفتم آنکہ آں را مؤکد
ساختہ بقول انہ ہو الغفور الرحیم بجہت مبالغہ و الحاح او در
آں ہشتم آنکہ بجہت ایراد ضمیر فصل میان اسم و خبر حصر مغفرت و رحمت خود
نمودہ تا تنبیہ باشد بر نہایت تاکید آں نہم مغفرت را بر رحمت مقدم داشت
بجہت شدت عنایت او باں۔ دہم آنکہ رحمت را باں منضم ساخت
نہ باقی صفات تا اشارت باشد باستیعاب رحمت و شمول آں بر کافہ بریہ
و ایماء بمضمون ان رحمتی سبقت غضبی و تنبیہ بر وعدہ رحمت بعد از
مغفرت از ثوبان مولیٰ رسول اللہ (ص) مرویست کہ آنحضرت می گفت

ما احب ان لی الدنیا وما فیہا بہٰذہ الآیۃ دوست نمی
دارم کہ دنیا و آنچہ درو است مرا باشد بعوض ایں آیت و از امیر المومنین صلوات
اللہ علیہ منقول است کہ ما فی القرآن آیۃ اوسع من عبادی
الذین اسرفوا نیست در قرآن آیتے کہ رحمت و مغفرت در و اوسع
و اکثر باشد از آیہ یا عبادی تا آخر۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۱۰۴-۱۰۵
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یقیناً اللہ تعالیٰ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو ماسوائے شرک کے
معاف کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ ان گنت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان اللہ لا
یغفران یشرك کے مطابق شرک معاف نہیں کرے گا اور اس میں کوئی
شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ اگر کوئی مشرک اسلام قبول کرنے کے بعد مر
جاتا ہے۔ تو وہ بھی اجماع امت اور حدیث مشہور (اسلام ماقبل کے گناہوں
کو مٹا دیتا ہے) کے مطابق اس آیت (مغفرت) میں داخل ہے۔ اس
آیت کی عمومیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کچھ روایات میں واقع ہے۔ کہ
یہ آیت عباس ابن ابی ربیعہ، ولید اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت
کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کہ جب ان لوگوں نے کفار
کی سختیوں اور مصیبتوں سے تنگ آکر اسلام سے دوری (ارتداد) اختیار
کر لی۔ اور پھر سے اسلام لانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس خوف کی بنا پر کہ ان
کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اسلام قبول کرنے میں پس و پیش کرتے رہے۔
اور اس آیت کے اترنے کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ اور مشرکین کی بستیوں

سے ہجرت کر گئے۔ یہ شان نزول بھی اس آیت کریمہ کے عموم کی نفی نہیں کرتا۔ کیونکہ کوئی خاص واقعہ (جو کہ آیت کے نزول کا سبب بنے) آیت کے عموم کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ قاعدہ مذکور و مقرر ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کو ایک ماننے والے تائب (توبہ کرنے والا) کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کے بارے میں اللہ تعالٰی کی مشیت ہے۔ اگر چاہے تو عدل کی وجہ سے اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ ویغفر مادون ذالك لمن یشاء۔ اور یہ بات کہ بعض حضرات نے اس آیت کو توبہ کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ یہ آیت کے ظاہر کے خلاف ہے۔ اور مذہب حق و قرآن کے بھی مخالف ہے۔ اور وہ روایت جو اسماء بنت برید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ کہ اللہ تعالٰی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اُسے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے مذکور قول کی تائید کرتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں چند باتیں قابل توجہ ہیں۔ اول یہ کہ یاعبادی فرمایا جس میں لطف خطاب پایا جاتا ہے۔ اور اس کی بجائے یا ایھا العصاۃ نہ فرمایا کہ اس میں اُس اللہ کے قہر کی طرف اشارہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ اسرفوا کہا اس کی بجائے اخطئوا نہ فرمایا کیونکہ دوسرا لفظ عتاب کے موافق ہے۔ لیکن پہلا ایسا نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ لا تقنطوا فرمایا جس میں ناامیدی کی نہی مذکور ہے۔ اور اس کو گناہوں کی مغفرت سے ناامیدی اور رحمت سے ناامیدی کا ناجائز ہونا لازم ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ صرف لا تقنطوا پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ بطور مبالغہ اور تاکید اس کی تفصیل بھی ذکر فرمائی یعنی ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا فرمایا پانچویں بات یہ کہ اسم ظاہر کو

اسم ضمیر کی جگہ ذکر فرمایا یعنی ان اللہ کہا۔ ایسا اس لیے کیا۔ کہ بخشش کی نسبت اور اسناد اپنے صریح اسم کی طرف کی جائے نہ کہ اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مسند الیہ بنایا جائے چھٹی بات یہ کہ اپنی مغفرت و بخشش کو تمام گناہوں کے لیے کافی و وافی فرمایا۔ اور اس کو بعض کے حق میں اور بعض کے مخالف ذکر نہ فرمایا۔ ساتویں بات یہ کہ مغفرت کو انہ ھو الغفور الرحیم کے الفاظ سے مؤکد کیا۔ تاکہ اس میں مبالغہ بیان کیا جائے۔ اور لوگوں کو اس طرف لپکنے پر آمادہ کیا جائے۔ آٹھویں بات یہ کہ اِنَّ کے اسم اور خبر کے درمیان ضمیر فصل ذکر کر کے مغفرت اور رحمت کا حصر فرما دیا۔ تاکہ اس کی نہایت اور انتہا کی تاکید بیان ہو جائے۔ نویں بات یہ کہ مغفرت کو رحمت سے پہلے ذکر فرمایا۔ تاکہ اس سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت "مغفرت" ہے۔ دسویں بات یہ کہ مغفرت کے ساتھ رحمت کو ملا کر ذکر فرمایا کسی اور صفت کو مغفرت کے ساتھ ذکر نہ کیا۔ تاکہ اس سے اشارہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہر قسم اور وہ بھی تمام کائنات کے لیے ہے۔ اور ان رحمتی الخ کے مضمون کی طرف اشارہ بھی ہو جائے (یقیناً میری رحمت میرے غضب سے بہت آگے ہے۔) اور یہ بھی اشارہ ہو جائے۔ کہ مغفرت کے بعد رحمت کا وعدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ جناب ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں دنیا اور اس کی تمام دولتیں اس آیت کے مقابلہ میں لینے پر ہرگز آمادہ نہیں ہوں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ یاعبادی الذین اسرفوا الخ سے بڑھ کر کوئی دوسری آیت مغفرت و رحمت کے وسیع ہونے میں قرآن کے اندر موجود نہیں ہے۔

آیت کریمہ مذکورہ کی تفسیر شیعہ مفسر کی زبانی آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں کس قدر واضح انداز میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ اسلام قبول کرنا ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو مسلمان ہونے والے شخص کے سابقہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ اگرچہ ان گناہوں

یں کفر و شرک ہی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ یہاں تک تسلیم کیا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو گیا۔ اور پھر سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ تو بھی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ولید وغیرہ حضرات کا واقعہ مذکور ہوا۔

آیت کریمہ میں عام معافی کو بیان کرتے ہوئے ملا کاشانی نے بعض اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ اور ساتھ ہی اس میں مذکور دس عدد دلائل بھی اس امر پر پیش کر دیئے۔ اس آیت میں مغفرت ایسی کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ اور رحمت اتنی کہ اس کی وسعت کا کوئی دوسری شے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کی عظمت بیان فرمانا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اس کو بے مثل و بے نظیر آیتِ رحمت و مغفرت فرمانا۔ بھی ملا کاشانی نے اپنی تائید میں پیش کیا۔ تو ان تمام امور سے معلوم ہوا۔ کہ اگر کسی انسان سے بڑے سے بڑا گناہ بھی سرزد ہو جائے۔ لیکن اس کے بعد صحیح اور پکا اسلام قبول کرے۔ تو اس کے سابقہ گناہوں کی معافی کا اللہ پاک اعلان فرما رہا ہے۔ لہذا ایسے شخص کو سابقہ گناہوں کی بنا پر فاسق و فاجر کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔ اور اگر ایسے کو امام و خلیفہ بنا لیا جائے۔ تو یہ قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق ہے۔

آیت نمبر (۳)

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَہُوْا یُغْفَرْ لَہُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔

(پ۹ آخری رکوع ۶)

ترجمہ:

کافروں سے کہہ دو۔ کہ اگر وہ باز آئیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے۔ وہ اُن کو معاف کر دیا جائے گا۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر منہج الصادقین:

(قل للذین کفروا) بگو برائے آنانکہ کافرشوند یعنی با ابوسفیان ویاران او بگو (ان ینتھوا) اگر باز ایستند از کفر وعداوت رسول خدا (ص) بوسیلہ دخول در اسلام (یغفرلھم) آمرزیدہ شود برائے ایشاں (ما قد سلف) آنچہ گزشتہ یعنی صادر گشتہ از ایشاں از گناہاں۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۴ ص ۱۹۹
پ ۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ان لوگوں سے فرما دیجئے جو کافر ہوئے یعنی ابوسفیان اور اس کے دوستوں سے فرما دیجئے۔ کہ اگر تم کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے باز آجاؤ اور اس کے لیے اسلام وسیلہ لاؤ۔ تو تمہارے لیے تمہارے گزشتہ ہونے والے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان:

ثُمَّ اَمَرَ سُبْحَانَهٗ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِدُعَائِهِمْ اِلَى التَّوْبَةِ وَ الْاِيْمَانِ فَقَالَ (قُلْ) يَا مُحَمَّدُ (لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا) اَیْ يَتُوْبُوْا عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ وَ يَمْتَنِعُوْا مِنْهُ (يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ

سَلَفَ اَیْ مَاقَدْ مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِہِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص ۵۴۲
جزء ۱۰ سورۃ الانفال مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ انہیں توبہ اور ایمان کی دعوت دیجئے۔ تو فرمایا۔ اے محمد! فرما دیجئے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا۔ کہ اگر وہ شرک سے توبہ کریں اور اس سے باز آ جائیں۔ تو ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

منہج الصادقین میں ملا کاشانی نے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کے تحت ایک حکایت ذکر کی۔ ہم اس کا صرف ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

منہج الصادقین:

مروی ہے۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں روتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو اس نے عرض کیا۔ حضور! ایک شخص میرے دروازے پر کھڑا رو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس رونے والے کو اندر لے آؤ۔ جب وہ آ گیا۔ تو آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ کہنے لگا۔ اپنے گناہوں اور اللہ کے عذاب سے ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ پوچھا۔ موحد ہو یا مشرک؟ عرض کیا۔ موحد ہوں۔ فرمایا۔ مت روؤ۔ تمہارے گناہ اگرچہ سات آسمان اور سات زمین کے برابر بھی ہوں۔

تو بھی اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ یہ سن کر وہ بولا۔ حضور! میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں۔ فرمایا۔ اگر گناہ بڑا ہے۔ تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ بخش دے گا۔ اس کے بعد دریافت فرمایا۔ تم اپنا گناہ تو بیان کرو؟ کہنے لگا۔ میرا گناہ عرش و کرسی سے بڑا ہے۔ اس لیے بیان کرتے ہوئے میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارا گناہ بڑا ہے یا اللہ تعالیٰ کی ذات؟ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہے۔ تو فرمایا۔ بڑے گناہ کو سب سے بڑا (یعنی اللہ تعالیٰ) بخش دے گا۔ تو بتلاؤ تو سہی آخر گناہ ہے کیا۔ جس کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ناامید ہو رہا ہے؟ عرض کرنے لگا۔ حضور! میں قبریں کھودتا تھا۔ اور سات برس سے یہ کام کر رہا ہوں۔ لیکن مردے کو دفنانے کے بعد اس کا کفن اتار لیا کرتا تھا۔ لہٰذا میں کفن چوری کی وجہ سے بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوں۔ اتفاق سے ایک انصاری کی بیٹی کا انتقال ہوا۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق اس کے قبر میں دفن ہونے کے بعد اس کا کفن اتارا۔ اور واپس گھر چل دیا۔ لیکن چلتے چلتے مجھے خواہش نفسانی نے انتہائی مجبور کر دیا۔ میں راستے سے ہی واپس پلٹ آیا۔ اور اس مردہ انصاری لڑکی سے بدفعلی کر لی۔ فراغت پر آواز سنائی دی کہ اے نوجوان! تجھ پر افسوس کہ تجھے قیامت میں عدالت پر یقین اور اس کا خوف نہ آیا۔ تو نے مجھے ننگا کر کے پھر بدفعلی کا ارتکاب کیا۔ اور مردوں کی جماعت میں مجھے رسوا کر دیا۔ پلید کر دیا۔ تو خدا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کیا جواب دے گا۔؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ اس فاسق کو یہاں سے

نکال دو۔ کیونکہ اس سے زیادہ دوزخ کے قریب اور کوئی شخص نہیں ہے
وہ شخص باہر نکل کر جنگل کی طرف چل پڑا۔ رات دن گریہ وزاری میں گزارتا
ایک دن یوں عرض کی۔ اے اللہ! اپنے پیغمبروں کے صدقہ میرے گناہ
معاف کر۔ میری توبہ قبول کر۔ اگر تو نے میری توبہ قبول کرلی ہے۔ تو اپنے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر مہربان کردے۔ ورنہ مجھے آگ میں ڈال
دے۔ تاکہ میں جل جاؤں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔
اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ کہ اس نے اِس نوجوان کی توبہ مقبول و منظور
فرمائی ہے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف کردیئے ہیں۔ آپ اُسے
واپس بلا لیجئے۔ اور اس کے سینہ میں جو سزا کے خوف کی آگ جل رہی
ہے۔ اُسے مغفرت کے وعدے سے ٹھنڈا کردیں۔ اور اس کے
معصیت کے زخم پر بخشش کا مرہم لگادیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُس نوجوان کو بلایا۔ اور مغفرت کی خوشخبری سنائی۔

الحاصل:

اس حدیث و روایت سے صراحتہً یہ معلوم ہوا۔ کہ اگر کسی شخص کے گناہ سات
زمین و آسمان بلکہ عرش و کرسی سے بھی بڑے ہوں۔ تو بھی سچی توبہ سے وہ معاف
ہو جاتے ہیں۔ اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لہٰذا توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی
مغفرت کے بعد ایسے شخص کو فاسق و فاجر کہنا اہل تشیع کی ہی منطق ہو سکتی ہے۔
کسی ذی ہوش اور عقلمند کو یہ زیب نہیں دیتا۔
مذکورہ طعن میں چونکہ اہل تشیع نے ایک من گھڑت اصل پر اپنے طعن کی بنیاد رکھی تھی

جس کی خباثت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے ہم نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوّت و امامت سے نوازا۔ یہ اعزاز یُوں تو تمام انبیائے کرام کو عطا ہوا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت و نبوّت دوسرے انبیائے کرام کے مقابلہ میں عام ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر اہل کتاب انہی کی امامت و نبوت کو تسلیم کرتا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے جتنے بھی نبی تشریف لائے۔ وہ انہی کے چیدہ چیدہ اصول اپناتے رہے۔ ہم بھی ملت ابراہیمی اسی لیے کہلاتے ہیں۔ کہ ہمارے لیے بھی خلیل اللہ کی سنتیں جاری و باقی رکھی گئیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس امامت کے لیے اپنی اولاد کے بارے دعا کی۔ وہ اہل تشیع کی من گھڑت امامت نہیں۔ بلکہ اس سے مراد منصب نبوت ہے۔ جو واقعی کسی ظالم کو نہیں دیا جا سکتا۔

ہم نے کتب شیعہ سے اس امر کی بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ کہ منصب امامت کے لیے امام کا معصوم ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ ورنہ قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور ارشادات ائمہ اہل بیت سے روگردانی لازم آئے گی۔ لیکن کیا کیا جائے۔ قرآن کریم کو مکمل اور غیر مبدل سمجھنا ان کے عقیدہ میں داخل ہی نہیں۔ اور یہ بھی نہیں سوجھتا۔ کہ ہمارے من گھڑت اصول کا نشانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت بھی بنتے ہیں۔

قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے علاوہ شیعہ مفسرین نے بھی اس بات کو واضح طور پر ذکر کیا۔ کہ اسلام لانے کے بعد گزشتہ عمر کے تمام گناہ حتیٰ کہ شرک بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اور توبہ مقبول ہونے کی صورت میں بھی مغفرت عامہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اہل تشیع کا یہ کہنا کہ کسی شخص کی ابتدائی عمر میں کفر و شرک کا ہونا اس کے امام ہونے کے منافی ہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ منصب خلافت و امامت کے اہل نہیں ہیں۔ یہ اصل

بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرات ائمہ اہل بیت (حضرت علی۔ امام حسن و حسین وغیرہ) کو بھی ان کے بقول امامت سے ہاتھ دھونا پڑیں گے کیونکہ ان تین حضرات نے حضرات خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اگر ان کی امامت درست نہ تھی۔ تو ان کی امامت میں نماز پڑھنا کب درست ہو سکتا ہے۔ اور جو شخص نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی میں بے احتیاطی برتتا ہے۔ اور کسی ظالم، فاسق و فاجر کے پیچھے ادا کرتا ہے۔ وہ بھی منصب امامت کا اہل نہ رہا۔ اس من گھڑت اصول پر حضرت علی المرتضٰے اور حسنین کریمین کی وہ نمازیں قربان ہو گئیں۔ جو انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی امامت میں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ ان بدمذہبوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

روحانی بیان

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر
سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

شیعہ لوگ ہم اہل سنت پر یہ الزام بڑی بے باکی اور دریدہ دہنی سے دھرتے ہیں کہ سنی لوگ یزید کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ اس الزام میں کتنا وزن ہے۔ کتنی قوت ہے۔ اس کا جواب زیر نظر کتاب میں تحقیق کے ساتھ بالتفصیل دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ یزید کے متعلق ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔

جو شخص دل سے یہ کہتا ہو۔ کہ یزید حق پر تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ ایسا شخص پرلے درجہ کا گمراہ اور بد دین ہے۔ اور وہ اسی مقام کا مستحق ہے۔ جیسے اہل سنت کے ایک عظیم محقق علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح بنام ارشاد الساری میں تحریر کیا ہے۔

وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا یَزِیْدَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَ اسْتِبْشَارِهٖ بِذٰلِكَ وَ اِهَانَتِهٖ اَهْلَ بَيْتِ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاہُ فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِیْ شَانِہٖ بَلْ فِیْ اِیْمَانِہٖ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَنْصَارِہٖ وَاَعْوَانِہٖ۔

(ارشاد الساری شرح البخاری جلد ۵ ص ۱۰۴)

ترجمہ:-

حق یہی ہے۔ کہ یزید پلید کا امام عالی مقام کے قتل ہو جانے پر راضی ہونا اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی توہین کرنا ایسے امور ہیں۔ جن میں معنوی طور پر تواتر ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت کو یزید کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی توقف نہیں۔ (یعنی یہ مسلمان نہیں ہے) اللہ کی لعنت اس پر، اس کے معاونین و مددگاروں پر۔

ونکہ اللہ تعالیٰ نے نص صریح میں فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔

ترجمہ:-

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے توہین کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

اُدھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم اہل سنت کا وہ عقیدہ ہے۔ جو اس حدیث

نبوی سے اخذ ہے۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ لہذا جو شخص امام عالی مقام کی شان میں کسی طور بھی گستاخی اور اہانت کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ دائرۂ سنیت سے خارج ہے اس قسم کے گستاخ اور بدعقیدہ کا ہمارے آستانہ عالیہ سے قطعاً کوئی تعلق نہ ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہر وہ آدمی کہ جس نے امام عالی مقام امام حسین کو قتل کیا۔ یا قتل کرنے کا حکم دیا یا اشارۃً یا کنایۃً اس کی معاونت کی یہ سب لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے ملعون ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بیان از

حجۃ الکاملین سند الواصلین حجۃ الاسلام الشیخ العلامہ

مولانا فضل الرحمان صاحب قادری مدینہ منورہ خلف الرشید

شیخ العرب والعجم علامہ ضیاء الدین جنت البقیع (مدینہ منورہ)

امام اور خلیفہ کا چناؤ ✽ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

کچھ لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ طیبہ میں حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تھی۔ اس لیے ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کا دعوےٰ کر کے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت مول لی۔ اور دوسرے بالجبر اس منصب پر قابض ہو گئے ان دونوں حضرات کی خلافت نہ تو اللہ کی طرف سے تھی۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حکم دیا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ نے انہیں مسند خلافت پر بٹھایا۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا ہے۔ کہ اس میں صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے۔ نہ کہ

کسی مجلس اور جماعت کی صوابدید پر اسے چھوڑا گیا ہے۔ اس لیے دونوں حضرات غاصب اور اللہ و رسول کے غیر مقرر کردہ تھے۔

اس نظریہ کے قائل جس طرح اپنے من گھڑت قواعد و اصول کے پیش نظر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ اللہ کی شان خود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ان کے اس قانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ امامت و خلافت میں پیش کردہ ضابطہ خود ان لوگوں کی کتابوں میں بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغۃ:-

اَنَّهُ بَايَعَنِيَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۶ ص ۳۶۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

معاویہ کو حضرت نے یہ فرمان رقم فرمایا۔ وہ بے شک مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے

کی تھی۔ اور اسی امر خلافت پر بیعت کی ہے۔ جس پر اشخاص مذکورہ کی بیعت
وقوع میں آئی تھی۔ اب کسی حاضر کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے ایک
علیحدہ راستہ اختیار کرے۔ اور نہ شخص غائب اس امر کا مجاز ہے۔
کہ اس بیعت کی تردید کرے۔ حقیقتہً شوریٰ مہاجرین وانصار کو ہی زیبا
ہے۔ جس پر انہوں نے اجماع کر لیا اور اسے امامت کے ساتھ
نامزد کر دیا تو ان کا یہ اجماع خوشنودی پروردگارِ عالم ہے۔ اگر کوئی
خارج ہونے والا ان کے حکم سے طعنہ زنی اور احداث بدعت کر
کے نکل گیا۔ تو اسے اس اجماع کی طرف لوٹا دو۔ جس سے وہ خارج
ہوا۔ اگر اس نے انکار کیا۔ تو اس سے مقابلہ کرو۔ کیونکہ وہ سبیل المومنین
کے خلاف اتباع کر رہا ہے۔ اور پروردگار عالم اسے اس کام کی طرف
متوجہ کر دے گا۔ جس کی طرف اس نے توجہ کی۔

خلیفہ کا "منصوص من اللہ ہونا"، ایسا نظریہ ہے۔ جس کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
نے اپنے مذکورہ بالا قول میں بالتصریح تردید فرمائی۔ لہٰذا اہل تشیع کا امامت وخلافت
کے بارے میں "منصوص من اللہ" کے عقیدہ کی عمارت دھڑام سے زمین
پر آگری۔ یہی وہ بنیاد تھی۔ اور یہی وہ نظریہ تھا۔ کہ جس کی بنا پر ان لوگوں نے حضرت
ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو معاذ اللہ "غاصب" قرار دیا تھا۔ حضرات
شیخین رضی اللہ عنہما چونکہ خلیفہ بنے اور کچھ عرصہ ان کی خلافت بالفصل رہی۔ اور
یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اس تاریخی حقیقت کو ان لوگوں نے اپنے اسی
نظریے کے پیش نظر دوسرا رخ دیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باوجود
خلیفہ بلافصل ہونے کے ان دونوں کی خلافت کے دور میں خاموش اس لیے
رہے۔ کہ آپ نے "تقیہ" پر عمل کر لیا تھا۔ بلکہ ان دونوں خلفاء کی بیعت بھی

ـــــ آپ نے بطور تقیہ ہی کی۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہا گیا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ڈر کے مارے اپنے استحقاق کا اظہار نہ کیا۔ اور ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر یہ کیسا گھناؤنا الزام ہے۔ آپ کی شجاعت اور بہادری پر کس قدر عظیم حملہ ہے "واسد اللہ" کا لقب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ اور یہ ظالم لوگ انہیں اپنے حق کے معاملہ میں بزدل اور ڈرپوک دکھائیں۔ اس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

ے شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یہ وہی شیر خدا ہیں۔ جو حق پر استقامت کی خاطر بڑی سے بڑی طاقت کو بھی چیلنج کر دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نہج البلاغہ:

وَاللّٰہِ لَوْ تَظَاھَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ لَمَا وَلَّیْتُ عَنْھَا وَلَوْ اَمْکَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِھَا لَسَارَعْتُ اِلَیْھَا۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۴۵ ص ۴۱۸)

ترجمہ:۔

خدا کی قسم! اگر پورا عرب میرے قتل پر ٹوٹ پڑے۔ تو میں پشت دے کر ہرگز نہ بھاگوں گا۔ اور اگر مجھے ان عربیوں کی گردنوں پر اختیار مل جائے تو انہیں سر سے جدا کرنے میں بہت جلدی کروں گا۔

علاوہ ازیں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ کہ میرے سامنے ہر کمزور قوی ہے کیونکہ میں اس کمزور کا بدلہ دلوا سکتا ہوں اور ہر قوی میرے سامنے مچھر کے پر کی

حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ میں اُس سے ظلم کا بدلہ لے سکتا ہوں۔ آپ کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نہج البلاغۃ :-

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ لَهٗ وَالْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءَهٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ اَتَرَانِیْ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَیْهِ فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۳۷ ص ۸۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :-

کمزور میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلوادوں۔ اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق لے نہ لوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ اور اپنے تمام معاملات اسی کے سپرد ہیں۔ کیا تم میرے بارے میں یہ گمان کرتے ہو۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا۔ خدا کی قسم! میں ہی وہ پہلا شخص ہوں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی۔ لہٰذا میں سب سے پہلے جھٹلانے والا کیونکر ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غور و خوض کیا۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔

کہ میرا طاعت کر لینا اس سے کہیں بہتر ہے۔ کہ میں اپنے لیے
لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اور یہ بھی کہ غیر کے میثاق کا پٹہ میری گردن
میں ہے۔
حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی تشریح ایک شیعہ محقق سے
سنیئے۔

شرح ابن میثم:

قَوْلُهٗ فَنَظَرْتُ فَاِذًا طَاعَتِيْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ اَيْ
طَاعَتِيْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا
اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ لِلْقَوْمِ
فَلَا سَبِيْلَ اِلَى الْاِمْتِنَاعِ مِنْهَا قَوْلُهٗ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ
فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ۔
اَيْ مِيْثَاقُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
عَهْدُهٗ اِلَيَّ بِعَدَمِ الْمُشَاقَّةِ وَقِيْلَ الْمِيْثَاقُ مَا لَزِمَهٗ
مِنْ بَيْعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَ اِيْقَاعِهَا اَيْ فَاِذَا مِيْثَاقُ
الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِيْ فَلَمْ يُمْكِنِّي الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهٗ۔

(شرح ابن میثم علی نہج البلاغہ جلد دوم
ص ۹۷، مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے قول فنظرت الخ کا مطلب یہ
ہے کہ میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول میں غور کرنا جو آپ نے
مجھے لڑنے سے منع فرمانے کے متعلق ہے۔ قوم کی بیعت کر لینا

اس پر سبقت لے گیا۔ تو اب بیعت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔
اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا یہ قول واذ المیثاق الخ کا
مطلب یہ ہے۔ کہ وہ معاہدہ اور عہد جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے کیا تھا۔ کہ میں ہرگز نہ لڑوں گا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اس میثاق سے
مراد یہ تھی۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینے کے
بعد جو لازم تھا۔ یعنی مجھے ابو بکر صدیق کی بیعت کر لینی لازم ہے۔ لہذا
اس کی مخالفت کے لیے تیرے لیے کوئی راستہ نہیں۔

لمحۂ فکریہ!

قارئین کرام! شیعہ اور اہل سنت کے درمیان تمام اختلافی امور کی بنیاد یہی نظریہ تھا۔ جو امامت و خلافت کے متعلق مذکور ہوا۔ یعنی اہل تشیع امامت و خلافت کو "منصوص من اللہ" سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت اسے مجلس مشاورت پر چھوڑتے ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے مسئلہ کی صاف صاف وضاحت فرمادی۔ کہ اہل حل و عقد (جو اس وقت مہاجرین و انصار تھے۔) جس پر متفق ہو جائیں۔ وہی اُمت مسلمہ کا امام اور خلیفہ ہے۔ اس سے روگردانی اور مخالفت دراصل اللہ تعالیٰ سے دوری ہے اور اُمت مسلمہ سے الگ راستہ اختیار کر کے جہنمی بننے کے مترادف ہے۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے اہل تشیع کے اس نظریہ کی بھی تردید فرمائی۔ کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی بیعت انہوں نے بطور تقیہ کی تھی۔ نہیں نہیں۔ آپ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا۔ کہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی زندگی میں ایک عہد و پیمان کر رکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد

اس عہد و پیمان کے نبھانے کا وقت آیا۔ تو آپ نے اسے نبھا کر دکھایا۔ گویا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا۔ اس وقت اہل بیت کے چیدہ چیدہ افراد بھی موجود تھے۔ مہاجرین و انصار کا جم غفیر تھا۔ لیکن سب نے ابوبکر صدیق کی اقتدا میں نمازیں پڑھ کر عملی طور پر اس بات کا اقرار کر لیا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر منصب امامت و خلافت کا کوئی مستحق ہے۔ تو ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنا ان کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جس کا منکرین کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اسی امتیازی وصف کو حضرات صحابہ کرام نے مسئلہ خلافت میں مرکزی حیثیت دی۔ اور اسی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوا، اسی کی برکت تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور گھر آکر انہیں لوٹایا نہیں (اس کی تحقیق گزر چکی ہے)

میں یہ چند سطور محض رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظ اگرچہ میرے ہیں۔ لیکن مفہوم و مضمون حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تاکہ منکرین و متعصبین کی آنکھیں کھلیں اور کدورت و عداوت کی پٹی اتار کر حق و صداقت کو دیکھیں۔ اور اسے قبول کریں اللہ تعالیٰ میرے یہ چند حروف اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے۔ اور شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں وسیلہ بنائے۔ اور محبت صدیق، عشق فاروق، مودت عثمان اور خلت علی المرتضیٰ پر قائم و دائم رکھے۔ اور اس پر خاتم فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

ایک ضروری وضاحت

جب شیعہ فرقہ کی تردید میں میں نے قلم اٹھایا تو کتاب کا نام تحفہ جعفریہ رکھا۔ اور میرا خیال تھا کہ چار جلدوں کے اندر اندر سارا کام سمیٹ لیا جائے گا۔ مگر جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے مواد زیادہ ہوتا چلا گیا۔ اور تقریباً دس جلدوں کا مواد تیار ہو گیا۔ اور ظاہر ہے۔ دس جلدیں ایک بڑا وزن ہے ہر آدمی تو دس جلدیں خرید نہیں سکتا۔ اس لیے ہم نے مذکورہ مواد کی تقسیم کر دی ہے اور ایک کتاب کے بجائے مستقل طور پر تین کتابیں منظر عام پر لانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تحفہ جعفریہ:

یہ کتاب چار یا پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے چار جلدیں چھپ گئی ہیں اور غالباً پانچویں جلد بھی آئے گی۔ اس کتاب کی ساری بحثیں اور ساری جلدیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہیں۔ پہلی جلد میں کتب شیعہ سے شان صحابہ دوسری میں صحابہ واہل بیت کے باہمی خاندانی نسبی اور دیگر برادرانہ خوشگوار تعلقات کا بیان ہے۔ جبکہ تیسرا یا دو یا تین جلدیں خلفاء راشدین و دیگر صحابہ پر شیعوں کی طرف سے کیے گئے ناجائز مطاعن واعتراضات کے تفصیلی اور دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں۔

عقائد جعفریہ:

یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے پہلی جلد دو چھپ چکی ہیں باقی ایک یا دو جلدیں بھی بہت جلد آپ کے پاس پہنچ رہی ہیں۔ اس کتاب میں شیعہ فرقہ کے اصولی عقائد و ایمانیات بیان کیے گئے ہیں۔ اور بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ کس قدر غلط نظریات کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان ان کی نظر میں کیسی ہے انبیاء کی

حیثیت ان کے عقیدہ میں کتنی سی ہے۔ اور ائمہ اہل بیت کو یہ لوگ کیا مقام دیتے ہیں پھر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اپنے ہی ملنے ہوئے اماموں سے انہوں نے کیا ناروا سلوک کیا اور یہ بھی آئندہ جلدوں میں آپ دیکھیں گے کہ موجودہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے

فقہ جعفریہ :

یہ کتاب بھی دو سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور تا حال اس کی کوئی جلد ہم شائع نہیں کر سکے۔ مگر بہت جلد اسے منظر عام پر لانے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالی ہمت اور توفیق عطاء فرمائے۔

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے فروعی فقہی مسائل کی تردید پر مشتمل ہے۔ آج کل پاکستان میں شیعہ فرقہ تحریک چلا رہا ہے کہ ملک میں فقہ جعفریہ نافذ کی جائے۔ ہم نے شیعہ کتب فقہ کا مطالعہ بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔ اور جو نتائج ذہن میں آئے ہیں انہیں سپرد قلم کیا ہے جسے پڑھ کر پاکستان کی عوام اور حکومت یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگی کہ فقہ جعفریہ۔ اس قابل نہیں کہ اسے نافذ کیا جائے۔ اس کتاب میں فقہ جعفریہ سے وضوء استنجی، پاکی، ناپاکی، نماز، زکوۃ، خمس، روزہ، حج، نکاح، طلاق، اور دیگر مسائل بیان کر کے ان کی مضبوط تر تردید کی گئی ہے۔

مصنف

تاثرات

حجۃ الاسلام شیخ العرب و العجم علامہ فضل الرحمان صاحب ساکن

مدینہ منورہ خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء الدین

علیہ الرحمہ مدفون جنت البقیع (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی نبیہ

حمد و صلاۃ کے بعد بندہ عرض پرداز ہے کہ فاضل کبیر استاذ معظم زبدۃ المحققین علامہ محمد علی حفظہ اللہ میرے پاس مدینہ منورہ میں اپنی تصنیفات سے کر آئے میں نے مختلف مقامات سے پڑھا، یہ حقیقت ہے کہ حضرت العلام کی کتابیں دینی معارف کا خزانہ ہیں ۔ اللہ انہیں میری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا دفاع اور شیعہ عقائد کی بیخ کنی جس انداز میں علامہ موصوف نے کی اس پر ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے ۔

میں یہ الفاظ مدینہ طیبہ میں سحری کے وقت لکھ رہا ہوں ۔ دعا گو ہوں کہ رب العرش العظیم مصنف کی عمر دراز کرے اور ان کی تصنیفات کو قبول فرمائے ۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

حرر فی ۱۲ ــ ۱۲ ــ ۱۴۰۶ھ
الموافق ۱۷ ــ ۸ ــ ۱۹۸۶م

الفقیر الی اللہ تعالیٰ
فضل الرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ
ضیاء الدین القادری المدنی
فضل الرحمٰن
عفی اللہ عنہ آمین

تاثرات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، زیب و
زینت نقشبندیت قبلہ حضرت
سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی
زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف
(ضلع گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!۔

اس خادمِ اہلِ بیت کی دیرینہ تمنا تھی۔ کہ بناوٹی محبانِ اہلِ بیت المعروف شیعہ فرقہ کے نظریات و عقائد سے روشناس کرانے کے لیے کوئی تفصیلی کتاب عام فہم انداز میں تحریر ہونا ضروری ہے۔ جس میں ان کے عقائد کو بادلائل ثابت کیا جائے۔ کہ حضرات ائمہ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم کے عقائد اور نظریات کے بالکل خلاف ان کی روش ہے۔ اسی آرزو کی تکمیل کے لیے میں نے ایک مرتبہ اپنے ہم مسلک علماء کو اپنے ہاں بلانے

کی زحمت بھی دی۔ اور اُن کے سامنے یہ مقصد رکھا لیکن مصروفیات وغیرہ کی وجہ سے کسی نے بیڑا نہ اٹھایا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ میری تڑپ اور آرزو میں بھی اضافہ ہی ہوتا رہا لیکن کوئی آسرا نظر نہ آتا۔

اسی دوران ہمارے حلقۂ ارادت میں شامل ایک عالم دین اچانک میدان میں آ گئے۔ جو بیک وقت شیخ الحدیث والقرآن اور مناظر اہل سنت ہوتے ہوئے ایک عظیم دارالعلوم بنام جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے مہتمم بھی ہیں۔ انہوں نے عرصہ تیس سال سے متواتر اہل تشیع کے نظریات و عقائد کی تحقیق و تدقیق میں انتھک محنت کی۔ اس کی خاطر بیروت اور تہران وغیرہ سے ان کی قدیم و جدید کتب منگوائیں مکمل احاطہ کے بعد اپنی کاوشوں کو سپرد قلم کرنا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ جلدوں پر یہ سلسلہ پھیل گیا۔

علامہ موصوف کی تالیف کردہ تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور فقہ جعفریہ کی مجلدات کا راقم نے مطالعہ کیا حقیقت یہ ہے کہ ان مجلدات کی ایک ایک سطر پر مؤلف کے حق میں دل سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ کہ اے اللہ! اہل سنت کے اس محسن اعظم کو اجر جزیل سے نواز۔

میرا معمول ہے۔ کہ علی الصبح تلاوت قرآن کریم کے بعد ان کی تالیف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور ایک ایک مضمون کو جب تک بار بار پڑھ نہ لوں۔ چھوڑ کر آگے گزرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہر مرتبہ پڑھنے سے معانی و مطالب کا ایک نیا باب کھلتا نظر آتا ہے۔ کتاب مذکور میں جب شیعہ قوم کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات پر نظر پڑتی ہے۔ تو گمان گزرتا ہے۔ کہ اس کا جواب شائد ناممکن ہو۔ لیکن جب علامہ موصوف اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو ایک نہیں کئی کئی جوابات سے اُس سوال کی حیثیت تار عنکبوت سے بھی گئی گزری نظر آتی ہے۔

اللہ رب العزت کا بے انتہا شکر کہ اس نے یہ سعادت ہمارے آستانہ عالیہ کو مرحمت فرمائی۔ گزشتہ دو صدیوں سے ایسی جامع اور مبسوط کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آستانہ عالیہ پر خصوصی کرم فرمایا۔ کہ اس کے حصہ میں یہ سعادت آئی۔ لہذا میں اس آستانہ عالیہ کے متوسلین و متعلقین کو یہ کہوں گا۔ کہ اس کتاب کو خریدیں۔ اور اس کے مطالعہ سے خود بھی اور دوسروں کو بھی آگاہ کر کے اُخروی نجات کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مصنفِ علام کو عمر دراز عطا فرمائے۔ اور صحت و استقامت سے نوازے۔ اور ان کے اس صدقہ جاریہ کو زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ہمارے آستانہ عالیہ کے روحانی امداد اولیاء کرام کی نظرِ عنایت اس کتاب کے مصنف پر اب بھی ہے۔ اور تا قیامت انشاء اللہ رہے گی۔ کیونکہ مصنف کی اس سلسلہ کے ساتھ وابستگی کے علاوہ نظریاتی طور پر اتنا قرب ہے۔ کہ دین و دنیا اور آخرت میں یہ قرب ختم نہیں سکتا۔ یہ سب کرامت ان کے خلوص کی رہین منت ہے۔ اور میں امید واثق رکھتا ہوں۔ کہ قیامت میں ان حضرات کی معیت مصنف کو حاصل ہو گی۔

میں مصنف علام سے عہد کرتا ہوں۔ کہ جس طرح دنیا میں یہ تنہا نہیں۔ کل قیامت کو بھی اسے اپنے ساتھ رکھیں گے۔ انشاء اللہ

السید محمد باقر علی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف۔ ضلع گوجرانوالہ

(۱۸ ربیع اوّل شریف ۱۴۰۰ھ)